طلبہ کی قلمی کاوشیں

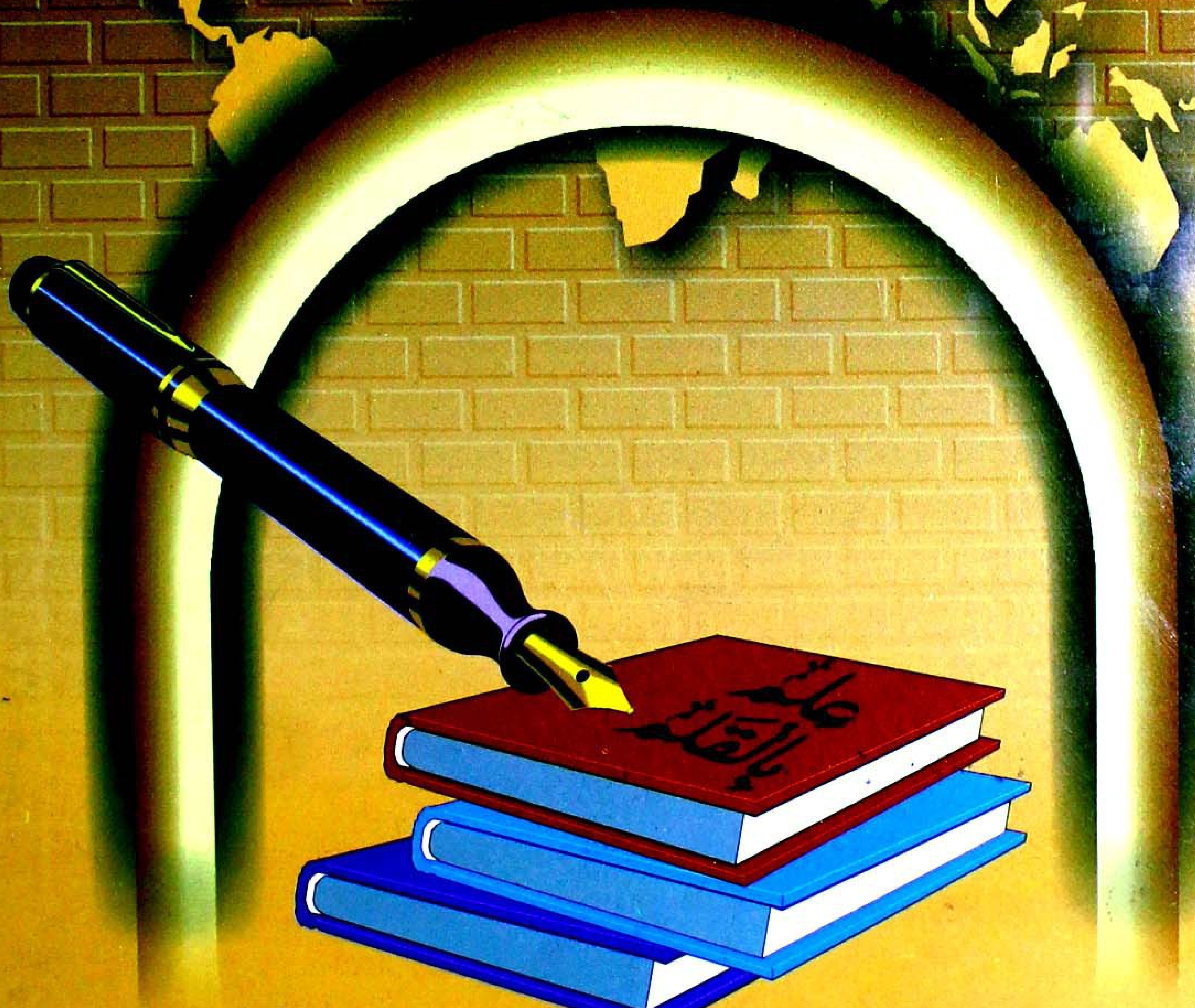

ناشر: شیرِ ربانی پبلی کیشنز
جامع مسجد قادریہ شیرِ ربانی، شیرِ ربانی روڈ، چوک شیرربانی، ۲۱-ایکڑ سکیم نیومزنگ سمن آباد، لاہور۔

Marfat.com

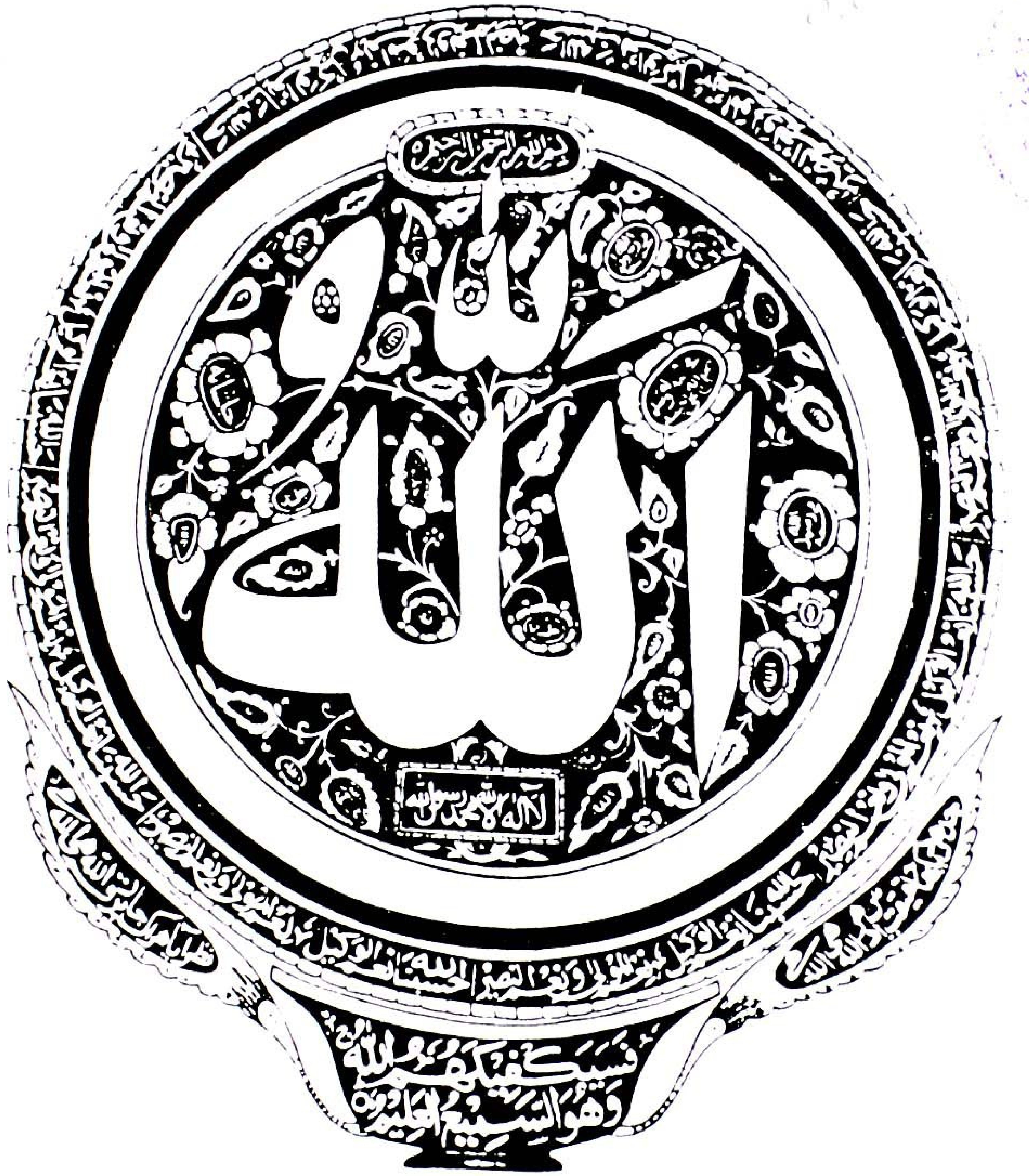

قطعۂ اسمِ ذات جو اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی حضرت

علیہ نے اپنے دستِ مبارک

عشقِ الٰہی کا بخوبی اندازہ

ت نہایت خوبصورتی سے

ہے۔

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا

Marfat.com

5873

الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ (القرآن) علق آیت ۴،۵

ترجمہ: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (کنزالایمان)

~~5835~~

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ، مجددیہ شیرِ ربّانی

طلبہ کی قلمی کاوشیں

مرتّبہ:

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

ناشر:

شیرِ ربّانی پبلیکیشنز

جامع مسجد قادریہ شیرِ ربّانیؒ، شیر ربانی روڈ، چوک شیر ربّانی

۲۱۔ ایکڑ سکیم، نیو مزنگ، سمن آباد، لاہور۔

Marfat.com

سلسلہ اشاعت نمبر (۲۴)

81375

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانیؒ

نام کتاب ______ طلبہ کی قلمی کاوشیں

مرتب ______ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

ناشر ______ شیر ربانی پبلی کیشنز

اشاعت بار اول ______ جنوری ۲۰۰۳ء

تعداد ______ ۱۰۰۰

ہدیہ ______ دعائے خیر برائے معاونین

کمپوزنگ ______ ڈاکٹر منظور حسین اختر

پرنٹر ______ امارض پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور

ملنے کا پتہ

جامع مسجد قادریہ شیر ربانیؒ

شیر ربانی روڈ، شیر ربانی چوک، ۲۱-ا ایکڑ سکیم نیو مزنگ سمن آباد، لاہور

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ نمبر
-1	اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوریؒ	اسامہ سعید بی اے ایل ایل بی	1
-2	مدارس کی اہمیت، تاریخ، نصاب و نوعیت	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی	5
-3	جامعہ جمیل العلوم جامع مسجد قادریہ شیر ربانیؒ سمن آباد لاہور	پروفیسر قاری مشتاق احمد	12
-4	جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانیؒ (ایک طائرانہ نظر)	ڈاکٹر منظور حسین اختر	14
-5	ٹائم ٹیبل	ادارہ	18
-6	نصاب (کورس) سمسٹر اول برائے سال اول	ادارہ	19
-7	نصاب (کورس) سمسٹر دوم برائے سال اول	ادارہ	20
-8	نصاب (کورس) سمسٹر سوم برائے سال اول	ادارہ	21
-9	نصاب (کورس) سمسٹر اول برائے سال دوم	ادارہ	22
-10	نصاب (کورس) سمسٹر دوم برائے سال دوم	ادارہ	23
-11	نصاب (کورس) سمسٹر سوم برائے سال دوم	ادارہ	24
-12	نصاب (کورس) سمسٹر اول برائے سال سوم	ادارہ	25
-13	نصاب (کورس) سمسٹر دوم برائے سال سوم	ادارہ	26
-14	نصاب (کورس) سمسٹر سوم برائے سال سوم	ادارہ	27
-15	جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد	ادارہ	28
-16	جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کے بارے میں ممتاز ماہر تعلیم عظیم سکالر اور نامور دانشور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے تاثرات	پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	30
-17	جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کے بارے میں روزنامہ جرأت وتجارت کے چیف ایڈیٹر ممتاز صحافی اور معروف دانشور جناب جمیل اطہر سرہندی کے تاثرات	جمیل اطہر سرہندی	31
-18	عصر حاضر میں علم اور حصول علم کے تقاضے (تقریر پروفیسر قاری مشتاق احمد ڈائریکٹر) جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی سمن آباد لاہور	اسامہ سعید	32

Marfat.com

-19	سورۃ فاتحہ کے مضامین کا تفسیری جائزہ (قسط اول)	ڈاکٹر منظور حسین اختر و فاروق حسین نقشبندی	46
-20	سورۃ الانبیاء کی فضیلت مع شان نزول	صوفی محمد مقصود سہروردی	56
-21	علم خیر الانام بعطاء رب الانام	محمد خرم قادری بی کام۔ ایل ایل بی	60
-22	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	محمد ناظم بشیر نقشبندی (ایم۔اے اکنامکس)	85
-23	غزوۂ خندق' اسباب' واقعات اور نتائج	اسامہ سعید (بی اے ایل ایل بی)	94
-24	غزوۂ خندق	تاج الدین احمد	97
-25	سورۃ الاحزاب کی روشنی میں غزوہ خندق کے اسباب و واقعات اور نتائج	علی فرحان	99
-26	متبنّیٰ کا شرعی حکم کیا ہے؟ (سورۃ الاحزاب کی روشنی میں)	تاج الدین احمد	103
-27	فضائل درود و سلام سورۃ الاحزاب کی روشنی میں	حافظ قاری اللہ بخش	105
-28	غزوہ خندق	محمد آصف ریاض	110
-29	عقیدۂ ختم نبوت	توصیف النبی	113
-30	ختم نبوت	محمد طاہر نقشبندی	118
-31	مقام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	محمد نائل اسامہ	120
-32	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید کا مثالی دور خلافت	امتیاز سلیم	122
-33	درود شریف کا بیان	محمد طاہر نقشبندی	129
-34	توسل بعد از وصال	فاروق حسین نقشبندی	133
-35	قرب قیامت کی نشانیاں	صاحبزادہ محمد حامد	142
-36	سلام کرنے کی اہمیت	ڈاکٹر منظور حسین اختر	147
-37	وجوہات طلاق اور عصر حاضر	محمد عثمان	155
-38	خواب اور اُن کی تعبیر	محمد طاہر نقشبندی	156
-39	تجدید اسلام اور مجدد ہزارۂ دوم	ڈاکٹر احسن اظہر ایم بی بی ایس ایم ڈی	164
-40	شان اولیاء' مزارات اولیاء اور عرس کی شرعی حیثیت	محمد ہاشم بشیر نقشبندی	169
-41	Hazart Mujaddad Alif-e-Saani A Revivalist	Dr Ahsan Azhar (M.B.B.S - M.D)	176
-42	Sunni Jurists	Muhammad Azeem Farooqi (M.A, LLB)	185
-43	Hazrat Muhammad ﷺ, A Prophet - A Jurist	Osama Saeed (B.A, L.L.B)	187

Marfat.com

اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ

أسامہ سعید

برصغیر پاک وہند کی سرزمین تا قیامت اپنی اس خوش بختی پر نازاں رہے گی کہ اس دھرتی نے عظیم اولیائے کرام کو اپنی گود مہیا کی ان مقدس ہستیوں کا اگر تفصیلاً ذکر کیا جائے تو یقیناً طویل وقت درکار ہوگا۔ تاہم اس کہکشاں کا ایک تابناک ستارہ پنجاب کے حصے میں بھی آیا۔ پنجاب کی اس زرخیز مٹی سے جنم لینے والا ننھا سا پودا ایک ایسا تناور درخت بنا کہ جس کی چھاؤں بے شمار خلق خدا کے لیے موجب حیات وبرکات بنی۔ ہر ذی روح نے اس ہستی سے فیض پایا۔ یہ تابناک ستارہ اور یہ تناور درخت جسے آج دنیا ''اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوریؒ'' کے نام سے یاد کرتی ہے اور ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق پر فخر کرتی آئی ہے اور کرتی رہے گی۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۶۳ء میں شرقپور شریف میں حضرت میاں عزیز الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے (شرقپور شریف لاہور سے مغرب کی جانب بیس میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد ۴۰۰ سال قبل ایک درویش صفت زمیندار حافظ جمال الدین نے رکھی)۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت میاں عزیز الدینؒ ایک نیک بخت، پارسا اور متشرع شخص تھے جو شکل وصورت میں حضرت میاں صاحبؒ کے مشابہ تھے۔ آپ قادری سلسلے میں بیعت تھے اور ذکر شغل قادری طریق کا ہی فرمایا کرتے تھے آپ کی ملازمت رہتک میں تھی اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

حضرت میاں عزیز الدینؒ کے آباؤ اجداد افغانستان سے ہندوستان آئے تھے پہلے وہ دیپال پور میں مقیم ہوئے پھر زمانے میں برپا ہونے والے انقلابات نے خاندان کے بعض بزرگوں کو شہر قصور میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ علم وہنر کے سبب شہر کے رؤسا ان کے حلقہ بگوش ہوگئے اور ان کو ''مخدوم'' کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ دین کی تدریس وتبلیغ کے سوا اس خاندان کا کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ قرآن پاک کا حفظ اس خاندان کی روایت تھی حالات کچھ معمول پر آئے تو ان میں سے چند بزرگ دیپال پور واپس چلے گئے مگر دو خاندانوں کو قصور کی آب وہوا ایسی پسند آئی اور یہاں کے لوگ ایسے بھائے کہ وہ یہیں کے ہوگئے۔

حضرت میاں عزیز الدینؒ کے نانا مولوی غلام رسولؒ کو قصور کے باشندے بے حد عزیز رکھتے تھے۔ مولوی غلام رسولؒ ملنساری، انکسار، دیانت اور زہد وتقویٰ میں ایک مثال بن چکے تھے جو حافظ قرآن بھی تھے اور خطاط بھی تھے۔ لوگ دینی وسماجی مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے۔

ولادت کے بعد حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو دیکھتے ہی حضرت مولوی غلام رسولؒ نے آپؒ کے منہ میں اپنی زبان ڈال

Marfat.com

دی تھی یوں خاندان کے سب سے معمر و بزرگوار ہستی نے آپؒ کو گھٹی دی۔ پیدائش کے ساتویں روز آپؒ کا نام ''شیر محمد'' رکھا گیا اور آپؒ کی والدہ ماجدہ نے آپؒ کی تربیت کا بیڑہ اُٹھایا۔

آپؒ جیسے ہی چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو قرآنی آیات سے آپؒ کی تعلیمات کو شروع کیا گیا۔ آپؒ نے پہلا قاعدہ بہت جلد از بر کیا۔ والدہ محترمہ اور چچا جان کی نگرانی میں آپ نے گھر پر ناظرہ قرآن بھی ختم کر لیا۔ آپؒ اب چونکہ حروف شناس ہو گئے تھے اس لیے چچا محترم نے آپؒ کو سکول میں داخل کرا دیا۔ والدہ محترمہ اور چچا جان کی خواہش پر آپؒ پابندی سے سکول تو چلے جاتے مگر وہاں آپؒ کا جی بالکل نہیں لگتا تھا۔ بہرصورت پانچویں جماعت پاس کرتے ہی چچا کو یہ احساس ہوا کہ مدرسہ آپؒ کے لیے مناسب نہیں ہے انہوں نے آپؒ کو مستقل نگاہوں کے سامنے رکھنا شروع کر دیا اور فارسی کی درسی کتب سے ابتداء کی۔ دادا حافظ محمد حسینؒ نے بھی توجہ کی اور قرآن کا آموختہ کرایا۔ دادا جان اور چچا محترم کی درخواست پر شہر کے ایک اور عالم حکیم شیر علی نے بھی کتابوں کی طرف آپؒ کو راغب کرنے کی کوشش کی مگر آپؒ نے دلچسپی کا اظہار نہ کیا تاہم خوشنویسی سے ضرور رغبت پیدا ہوئی۔ آپؒ نے مختلف خطوں میں قرآن کریم لکھنے کی مشق کی بڑے بڑے کاتب نقاش اور خطاط انگشت برلب رہ جاتے تھے کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ کام ایک نومکتب کا کیا ہوا ہے۔ اپنے چچا جناب حمید الدین کی زیر سرپرستی آپ نے عربی میں بھی خاصی مہارت حاصل کر لی۔

آپؒ نے حضرت باب امیر الدینؒ کے دست اقدس پر بیعت کی اس طرح آپؒ نقشبندی سلسلے سے منسلک ہو گئے۔ نقشبندی سلسلے کا یہ حلقہ بہت وسیع تھا۔ یہ سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت بہاؤ الدین نقشبند، حضرت ابو الحسن خرقانیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت سلمان فارسیؓ جیسے نامی گرامی بزرگوں سے ہوتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تک دراز تھا۔

حضرت میاں صاحبؒ کی حیاتِ بابرکات اتباعِ سنت اور شریعت کے مطابق گزری

۱۔ مسجد سے نکلتے وقت ہمیشہ بایاں پاؤں باہر نکالتے۔

۲۔ سیاہ جوتے و سیاہ لباس کو ناپسند کرتے۔

۳۔ سفید لباس سے رغبت رکھتے تھے۔

۴۔ محفل میں ہمیشہ دوزانو بیٹھتے اور مریدین کو بھی اس کی تلقین کرتے۔

۵۔ کسی کے جوتے غلط رکھے ہوتے تو اپنے ہاتھ سے سیدھے کر دیتے۔

۶۔ نفس کی نفی میں ہر دم کوشاں رہتے۔

۷۔ کسی سائل کو مایوس نہ لوٹاتے

Marfat.com

۸۔ سر پر ٹوپی مع پگڑی رکھنے کی تاکید فرماتے۔

۹۔ اسم ذات "اللہ" کا ورد بکثرت فرماتے۔

۱۰۔ موٹا لباس پہنتے اکثر دیسی گمٹی کا کپڑا استعمال کرتے۔

۱۱۔ تبلیغ دین کے وقت عوام الناس کی ذہنی سمجھ کو مدنظر رکھتے۔

حضرت میاں صاحبؒ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے جس سے منسلک رہنے والے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھ جاتے تھے۔ آپ کی بدولت ایک عالم فیضیاب ہوا۔

جیسے ہی عمر مبارک تریسٹھ برس سے متجاوز ہوئی کمزوری اور نقاہت نے آلیا تاہم نماز پنجگانہ با جماعت ادا کرتے چند روز بعد یہ حالت بھی نہ رہی۔ طبیعت ناساز رہنے لگی۔ اطباء نے آپ کو تپ محرقہ تشخیص کیا۔ پینسٹھ برس کی عمر پاتے ہی آپؒ ملول رہنے لگے کہ عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں دو سال بڑھ گئی۔ غنودگی اور غشی کے دوروں نے آلیا جیسے ہی افاقہ ہوتا قرآنی آیات اور درود شریف کے سوا زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلتا۔ وفات سے قبل اپنے بھائی حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہؒ شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا اور یہ تاکید کی کہ "در پہ آنے والوں کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہ کرنا اور جمعہ خود پڑھانا اور یاد رکھو سنت کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے"۔

پیر کا دن تھا ۱۳۴۷ھ ربیع الاوّل کا تیسرا اور اگست ۱۹۲۸ء کا بیسواں دن تھا۔ طبیعت زیادہ خراب تھی اس کے باوجود آپؒ سورۂ اخلاص کی تلاوت کر رہے تھے۔ عشاء کے بعد بوقت ساڑھے گیارہ آپؒ نے جہاں فانی سے کوچ کیا۔ رات ہی کو آپؒ کو غسل دیا گیا۔ شرقپور شریف میں رحلت کی خبر سن کر جیسے ہڑتال ہوگئی۔ مسلم غیر مسلم سب اشکبار تھے۔ سوگواروں سے گلی کوچے تنگ پڑ گئے۔

دوسرے دن سہ پہر کو جنازہ اٹھا اور شام ساڑھے 6 بجے ڈاہراں والہ قبرستان پہنچا اور یہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا آپ کا مزار پرانوار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے اور آپ نے تقریباً 40 برس تک اپنے فرائض کو بڑے احسن انداز میں سرانجام دیا۔

آپؒ کے پیرو مرشد حضرت بابا امیر الدینؒ فرمایا کرتے تھے "کہ اگر مجھ سے میرے رب نے پوچھا کہ دنیا سے میرے لیے کیا لایا ہے تو میں شیر محمد کو سامنے کر دوں گا"۔

تو شیر محمد ہے ترے لطف و کرم سے　　نور و عمر و سید و رحمت ہمہ سر شار
ہر فعل ترا خلوت میں جلوت میں سراسر　　تھا آئینہ دارِ روشِ سید ابرار

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں جو عظیم قابل احترام شخصیات تاریخ کے صفحوں میں روشن ہیں وہ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوریؒ سجادہ نشین و برادر حقیقی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ، حضرت حاجی عبدالرحمٰن قصوریؒ،

Marfat.com

حضرت صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم مکان شریفؒ، حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالےؒ، حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ، حضرت سید محمد ابراہیم بخاری سیول شریف، حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلویؒ، حضرت میاں رحمت علیؒ گھنگ شریف ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی پاک زندگی پر لازوال کتب تالیف کی گئیں۔ ان کی حیات پاک کے متعلق واقعات، ان کی تعلیمات اور ان کی صفات کو خوش بخت مصنفین نے حوالہ قرطاس کیا۔ خزینہ معرفت، حیات جاوید، اولیائے نقشبند المعروف شیر ربانیؒ، انقلاب الحقیقت خطباتِ شیر ربانیؒ منبع انوار، شیر ربانی کا پیغام عصرِ حاضر کے نام، ذکر محبوب، حدیثِ دلبراں اور آفتابِ ولایت، یہ میاں صاحبؒ کی زندگی و تعلیمات پر لکھے گئے وہ چند شہ پارے ہیں جن سے قارئین بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت میاں صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے آمین۔

اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم مشن کو قائم و دائم رکھنے کے لئے سمن آباد لاہور کی 21-ایکڑ سکیم (نیومزنگ) کے علاقہ میں جامع مسجد قادریہ شیر ربانی اور جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانیؒ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ آپ کی یاد کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لئے مسجد سے ملحقہ چوک اور روڈ کا نام چوک شیر ربانی اور شیر ربانی روڈ باقاعدہ حکومت وقت کی منظوری سے رکھا گیا ہے۔ اِن اداروں کی سرپرستی فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف فرماتے ہیں اور انتظام و انصرام کے فرائض آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے خلیفہ مجاز پیر طریقت رہبر شریعت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی سرانجام دیتے ہیں اور اس کار خیر میں اراکین انجمن غلامان مصطفیٰ (رجسٹرڈ) اور اراکین شیر ربانی سوسائٹی لاہور معاونت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل عمیم سے ان اداروں کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو مزید فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے امین ثم امین۔

Marfat.com

مدارس کی اہمیت، تاریخ، نصاب ونوعیت

اسلامی تاریخ درس وتدریس میں ''مدارس'' کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو جتنی قدیم ہے اتنی ہی گراں قدر اور نا قابل فراموش ہے۔ لفظی معنٰی پر غور کیا جائے تو مدارس، مدرسے کی جمع ہے اور مدرسے کا مطلب ہے وہ جگہ جو پڑھنے پڑھانے سے منسوب ہو۔ مدرسے کا مترادف ایک لفظ مکتب بھی عام استعمال میں آتا ہے جسکی جمع ''مکاتب'' ہے۔

ایران، ہندوستان و پاکستان میں عموماً لوگ بچوں کو ابتدائی حروف تہجی سیکھنے اور پڑھنے کی جگہ کو مکتب اور دینی رسائل اور بالغوں کے پڑھنے کی جگہ کو ''مدرسے'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ سکول کا لفظ دونوں مذکورہ بالا الفاظ کو شامل کرتا ہے اس لئے کہ جونیئر اور سینیئر کے لحاظ سے اس کی تقسیم پرائمری، سکینڈری اور ہائی سکول میں کرتے ہیں۔

اسلام سے قبل دنیا پر جہالت کی تاریک گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ بعض مقامات مثلاً یونان، ایران اور قدیم ہندوستان میں خرافات، توہمات اور اساطیر پر نام نہاد ''علم'' کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ ادیان سابقہ کی معرفت اور تعلیم و تعلم کی اجارہ داری کاہن، ساحر، احبار ورہبا، پروہتوں اور پنڈتوں کو حاصل تھی۔ عوام عقل و معرفت اور علم و دانش کی روشنی سے محروم تھے۔

چھٹی صدی عیسوی میں جب رسالت محمدی ﷺ کا آفتاب عالم تاب مکہ معظمہ سے طلوع ہوا تو بعثت نبوی ﷺ نے دنیا کو نیا آسمانی صحیفہ عطا کیا۔ نیا علم و حکمت عطا کیا نیا ذوق و شوق اور نئی بلند نظری عطا کی اور علم و دانش کی روشنی سے دنیا کے تاریک گوشوں کو منور کیا۔ اسلام کا انسانیت پر یہ ابدی احسان ہے کہ اس نے علم کے پوشیدہ خزانوں کو وقف عام کر دیا۔

اسلام نے عربوں کو تہذیب و تمدن کے بلند معیار پر پہنچایا۔ ان میں تعلیم کا شوق پیدا کیا جس سے وہ بے بہرہ تھے وہ اس دین کو پاکر علم و حکمت کے سرمایہ دار اور اسرار و رموز الٰہی کے امانت دار بن گئے۔ آنحضرت ﷺ پر جو پہلی وحی اتری وہ علم کی فضیلت اور حکمت کے بارے میں تھی۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۝ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ۝ (العلق ۱ تا ۵)

''یعنی آپ (ﷺ) پڑھو اپنے رب کے نام سے ۔ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ (ﷺ) قرآن مجید پڑھا کیجئے۔ اور آپ (ﷺ) کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی اور انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا''

دوسری جگہ حضور (ﷺ) کی بعثت کا مقصد کتاب وحکمت کی تعلیم قرار دیا گیا۔ سورہ آل عمران آیت 164 یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جبکہ انھی میں سے ایک پیغمبر ان میں بھیجا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں بتلاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے صریحاً گمراہی میں تھے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم سے صحابہ کرامؓ میں سے متعدد اشخاص وحی کی کتابت کے فرائض انجام دیتے رہے ان کی مجموعی تعداد چالیس سے متجاوز ہے۔ وہ ایک دوسرے کی مدد سے آیات قرآنی یاد کرنے اور پڑھنے لگے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ منورہ بھیجا

Marfat.com

کہ ایمان لانے والوں کو قرآن مجید کی آیتیں یاد کرائیں اور نماز کے طریقے کی تعلیم دیں۔ مسجد نبوی ﷺ کے چبوترے پر 70 صحابہ جمع ہو گئے یعنی اصحابِ صفہ، جو اپنے اوقات قرآن مجید کو حفظ کرنے، دین کی باتیں سیکھنے اور اللہ کی یاد میں صرف کرتے تھے۔ یہ طریقہ صدیوں سے گزرتا ہوا آج تک کم وبیش ہر مسلم ملک میں رائج ہے کہ بچوں کو قرآن مجید پڑھنا سکھاتے ہیں اور بعدازاں ترجمہ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، نیز علوم عربیہ کی تعلیم وتدریس کا انتظام واہتمام ہوتا ہے۔

طریقہ تعلیم نبوی ﷺ

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی عبادت کرنے، قرآن پاک پڑھنے اور مسائل سیکھنے کی جگہ تھی۔ اس طرح ہر شہر میں مسجدیں اور درسگاہیں بن گئیں۔ رفتہ رفتہ مشہور صحابیوں کے مکان اور اہل علم کے مسکن بھی مدرسے بن گئے، حضور ﷺ سے مسجد نبوی کے اندر بھی مسائل پوچھے جاتے تھے۔ آپ ﷺ سے حدیث کے متعلق بھی سوال کئے جاتے تھے۔ حضور ﷺ حلقے میں بیٹھ کر بھی مسائل کی تعلیم دیتے تھے، قرآن مجید کی تعلیم کے لئے قبائل میں قراء بھیجے جاتے تھے۔

حضور ﷺ کے شغف علم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوہ بدر کے اسیران جنگ میں جو لکھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ایک دفعہ عورتوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ مرد علم حاصل کرنے میں ہم سے سبقت لے گئے، آپ ﷺ ہفتے میں ایک بار تعلیم وارشاد سے مستفید فرمائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا اور انھیں وعظ وتلقین فرمانے لگے۔

عہد صحابہؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت زیادہ تر مرتدین کی شورشوں کے قلع قمع میں گذرا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام مفتوحہ ممالک میں ہر جگہ قرآن مجید کا درس مقرر کیا اور معلم وقاری مقرر کر کے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ خانہ بدوش بدوؤں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم جبری طور پر رائج کی۔ قرآنی مکاتب میں لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عام طور پر تمام اضلاع میں احکام بھیج دیئے کہ بچوں کو شہسواری اور کتابت کی تعلیم دی جائے ان کے علاوہ ادب اور عربی کی تعلیم بھی لازمی کر دی تاکہ لوگ صحت الفاظ اور صحت اعراب کے ساتھ قرآن مجید پڑھ سکیں۔

صحابہ کرامؓ جہاں بیٹھ جاتے شمع محفل بن جاتے اور لوگ تحصیل علم کے لئے ان پر پروانوں کی طرح گرتے اس عہد میں کتاب وسنت کے علاوہ علم فقہ کی بھی اشاعت ہوتی اس دور کی تعلیمی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱۔ قرآن مجید، حدیث اور فقہ کے سوا کسی دوسرے علم کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔

۲۔ تعلیم کتابی نہ تھی یعنی قرآن کریم کے سوا حدیث اور فقہ بالکل زبانی پڑھائے جاتے تھے۔

۳۔ تعلیم پر تنخواہ تو درکنار ہدیہ لینے کی بھی ممانعت تھی۔

۴۔ تحصیل علم کے لئے دنیاوی غرض کا شامل کرنا فرض نہ تھا۔

۵۔ تعلیم کے لئے سفر کرنا ضروری تھا۔

٦۔ ایک ایک حدیث کی سماعت وتحقیق کے لئے لوگ خراسان سے لے کر دمشق اور حجاز تک کا سفر پاپیادہ کرتے تھے۔

Marfat.com

۷۔ مساجد اور علماء کے معمولی مکانات تعلیم گاہوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔

عبدالقادر نعیمی کی کتاب "تنبیه الطالب والدارس فی احوال دور القرآن والحدیث والمدارس" سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغداد، قاہرہ اور بیت المقدس کے علاوہ دمشق کو یہ امتیاز حاصل رہا کہ اس بڑے شہر میں تقریباً 150 مدرسے تھے، جہاں سے ہزاروں بڑے بڑے علماء نے سند فراغ حاصل کی۔

عباسی دور میں تعلیم مسجدوں کے صحنوں، خانقاہوں کے حجروں اور علماء کے معمولی مکانوں اور امراء کی حویلیوں میں جاری رہی۔ مدینہ طیبہ، بصرہ، کوفہ، اور فسطاط (مصر) مشہور علمی مراکز تھے۔ اس دور کی دو درسگاہیں خاص طور پر ممتاز تھیں ایک کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کی درسگاہ اور دوسری مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ کی درسگاہ۔ امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ تعلیم میں ہرات سے لے کر دمشق اور حمص تک کے طلبہ شریک ہوتے تھے۔

مدارس کی تعمیر میں امراء، رؤسا اور ان کی بیگمات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بسا اوقات ان مدارس کے ساتھ شفا خانے بھی ہوتے تھے اور ان کے مصارف کیلئے اوقاف قائم تھے۔ سرزمین پاک و ہند جب ساتویں صدی عیسوی میں اسلامی قلمرو میں داخل ہوئی تو اول اول صوفیاء کرام اور اولیائے عظام تعلیم و تدریس، تربیت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ علمی قدردانی کا یہ عالم تھا کہ حضرت شیخ عیسیٰ دہلوی نے مرنے سے پہلے یہ خواہش ظاہر کی کہ انھیں موت کے بعد ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں ان کے مدرسے کے طلباء اپنے جوتے رکھتے ہیں۔ (تذکرۃ العلماء)

اساتذہ کی عزت ماں باپ سے بڑھ کر کی جاتی تھی۔ حکومت کی مداخلت کی وجہ سے علم کی ترقی و فراوانی روز افزوں تھی اور آپس میں احترام و شفقت کے جذبات آج کل سے بہت زیادہ پائے جاتے تھے۔

غیر مسلموں کی تعلیم

مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس سرزمین میں برہمنوں نے تعلیم اپنے لئے خاص بنا رکھی تھی ان کے عقیدے میں نیچ ذات کے لوگوں کو علم سکھانا، مذہبی کتابیں پڑھانا سخت گناہ تھا اس لئے عام لوگوں کو تعلیم نہیں دیتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی آمد نے ہر مرد و عورت کیلئے تعلیم عام کی اور کسی قسم کا نسلی امتیاز نہیں رکھا۔ ہونہار غریب طلباء کو تعلیم مفت دی جاتی تھی بلکہ وظیفے اور ضروری اخراجات سے ان کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

نصاب تعلیم

ہندوستان و پاکستان کے مکتبوں میں قرآن مجید کی تعلیم کے بعد حساب کتاب اور فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مدرسوں میں عربی، فارسی نیز سنسکرت زبانوں کے علاوہ عموماً صرف و نحو، بلاغت، منطق، حکمت، ریاضیات، فقہ، فرائض، مناظرہ، علم کلام، حدیث و تفسیر، اصول فقہ، اور سیاست کی تعلیم فارسی زبان کے ذریعے دی جاتی تھی۔ سال میں ایک یا دو مرتبہ تحریری و تقریری امتحان کا رواج تھا۔ ساتھ ہی اعلیٰ جماعتوں کے طلباء ادنیٰ جماعتوں کے طلباء کو تعلیم دیتے تھے۔ (شیخ عبدالحق: اخبار الاخیار)

علم لغت کی تدریس پر خاص توجہ رہتی تھی۔ علوم دینیہ کے علاوہ علوم حساب، ہیئت، طب و حکمت کی تعلیم کا بھی اہتمام تھا۔ مگر علوم حکمیہ لازم نہ تھے۔ فن حدیث کی درسیات میں صحاح ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی شریف، نسائی، سنن ابی ماجہ) موطا اور بہت سی

Marfat.com

کتب تھیں۔ علم حدیث میں بصیرت پیدا کرنے کیلئے سنن بیہقی، مسند احمد بن حنبل، سنن دار قطنی اور بزاز وغیرہ پڑھتے تھے۔ (ریاست علی ندوی: اسلامی نظام تعلیم صفحہ: 141)

طرز تعلیم

استاد ایک بلند مقام مثلاً کرسی یا میز پر بیٹھ جاتا تھا اور کسی فن کے مسائل زبانی بیان کرتا، طالبعلم جو ہمیشہ دوات قلم لے کر بیٹھتے اور استاد کی تقریر کو لکھتے جاتے اور اس طرح ایک مستقل کتاب تیار ہو جاتی تھی۔ اور امالی کے نام سے مشہور ہو جاتی۔ امالی ابن درید، ثعلب اور امالی القالی اسی قسم کی تصانیف ہیں۔ جب معمول سے زیادہ طلبہ حلقہ درس میں جمع ہو جاتے تھے تو استاد کے سامنے دائیں بائیں چند فاضل کھڑے ہوتے تھے جو دور والوں کو استاد کے خاص الفاظ سنا سکتے تھے یہ لوگ مستملی کہلاتے تھے۔ جب حلقہ درس میں مقررہ کتب پڑھنے کا رواج ہوا تو ان کے دو طریقے تھے۔ بعض مرتبہ اساتذہ کتابوں کی قرأت کرتے تھے اور شاگرد انھیں سنتے تھے۔ بعض حلقوں میں شاگرد استاد کے سامنے کتاب کی قرأت کرتے تھے اور استاد انھیں سنتا اور تشریح کرتا تھا۔ طلبہ کی سیر و تفریح بھی کرائی جاتی تھی تا کہ وہ مسلسل تعلیم سے اکتا نہ جائیں۔ اس کے علاوہ کتابیں نقل کرنا بھی اہم مشغلہ تھا۔ مکاتب میں بہت سے کھیل بھی رائج تھے۔

سندیں

تعلیم سے فراغت کے بعد طلباء کو سندیں بھی دی جاتی تھیں

علم، حصول علم اور علماء کی فضیلت وافادیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مرد وعورت پر فرض ہے (ابن ماجہ، مشکوٰۃ) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس علم سے مراد وہ علم ہے کہ جو مسلمانوں کو وقت پر ضروری ہے۔ مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو پہچاننا اور حضور ﷺ کی نبوت کو جاننا واجب ہو گیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہو گیا جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا جاننا واجب ہو گیا اور جب ماہ رمضان آ گیا تو روزے کے احکام سیکھنا ضروری ہو گیا اگر مالک نصاب ہو گیا تو زکوٰۃ کے مسائل جاننا ضروری ہو گیا اور عورت کو حیض ونفاس وغیرہ جتنے مسائل کا عورت اور مرد سے تعلق ہے جاننا واجب ہو جاتا ہے (اشعۃ اللمعات: جلد اول صفحہ: 161)

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ روزمرہ زندگی کا علم حاصل کرنا ہر مرد وعورت پر واجب ہے اور علم ضروریات دین میں سے ہے اس کے بغیر کوئی مسلمان روزمرہ زندگی احسن طریقے اور دین کے تقاضوں کے مطابق نہیں گزار سکتا اس لئے علم دین کا حاصل کرنا ضروری قرار پایا۔ علم دین کے حصول کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے سرور کونین ﷺ نے فرمایا ''جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لئے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کیلئے دعائے استغفار کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے اور علماء انبیاء کرام کے وارث اور جانشین ہیں۔

انبیاء کرام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں انھوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا تو اس نے پورا حصہ پایا۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

Marfat.com

اس حدیث میں حصول علم کی فضیلت اور عالم و عابد کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور عالم کو عابد پر ترجیح دی گئی ہے اور ایک حدیث مبارکہ جسے حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ان میں ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تو سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمھارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سکھانے پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز آسمان و زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں (ترمذی، مشکوٰۃ شریف)۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رات کی ایک گھڑی عالم دین کا پڑھنا پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے (دارمی۔ مشکوٰۃ) نیز حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک فقیہ یعنی ایک عالم دین شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (ترمذی۔ مشکوٰۃ شریف)

حضور اکرم ﷺ اکثر رات بھر عبادت فرماتے یہاں تک کہ پائے مبارک ورم کر جاتے اور پے در پے روزے رکھتے اور رات میں افطار نہ فرماتے اور جو مال ملتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ چٹائیوں پر آرام فرماتے، جو کی روٹی تناول فرماتے، کبھی کبھی ایک دو ماہ تک فقط پانی اور جو پر اکتفا فرماتے، کبھی شکم اقدس پر پتھر باندھتے مگر ان باتوں کو اپنی کمزور اور ناتواں امت پر لازم نہیں فرمایا یعنی آپ ﷺ نے ان باتوں کا کسی مسلمان سے مطالبہ نہیں فرمایا چاہے وہ عالم ہو یا جاہل مگر آج کل بعض جاہل جنھیں مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ان باتوں کا علمائے کرام سے مطالبہ کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والوں کو نافرمان سمجھتے ہیں، حالانکہ جن باتوں کو آپ ﷺ نے لازم نہیں فرمایا تو ان بے عمل جاہلوں کو مطالبہ کرنے کا حق کہاں سے مل گیا۔ اللہ انھیں سمجھ عطا فرمائے۔

چٹائیوں پر سونے اور پیٹ پر پتھر باندھنے کا مطالبہ کرنے والے اسلام اور مسلمان دونوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اسلام کو اس طرح کہ اگر کوئی غیر مسلم جو دائرہ اسلام میں آنا چاہتا ہے جب اس کو علم ہوگا کہ اسلام میں چٹائیوں پر سونا اور پیٹ پر پتھر باندھنا لازم ہے اور ایسا نہ کرنے والا گنا ہگار اور آپ ﷺ کا نافرمان ٹھہرایا جاتا ہے تو وہ اسلام کی طرف ہرگز مائل نہیں ہو سکتا۔ اور علماء کرام کو نافرمان اور گناہگار کہنے والا یہ گروہ مسلمانوں کو اس طرح نقصان پہنچانا چاہتا ہے کہ جب مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جائے گی کہ علماء خود نافرمان ہیں تو پھر وہ علماء کی نصیحت کو ہرگز قبول نہیں کریں گے، نماز، روزہ وغیرہ فرائض الٰہیہ کے قریب نہ آئیں گے اور برائیوں میں مبتلا ہو کر آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے اس لئے علماء کرام کا احترام لازمی ہے اور علماء کرام کا ادب واحترام کا ہاتھ سے چھوڑ دینا گویا غیر مسلموں کی سازشوں کو کامیاب بنانے کے قریباً مترادف ہے۔

قلم ـــــــــ حصول علم کی قوت

نٓ . وَالْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ـــــ قسم ہے قلم کی اور وہ جو وہ لکھتے ہیں۔ قرآن حکیم جو علم و حکمت کی برتری کا علمبردار ہے جس نے آدم خاکی کی عظمت کا راز اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کا سینہ علم وفن کا گنجینہ ہے۔ کوئی مخلوق حتیٰ کہ فرشتے بھی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس لئے قرآن حکیم نے قلم کو جو علم کی نشر و اشاعت کا موثر اور بے مثال ذریعہ ہے اس کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی قسم کھائی تاکہ اس قرآن حکیم کے ماننے والے قیامت تک حکم و دانش کے کاروان کی قیادت کرتے رہیں اس کے حصول کے لئے پیہم جدوجہد سے اکتا نہ جائیں اور دنیا کے گوشے گوشے کو اس کی روشنی سے منور کرنے کے لئے اپنی ہر امکانی کوشش کریں صرف قلم کی قسم کھا کر اس کی عزت افزائی نہیں کی گئی بلکہ "وَمَا یَسْطُرُوْنَ" فرما کر علم کے ان جواہر پاروں کی بھی قسم کھائی گئی ہے جو نوک قلم سے صفحہ قرطاس کی زینت بنتے ہیں اس طرح ان کی شان کو بھی دوبالا کر دیا گیا (تفسیر ضیاء القرآن)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العلق میں ارشاد فرمایا ہے ''پڑھیئے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے'' اس کی شان کریمی کا ایک جلوہ یہ ہے کہ اس نے قلم کو تعلیم کا واسطہ بنا دیا۔ علم کی نشر و اشاعت میں قلم کا جو حصہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ قدیم زمانے کے علماء و فضلاء کے علوم کو اگر قلم کے ذریعے صفحہ قرطاس پر تحریر نہ کیا جاتا تو صدہا سال بعد آج ہم ان سے کیونکر استفادہ کر سکتے۔ اگر قلم کا واسطہ نہ ہوتا تو آج زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والے فضلاء کی تحقیقات اور نگارشات سے دور بسنے والے کیونکر مستفید ہو سکتے۔ یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ آج علم کا کاروان ان رفعتوں پر خیمہ زن ہے اور مزید بلندیوں کو مسخر کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے اور جب تک قلم کا فیض جاری رہے گا علوم و فنون میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اگر سپاہی کے ہاتھ میں ہتھیار نہ ہو تو وہ بیکار ہے اگر طالبعلم کے ہاتھ سے قلم چھین لیا جائے تو طالب علم کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کرنے کے مترادف ہے علم کے حصول کیلئے قلم کا استعمال ناگزیر ہے اور دینی مدارس قائم کرنیکا مقصد یہ تھا کہ طلباء میں علم کے حصول کے ساتھ ساتھ ان کو لکھنا پڑھنا، بولنا سکھایا جائے اور روزگار کے مواقع بھی مہیا کئے جائیں تا کہ مدارس عربیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مہارت حاصل کر کے دین اسلام کی بے لوث خدمت کر سکیں اور اپنے گھر والوں، عزیز و اقارب اور گردونواح کے معاشرے کی اصلاح کر سکیں۔ عصر حاضر میں علم کا حصول، ذریعہ معاش، دنیاوی جاہ و حشم، معاشرے میں بلند مقام، مال و زر، اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے علم اس لئے سیکھا کہ اس علم سے متاع دنیا حاصل کرے تو اسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ حاصل ہوگی۔'' اس لئے علم حاصل کرنے کا مقصد صرف اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی رضا ہونی چاہیئے۔

عصر حاضر میں دینی مدارس میں قلم کو علم کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا بلکہ زبانی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا جاتا ہے جس سے طلباء کی صلاحیتیں اجاگر نہیں ہوتیں۔

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کا طرز تعلیم

تعلیم کے حصول کے لئے استاد کی رہنمائی، تربیت، قلم کاری اور نصاب کی کتب نہایت ضروری ہیں اگر استاد کی رہنمائی میسر ہو اور کتب بھی موجود ہوں اور قلم کے استعمال کا طریقہ نہ سکھایا جائے تو طلباء کی کامیابی ممکن نہیں آج کا دور میڈیا کا دور ہے اخبارات و رسائل مقالہ جات اور کتب کے لکھنے کا دور ہے جیسا کہ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کو باقاعدہ لکھنا پڑھنا اور بولنا سکھایا جاتا ہے۔ وہ ریڈیو، ٹی وی، میں تقاریر اخبارات و جرائد میں مضامین، کمپیوٹر پر کمپوزنگ اور اس کے استعمال کا طریقہ سیکھتے ہیں اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمتوں یا کاروبار کے ذریعے اپنا روزگار حاصل کر کے معاشرے میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں اور رزق کے معاملے میں خود کفیل ہو کر بلند مقام پاتے ہیں اسی طرح مدارس عربیہ کے طلباء کو بھی دور جدید کے مطابق دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم اور طریقہ میں جدید علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہیئے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کے سینے سے علم اور علم دین کے حصول کی اہمیت نکلتی جا رہی ہے ان کی توجہ کو علم اور حصول علم کی طرف مبذول کرانے کے لئے اور ضروریات دین کو پورا کرنے کے لئے یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں کے طلباء، ملازمت پیشہ، تاجر حضرات اور وہ لوگ جو مدارس عربیہ میں وقت کی قلت کی وجہ سے کل وقتی داخلہ لے کر باقاعدہ علم حاصل نہیں کر سکتے اور اپنی مجبوریوں کی بنا پر علم کی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں اور وہ آئمہ مساجد جو بعض حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے زیادہ وقت تعلیم پر نہ دینے کی بنا پر ان کا نصاب

Marfat.com

ادھورا رہ جاتا ہے ان کی تربیت کے لئے جز وقتی ادارے قائم کرنا عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے تاکہ ایسے طلباء اور عوام جو دینی تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں وہ بھی دینی تعلیم حاصل کر کے روز مرہ زندگی کے مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں سیکھ سکیں اور عمل کے ذریعے، اور اپنی تقریر و تحریر سے دینی تعلیم کو اپنے گھر والوں، دوست احباب اور معاشرے کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کو پہنچا سکیں۔ دینی تعلیم کا نصاب جدید دور کے تقاضوں کے مطابق مرتب کیا جائے اور تعلیم کا دورانیہ کم ہونا چاہیئے۔ دینی تعلیم کے حصول کا مقصد صرف ذریعہ معاش نہیں ہونا چاہیئے بلکہ روز مرہ زندگی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالنا اور رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کی رضا ہونی چاہیئے۔

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی میں عصر حاضر کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تین سال کا نصاب مرتب کیا گیا ہے۔ طلباء کی سہولت کے لئے ایک سال کا کورس تین سمسٹروں پر تقسیم کیا گیا ہے اور طلباء کی مرضی ہے کہ وہ ایک سال، دو سال یا تین سال کا کورس مکمل کریں۔ ایک سال کا کورس مکمل کرنے کے بعد ہر سال طلباء میں سند فراغ تقسیم کی جاتی ہے۔ نصاب کو کتاب ہذا کے گوشواروں میں دیکھا جاسکتا ہے اس ادارے کا ٹائم ٹیبل جس کا پہلا پیریڈ موسم سرما میں بعد نماز عصر تا مغرب (ایک گھنٹہ) اور دوسرا پیریڈ بعد نماز مغرب تا عشاء (ایک گھنٹہ) ہے۔ موسم گرما میں پہلا پیریڈ 5 تا 6 بجے شام اور دوسرا پیریڈ 6:30 تا 7:30 بجے شام ہوتا ہے۔ جن میں تفسیر قرآن، علم حدیث، فقہ، عربی زبان وادب کی تعلیم دی جاتی ہے۔

عصر حاضر میں دینی مدارس اور جز وقتی دینی اکیڈمیوں میں قلم کو علم کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا بلکہ زبانی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے طلباء کی صلاحیتیں اجاگر نہیں ہوتیں۔ ادارہ ہذا کے اساتذہ ماشاء اللہ بڑے باصلاحیت اور طلباء کو لکھنا پڑھنا اور بولنا بڑی عرق ریزی سے سکھاتے ہیں۔ بالخصوص مفسر قرآن، ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ لاہور نے تفسیر قرآن اور علم حدیث کے حوالے سے طلباء کی تربیت اس نہج پر کی ہے کہ ایک سال کے قلیل عرصے میں طلباء لکھنے پڑھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ''قلمی نگارشات'' اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ کتاب جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی سمن آباد لاہور کے فارغ التحصیل طلباء کے مقالہ جات جو انھوں نے دوران تعلیم سپرد قلم کئے ہیں ان پر مشتمل ہے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مدارس عربیہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کی توجہ اور فکر کو مضمون نگاری اور مقالہ نویسی کا جذبہ اور شوق مہیا کیا جاسکے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ ان میں تحریری ذوق بھی پیدا ہو اور علم کے حصول کا مقصد تحریر و تقریر کی صورت میں بھی بخوبی اجاگر ہو سکے۔

قرآن کریم حفظ اور ناظرہ کا بھی مناسب اہتمام کیا گیا ہے۔ جس میں اساتذہ حفظ و ناظرہ کے طلباء کو بڑی جانفشانی سے پڑھاتے ہیں جس سے طلباء میں بہت جلد ناظرہ وحفظ کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بعد ازاں ان طلباء میں اسناد تقسیم کی جاتی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل عمیم اور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل اس ادارہ کو قائم دائم رکھے۔ مزید ترقی عطا فرمائے اور ادارے سے تعاون کرنے والوں کو احسن جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

17 ستمبر 2002 بمطابق
9 رجب المرجب 1423ھ

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ناظم جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ
شیر ربانی، 121 ایکڑ سکیم نیو مزنگ سمن آباد، لاہور

Marfat.com

جامعہ جمیل العلوم جامع مسجد قادریہ شیر ربانی، سمن آباد لاہور

پروفیسر قاری مشتاق احمد نقشبندی مجددی

سرزمین پنجاب میں جن روحانی شخصیات کے فیضان کا شہرہ ہے۔ ان میں بڑا نام حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے اور اعلیٰ حضرت میاں امیر الدین صاحب کوٹلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے آپ شریعت کے پیکر نوری تھے اور ان کی پاکیزہ زندگی اس امر کا عملی نمونہ تھی انہوں نے جو روحانی، دینی و اخلاقی انقلاب پیدا کیا اب اس کی جامعیت اثریت اور چھاپ بین الاقوامی امور پر بھی بخوبی محسوس کی جارہی ہے ان کی تحریک کے روشن پہلو یہ تھے:

(۱) احکام شریعت کی بشدّت پابندی

(۲) اتباع سنت کے حوالے سے تعمیر کردار اور اس پر استقامت

(۳) خواجگان نقشبند اور حضرت مجدد ربانی (رضی اللہ عنہ) کے سلوک وطریقت کی مکمل پیروی اور ہدایت

(۴) خدمت خلق

(۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عملی اہتمام

(i) دینی مدارس کا قیام اور ترویج علوم دینیہ

(ii) مساجد کی تعمیر اور تبلیغی مراکز کا قیام

(iii) مجالس ذکر کا باقاعدہ اور دائمی قیام

(iv) دینی علوم بشمول عظیم صوفیاء اور تصوف کے موضوعات پر کتب کی بلاقیمت اشاعت

(v) تبلیغی دورے اور اہم دینی اجلاس اور تقریبات کا انعقاد

آپ کے ارشد خلفاء نے آپ کے اس مشن کو جاری رکھا اور ان قدسی حضرات میں سے حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری ہیں جو آپ کے برادر اصغر حضرت میاں غلام اللہ صاحب المعروف حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند جلیل ہیں انہوں نے حضرت قبلہ کے اس مشن کو ایک مؤثر تحریک بنا دیا اور مذکورہ تمام پہلوؤں پر جہادی جذبے سے عمل بجالائے اور اس عظیم مشن کے اثرات دنیا بھر میں محسوس ہورہے ہیں اور علمی، دینی اور تبلیغی حلقوں میں ان کی قابلِ قدر مساعی زبان زدعام ہیں اور خراج تحسین پا رہی ہیں حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے خلفاء رفقاء میں ایک روشن نام جناب صوفی غلام سرور صاحب مجددی نقشبندی کا ہے، جنہوں نے نہ صرف اپنے شیخ کی خدمت وصحبت میں چالیس برس سے زیادہ گزارے بلکہ اس مذکورہ مشن میں اس تندہی اور خلوص سے کام کیا کہ وہ اس روحانی دبستان کے روحِ رواں قرار پائے انہوں نے آستانہ عالیہ شرقپور سے کامل وابستگی کے ساتھ اس عظیم مشن کو ایک نئے آہنگ سے استوار کیا ہے اور ان کی خدمات کا جدید جائزہ پیش کیا ہے۔

(الف) جامع مسجد قادریہ شیر ربانی سمن آباد کو دینی و تبلیغی وتدریسی مرکز بنا دیا ہے۔

(ب) جہاں ہر اتوار کو ختم خواجگان، ختم مجددیہ، ختم معصومیہ مع باقاعدہ درس قرآن ہوتا ہے۔

(د) جہاں انگریزی ہر ماہ کی پہلی پیر (سوموار) کو ماہانہ محفل میلاد ہوتی ہے۔ جس میں جید علماء اور پروفیسر حضرات متعین عنوانات پر تقریر فرماتے ہیں اور یہ عنوان بالکلیہ دعوت قرآن وحدیث پر مشتمل ہوتے ہیں۔

Marfat.com

(د) ان تمام تقاریر کو ٹیپ کیا جاتا ہے اور آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کے ذریعہ بلا منافع خواہشمندوں کو مہیا کی جاتی ہیں تا کہ تبلیغی دائرہ وسعت پکڑے اور مصروف لوگوں کو آسانی ہو۔

(ذ) مختلف عنوانات پر کتب کی ایک کثیر تعداد چھاپی گئی ہے اور اُسے مفت تقسیم کیا جاتا ہے اور اخبارات و رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ اس کی افادیت واضح کی جاتی ہے۔

(س) ایک اہم دینی و تعلیمی و تدریسی مدرسہ قائم کیا گیا ہے اس مدرسہ کا نام ''جمیل العلوم'' ہے۔

یہ جامعہ جمیل العلوم ۷ اجنوری ۲۰۰۰ کو قائم کیا گیا اس میں تشنگانِ علوم دینیہ کیلئے ہر سال میں ۴،۴ ماہ کے تین سمسٹر مقرر ہیں اور ہر سمسٹر کا نصاب تفسیر قرآن، تعلیم حدیث، فقہ، عربی زبان وادب اور قواعد صرف ونحو اور اصول طریقت پر مشتمل ہوتا ہے جو ہر سمسٹر کے آغاز سے قبل تحریری و اشتہاری صورت میں شائع کیا جاتا ہے اب تک یعنی تین سالوں میں آٹھ سمسٹر مکمل ہو چکے ہیں اور نواں سمسٹر جاری ہے۔ ان سمسٹروں میں ایک معقول تعداد میں لوگوں نے حصہ لیا ہے اور لے رہے ہیں اور یہ عملی و تدریسی کام مسلسل ترقی پذیر ہے پچھلے دو سالوں کے دوران فارغ التحصیل ہونے والے حضرات کو دستارِ فضیلت، باقاعدہ تدریسی سندیں کانووکیشن کی صورت میں عظیم اجلاس منعقد کر کے عطا کی گئیں اس ادارے کی تمام تدریسی تعلیم بلا معاوضہ ہے بلکہ کتب وغیرہ بھی ادارہ خود بغیر کسی معاوضہ کے مہیا کرتا ہے اس ادارہ میں پڑھنے والوں نے گراں قدر مضامین لکھے ہیں جو مختلف عنوانات پر اساتذہ کی ہدایات کے مطابق لکھے گئے ہیں اور ان مضامین کی تحریر کا بنیادی مقصد تقریر و بیان کے ساتھ تحریر اور اظہار کی استعداد کو بھی اجاگر کرنا اور پروان چڑھانا ہے تا کہ فارغ التحصیل حضرات دونوں شعبوں میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں اب تک لکھے جانے والے مضامین کا ایک مجموعہ جو تقریباً 200 صفحات پر مشتمل ہے شائع کیا جا رہا ہے یہ مدرسہ مساجد کے آئمہ اور ایسے خطباء کیلئے بھی اسی طرح مفید ہے جس طرح عام لوگوں کیلئے بلکہ ان کی تکمیل کی طرف ایک ٹھوس قدم اور بھرپور کوشش ہے ادارہ میں پڑھنے والوں کیلئے صرف دو پیریڈ ہیں ہر پیریڈ پون گھنٹے کا ہے اور یہ پیریڈ موسم گرما میں ۴ بجے کے بعد اور موسم سرما میں نماز عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں ہر سمسٹر میں کم از کم ایک پارے کی تفسیر اور یونہی چار سو کے لگ بھگ احادیث کا درس ہوتا ہے یونہی فقہ، صرف ونحو اور عربی زبان وادب کی ابتدائی اور معتدل کتب پڑھائی جاتی ہیں تا کہ طلباء میں ٹھوس تعلیمی استعداد پیدا ہو۔

اس کے علاوہ حفظ و ناظرہ کا باقاعدہ مربوط اور ٹھوس نظام ہے اور اس شعبہ میں تقریباً پچیس طلباء حفظ اور ایک سو سے زائد بچے بچیاں ناظرہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور حفاظ کو بھی باقاعدہ سند و دستار فضیلت دی جاتی ہے اور اب تک ۵ طلباء حفظ کی سند پا چکے ہیں۔

یہ ادارہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مظہر ہے اور اس کو بخیر و خوبی چلانے میں جناب صوفی غلام سرور صاحب اور ان کے نیازمند احباب و رفقاء ہمہ وقت مستعد ہیں اور اس کا مرکزی نقطہ قبلہ صوفی صاحب کی ذات گرامی ہے جو نہ صرف مردِ حُر ہے پیکر شرافت و اخلاص ہے جس کی شخصیت نام و نمود اور ریاء کی گندگیوں سے پاک اور عشق رسول ﷺ سے آباد ہے جس کی تمام تر سوچ دینی اقدار کا فروغ دعوت دین اور اقامت حق ہے جس کا عمل لِلہ ہے اور اسی کی لِلّٰہیت ہی اس جامعہ کا سرمایہ ہے۔ اور اس کی سعی ایک مینارۂ نور ہے جو اس راہ کے مسافروں کیلئے قطب تارہ ہے جس کا غم ملت اور جس کی فکر تعمیر ملت ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ انہیں عمر خضر مع صحت و برکت عطا فرمائے اور انکی اس قندیل نورانی کو ابدالآباد تک روشن و تاباں رکھے اور یہ چشمہ فیض سیل رواں کی طرح جاری و ساری رہے اور مولا کریم اُسے ہر حاسد بدخواہ کے شر سے امان میں رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

Marfat.com

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیرِ ربانیؒ

(ایک طائرانہ نظر)

ڈاکٹر منظور حسین اختر

سہ پہر کے چار بجنے والے ہیں، گرمی کی شدت ذرا کم ہونے کو ہے، دوپہر ڈھلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے، گرمی کی حدت سے دُبکے بیٹھے ہوئے لوگ خراماں خراماں تفریح اور خریداری کے لئے گھروں سے نکلنے کا سوچ رہے ہیں، دفتروں میں کام کرنے والے کچھ تو گھروں کو جاچکے ہیں اور کچھ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں، سڑکیں سنسان محسوس ہو رہی ہیں، لیکن ۲۱ ایکڑ سکیم سمن آباد لاہور میں حضرت شیرِ ربانی روڈ پر ہلکی ہلکی چہل قدمی شروع ہو رہی ہے، چند سنجیدہ مزاج نظر آنے والے لوگ جامع مسجد قادریہ شیرِ ربانی کی جانب گامزن ہیں، حیرت ہے کہ انھیں اتنی گرمی کا بھی احساس نہیں اور یہ بھی فکر نہیں کہ سخت دوپہر کے بعد یہ وقت تفریح کا ہے، لیکن جن کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی گرمی ہو، انھیں مئی جون کی گرمی تو کیا، جہنم کی گرمی بھی متزلزل نہیں کر سکتی، اور جو قرآن سے فرحت حاصل کرنے کا خوگر ہو جائے اسے پھر دنیا کی کسی تفریح میں لطف حاصل نہیں ہوتا۔

؎ کون آنکھوں میں جچے دیکھ کے تلوہ تیرا

عشق و مستی میں سرشار، قرآن اور حدیث کے طالب یہ لوگ جامع مسجد قادریہ شیرِ ربانی کی طرف دیوانہ وار بڑھ رہے ہیں۔

یہ جامع مسجد قادریہ شیرِ ربانی بھی ایک عجب تاریخ رکھتی ہے بلکہ خدا کی قدرتِ کاملہ کا حسین مظہر ہے۔ جہاں آج جامع مسجد قادریہ شیرِ ربانی قائم نظر آتی ہے اس جگہ پر کبھی کوڑے کرکٹ کا ڈھیر ہوتا تھا، اور گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول اور سینٹ اینز گورنمنٹ ہائی سکول کی دیوار سے ملحقہ ہونے کے سبب یہاں اوباش قسم کے لوگ جمع رہتے، جوا اور نشہ اس جگہ کی علامت بن گئی تھی، حتٰی کہ چند طالبات کو بھی یہاں سے نشہ آور چیزیں حاصل کرتے دیکھا گیا، لیکن یہ اللہ ہی کی قدرت ہے جو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں لعل و جواہر پیدا کر دے، اور یہ اسی کی شان ہے جو بدبو بکھیرتی زمین میں خوشبوئیں بکھیرتا گلاب پیدا کر دے، اللہ ہی تو ہے جو گندے جوہڑ میں کنول پیدا کرتا ہے اور رات کے اندھیرے سے صبح کا اجالا نکالتا ہے، اسی اللہ کی قوت ہے جو ایک نرم و نازک کونپل کو طوفانوں کے آگے ڈٹ جانے والا درخت بنا دیتی ہے، یہ اسی کی حکمت ہے کہ فرعون کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام پرورش پا لیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو جب اس کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی قسمت بدلنا منظور ہوئی تو اس زمین کی باگ ڈور اعلیٰحضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے ایک مخلص خادم جناب صوفی غلام سرور صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے ہاتھوں میں دیدی، اور پھر اس خدامت صوفی سے شریعت کی خدمت کا وہ کام لیا جسکی تربیت انھیں اعلیٰحضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کی تعلیمات سے ملی تھیں۔ اور جس کی تکمیل فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کی صحبت جلیلہ سے ہوئی۔

اس مسجد کی تاریخ کا دوسرا کراماتی واقعہ اسکا مرحلہ تعمیر تھا، جناب صوفی غلام سرور صاحب نقشبندی مجددی سے قبل چند درد مند لوگوں نے ایک کمیٹی کی شکل میں اس مسجد کی تعمیر کے لئے کوشش کی اور چندہ اکٹھا کرنا شروع کیا۔ لیکن جب دو تین سالوں میں نو دس

Marfat.com

ہزار روپوں کے سوا کچھ جمع نہ کر سکے تو صوفی صاحب قبلہ کو انتظام سنبھالنے کی درخواست کی، تو ان کا پہلا مطالبہ ہی یہ تھا کہ کسی آدمی سے چندہ نہیں مانگا جائے گا، جو ذات مخلوق کو رزق فراہم کرتی ہے وہ اپنے گھر کا انتظام بھی خود فرمائے گی اور یہیں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر یقین کامل ہوتا ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ پھر کسی سے چندہ بھی نہ مانگا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مسجد کی تعمیر بھی مکمل ہوگئی، نہ جانے کہاں سے رقم آتی رہی، اللہ تعالیٰ کیسے وسائل مہیا کرتا رہا، اللہ رب العزت نے کتنا سچ فرمایا ہے کہ ''جو اپنے رب سے ڈرتا ہے خدا اس کے رزق کا سامان، اسکے وہم وگمان سے بھی ورئی کر دیتا ہے، اسے پھر سمجھ بھی نہیں آتی کہ یہ انعامات خداوندی کی بارش کہاں سے ہو رہی ہے، یہ وسائل کیسے بنتے جارہے ہیں، یہ دنیا کیوں مطیع ہوتی جارہی ہے، یہ لوگ کیوں بچھتے جارہے ہیں، لیکن اس میں وہی آفاقی راز ہے جسکا اشارہ قلندر لاہوری نے کیا تھا، کہ

؎ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اور پھر دیکھا گیا کہ اکیلے، تنِ تنہا، گھر سے نکلنے والا یہ مرد درویش صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی جب دین کی خدمت کا جذبہ لئے میدانِ عمل میں کود پڑا تو پھر اسکی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسائل کی کمی نہ رہنے دی، اور اپنے غیب کے خزانوں سے مدد فرمائی۔

؎ لوگ ملتے رہے اور کارواں بنتا رہا۔

اس راہ میں رکاوٹیں بھی بہت آئیں حتیٰ کہ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی، مخالفت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک شخص نے صوفی صاحب کو ۲ لاکھ روپے مسجد کے لئے چندہ دینا چاہا، تو آپ نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ یہ رقم اس قابل نہیں کہ مسجد پر لگائی جاسکے اس میں فتنہ کی بو آتی ہے اس لئے اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں نہیں لگایا جا سکتا، وہ شخص بڑا حیران ہوا، اور یہ واقعی حیرانی کی ہی تو بات ہے، اتنی خطیر رقم کا واپس لوٹانا آجکل کے دور میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، یہ رقم اگر مسجد میں نہیں لگ سکتی تھی تو صوفی صاحب کی جیب میں تو جاسکتی تھی لیکن شاید انھیں آقا حضور ﷺ کی حدیث پاک یاد تھی کہ ''الدنیا جیفة و طلابها کلاب'' کہ دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں، اور پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اللہ اور رسول ﷺ کے شیر سے (حضرت شیر ربانی، میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) نسبت رکھنے والا دنیا کے طلبگاروں کی خصلت اپنائے۔

اس پس منظر کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے اب ذرا پھر پیش منظر کو دیکھیئے! وہی خدامست، قرآن وحدیث کے طالب مسجد میں داخل ہورہے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ قرآن کے پیغام کو سمجھا جائے، یہ لوگ دنیاوی کتابیں پڑھ پڑھ کے تھک چکے ہیں، ان میں سے کوئی ایم۔بی۔بی۔ایس۔ ڈاکٹر ہے، کوئی اعلیٰ سرکاری افسر ہے، کوئی تاجر ہے، کوئی پیسوں میں کھیلنے والا امیر زادہ ہے، لیکن مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی ڈاکٹر نہیں، کوئی افسر نہیں، کوئی تاجر نہیں اور کوئی امیر زادہ نہیں،

؎ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

اب یہ صرف قال اللہ اور قال قال رسول اللہ ﷺ کی صداؤں کے طالب ہیں، یہ قرآن وحدیث کے پیغام کے طالب ہیں، یہ پیاسے تو ہیں لیکن ان کی پیاس کسی شربت کی طالب نہیں بلکہ انھیں خدائی آیات کی پیاس ہے، یہ عشق مصطفےٰ ﷺ کی حلاوت چاہتے

Marfat.com

ہیں، یہ محبتِ رسول ﷺ سے اپنے دلوں کے آبگینوں کی جلا چاہتے ہیں۔ یہ غیر اللہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر کے آئے ہیں اب یہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جلوہ مصطفےٰ ﷺ دیکھیں گے، کیونکہ یہی تو ذریعہ ہے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے قرب کا۔ شاید انھیں وہ واقعہ یاد ہے جب ایک مغل شاہزادی زیب النساء کی شاعری اور فارسی زبان وادب پر عبور و دسترس اور کلام کی عظمت دیکھ کر اہل ایران نے اس سے ملنے کی خواہش کی تو عفت مآب پردہ نشین شہزادی نے ان لوگوں کے جواب میں یہ شعر لکھا

منم پنہاں اند رآں چوں بوئے گل

ہر کہ دیدن میل دارد اندرآں بیند مرا

یعنی میں تو اپنے کلام میں اس طرح چھپی ہوئی ہوں جس طرح پھول میں خوشبو چھپی ہوتی ہے، لہٰذا مجھ سے ملاقات تو ہو ہی نہیں سکتی البتہ اگر مجھے دیکھنے کا شوق ہے تو مجھے میرے کلام میں ہی دیکھ لو۔

شاید یہی وجہ ہے کہ حالات کی گرمی وسردی ان طالبانِ عشق ومحبت کے ذوق میں حائل نہیں ہوتی، کیونکہ یہ قرب الٰہی کے تمنائی ہیں، اور مصطفےٰ ﷺ کے جلوہِ نور کے شیدائی ہیں۔

اور یہ قسمت کے بھی دھنی ہیں، کیونکہ انھیں جو رہبر ملے ہیں وہ علم وعمل میں یکتائے رُوزگار ہیں، تفسیر اور حدیث کے استاد مفسرِ قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب، شعبہ اسلامیات گورنمنٹ سائنس کالج لاہور کے سربراہ تھے، جواب ریٹائر ہو چکے ہیں، لیکن ۲۰ ویں گریڈ کے اس افسر کی چال ڈھال سے افسری کی بو بھی تو نہیں آتی، خوبصورتی سے خط کشیدہ، سفید لمبی داڑھی، سر پر کپڑے کی سادہ سی شرقپوری ٹوپی، عام کپڑے کی شلوار قمیص، اور پاؤں میں سادہ چپل پہنے، یہ علم وعمل کے شاہکار، جب تقریر میں علم کے دُرِنایاب بکھیر رہے ہوتے ہیں تو گھنٹے لمحوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور سننے والے کو احساس تک نہیں ہوتا، جو لوگ خود مقرر ہیں ان کا کہنا ہے کہ پروفیسر صاحب کی تقریر سن کر ہماری چار پانچ تقریریں تیار ہو جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے سننے والوں میں اہلِ علم حضرات شامل ہیں، ایک جسٹس صاحب کے بقول پروفیسر صاحب علم کا سمندر ہیں۔

ہمارے خیال میں آدمی کا صرف عالم ہونا کامیابی کی دلیل نہیں اگر وہ اپنے علم پر عامل نہ ہو، لیکن علم وعمل کے امتزاج کی بات چلے تو یکایک، ذہن کے پردے پر پروفیسر صاحب کا نورانی چہرہ نمایاں ہو جاتا ہے، بچپن سے زہد وتقویٰ کی منزلیں طے کر رہے ہیں، کبھی بھی اوراد ووظائف میں ناغہ نہیں ہوا اگرچہ تقریر کے بعد فجر کی اذان تک بیٹھنا نہ پڑ جائے، بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود نمازوں میں لمبی قرأت سے حظ حاصل کرنا انھی کا حصہ ہے، افسر ہونے کے باوجود طبیعت میں انتہاء درجہ کی عاجزی اور انکساری پائی جاتی ہے۔ کبھی شان وشوکت کے متمنی نہیں رہے، آقا حضور ﷺ کی سنتِ مبارکہ کے مطابق اکثر دعاؤں میں بھی مسکینی کی ہی التجا کرتے ہیں، یقیناً آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق بخاری شریف کی حدیث میں اشارہ ہے کہ "لا یشقٰی جلیسھم" یعنی ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا، ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنے والا خوش بخت ہو جاتا ہے، اس کی قسمت میں نور کے چاند بھر دیئے جاتے ہیں، کیونکہ یہ ذاکر لوگ ہیں، یہ خدا کا ذکر کرنے والے لوگ ہیں، اور یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی دوستی دنیا تو کیا آخرت میں بھی کام آئے گی، یہ باذنِ مصطفےٰ ﷺ میدانِ حشر میں بھی دوستی کا حق نبھائیں گے، جبکہ ماں باپ بھی اپنی اولاد سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہوں

Marfat.com

گے۔ تو ایسے نفوس قدسی صفات لوگوں کے پاس بیٹھنے والے کیوں نہ قسمت کے دھنی ہوں

فقہ ایک خشک اور مشکل مضمون ہے، اگر اس کو ایک خاص تکنیک سے نہ پڑھایا جائے تو طالب علم بجائے کچھ حاصل کرنے کے طبیعت میں بوجھل پن محسوس کرتا ہے، لیکن پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی صاحب ان تمام رموز ونکات کو جانتے ہیں جن کے ذریعے اس علم کو ایک طالب علم کے سینے میں انڈیلا جاسکتا ہے۔ گورنمنٹ ایف۔سی۔ کالج لاہور کے یہ پروفیسر جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی میں فقہ پڑھانے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں، یہ ایک نرم گو اور نرم خو طبیعت رکھنے والے استاد ہیں، ان کی اس صفت کا اظہار ان کی تقریر سننے والے پر بخوبی ہو جاتا ہے، جامعہ جمیل العلوم کے علاوہ انھوں نے جامعہ مسجد سوڈیوال کے عقب میں ایک نہایت شاندار مدرسہ للبنات قائم کیا ہے، جہاں سے ملتِ اسلامیہ کی بیٹیاں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی تعلیمات سے بہرہ مند ہوتی ہیں۔ یہ دینِ اسلام کے بے لوث کارکن اپنے کردار وعمل کی وجہ سے معزز ہیں۔

رہی عربی گرائمر اور زبان وادب کی بات، تو یہ وہ ادق اور مشکل مضمون ہے جس سے گھبرا کر بہت سے طلباء پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں، ضَرَبَ، ضَرَبَ کی گردانیں رٹنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں، ویسے بھی کسی دوسری زبان کو سیکھنا کوئی آسان کام نہیں اور خصوصاً عربی تو وہ زبان ہے جس میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہیں اور ایک ایک چیز کے کئی کئی نام ہیں، اس مشکل مضمون کی تدریس کے لئے صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کی نگاہوں نے جس دُرِ نایاب کو منتخب کیا ان کا نام علامہ عبدالحمید نقشبندی ہے، وہ جامعہ اسلامیہ لاہور میں پروفیسر ہیں اور جامعہ جمیل العلوم میں عربی گرائمر کے استاد۔ ان کا آبائی وطن افغانستان ہے۔ انھیں دیکھ کر افغانستان کی زرخیز زمین یاد آجاتی ہے، یہ وہی سرزمین ہے جہاں سے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اسی زمین میں آج بھی عاشقِ رسول مولانا جامی آرام فرما ہیں، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بیشتر بزرگ افغانستان ہی سے دنیا کے چاروں کونوں میں پہنچے۔ علامہ عبدالحمید کا تعلق اسی مردم خیز خطہ سے ہے وہ نوجوانی میں اسلاف کی یادگار ہیں ان سے خدمتِ دین کی بہت سی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایسے جلیل القدر اساتذہ کی تمام تر خدمات بلا معاوضہ ہیں، اگر یہی اساتذہ کسی گورنمنٹ کالج میں ہوں تو ان سے اکتسابِ فیض کے لئے کتنے ہی مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے، پہلے تو کالج میں داخلہ ہی مشکل، پھر فیسوں کی ادائیگی، ایک الگ مسئلہ، لیکن یہ تمام مسائل، جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ نے حل کردیئے ہیں، اور ہمارے لئے یہ راہ آسان کردی ہے کہ ہم بغیر کسی مشکل کے دینِ مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات حاصل کرسکیں، یہ جامعہ ایسے اصحاب کو دعوتِ عام دیتا ہے جن کے دل میں تعلیماتِ مصطفوی ﷺ کی تڑپ موجود ہے، جن کے دل اللہ کریم کے پیغام سے آشنا ہونا چاہتے ہوں، لہٰذا جو چاہتے ہوں کہ اپنی زیست کے اندھیروں میں اللہ کے نور سے اجالا کریں انھیں چاہیئے کہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اس جامعہ میں داخلہ لے کر قرآنی تعلیمات (تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، عربی زبان وادب، قرآن حکیم حفظ وناظرہ) سے اپنی حیات کو نورانی بنائیں۔ خصوصی طور پر جو لوگ فرقہ واریت سے تنگ آکر دین سے دور ہوتے جارہے ہیں ان کے لئے ایسا ماحول نہایت سازگار ہوگا جس میں فرقہ واریت کے بغیر قرآنی تعلیمات کی اصل روح کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ خطباء اور آئمہ مساجد کیلئے بھی فائدہ اٹھانے کا سنہری موقع ہے۔

یہ ہے شریعت وطریقت کے موتی بکھیرتا ہوا جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی ۲۱-۱ ایکڑ سکیم سمن آباد لاہور جس کے لئے بلاشک وشبہ زمین وآسمان اپنا دامن وا کر کے دعا کرتے ہوں گے کہ یارب کریم! اسے قائم رکھ، آباد رکھ، اور شاداب رکھ۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

ٹائم ٹیبل

موسم سرما۔ پہلا پیریڈ

بعد از نماز عصر تا

اذان مغرب (ایک گھنٹہ)

موسم گرما۔ 4 تا 5 بجے شام

دوسرا پیریڈ

بعد نماز مغرب تا عشاء

(ایک گھنٹہ)

5:30 تا 6:30 شام

دن	۱	۲
پیر	تفسیر	حدیث
منگل	تفسیر	حدیث
بدھ	تفسیر	عربی تعلیم
جمعرات	تفسیر	عربی تعلیم
جمعہ	فقہ	صرف ونحو
ہفتہ	فقہ	صرف ونحو

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر اوّل برائے سال اوّل جنوری 2000ء تا جنوری 2001ء

سورۃ بقرۃ

نمبر شمار	عنوانات	آیات
۱	ناسخ ومنسوخ	106-107
۲	حرمت خمر ومیسر	219
۳	ایلاء	226-227
۴	طلاق	229-230
۵	خلع	
۶	عدت	234
۷	رضاعت	233
۸	مہر	236-237
۹	ربوٰا	275-279
۱۰	انفاق فی سبیل اللہ	261-265

سورۃ الانعام آیات **151 تا 153** ۔شرک ۲۔والدین کے ساتھ حسن سلوک ۳۔اولاد کو تحفظ زندگی ۴۔کھلی چھپی بے حیائی کی باتوں سے احتراز ۵۔انسانی جان کی حرمت ۶۔یتیم کا مال نہ کھاؤ؟ ۷۔ناپ تول میں انصاف ۸۔عدل وانصاف

سورۃ بنی اسرائیل آیات **22 تا 40** والدین کے ساتھ حسن سلوک ۲۔حق داروں کو حق دو ۳۔فضول خرچی کی ممانعت ۴۔ آسان اور حکیمانہ بات ۵۔اولاد کو تحفظ زندگی ۶۔زنا کے قریب نہ جاؤ

سورۃ الفرقان آیات **63 تا 77** عباد الرحمٰن اور ان کی خصوصیات

مطالعہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الطہارۃ باب الصلوٰۃ باب الصوم، باب الزکوٰۃ۔ باب الحج فصل اول

-2 کتاب الآداب مکمل

مطالعہ فقہ: رکن دین نماز کا بیان زکوٰۃ کا بیان

عربی زبان وادب: 1-طریقہ جدیدہ پارٹ I - II - III

2-مطالعہ صرف ونحو: کتاب الصرف، کتاب النحو

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر دوم برائے سال اول جنوری 2000ء تا جنوری 2001ء

سورۃ آل عمران

آیات	عنوانات
1-2	۱۔ توحید وصفات باری تعالیٰ
7	۲۔ محکمات ومتشابھات
19	۳۔ دین اسلام کی اہمیت
32-31	۴۔ اتباع وحب رسول ﷺ
6-35-55	۵۔ حضرت عیسیٰ کی والدہ کے مفصل حالات مع ولادت وکفالت و معجزات، تعلیمات رفع الی السماء
65-68	۶۔ حضرت ابراہیم کی شخصیت، رسالت، عظمت واہمیت اولیات ومرکزیت جدالانبیا
102-103 96-97	۷۔ حج کی فرضیت، اہمیت اور اثرات وثمرات
110-104	۸۔ اتحاد ملی ومؤاخات
127-123	۹۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر
121-122-139-148-152-155	۱۰۔ غزوہ بدر کا تفصیلی جائزہ ومطالعہ
164	۱۱۔ غزوہ احد کا تفصیلی جائزہ ومطالعہ
	۱۲۔ میلاد مصطفیٰ (محسن انسانیت کا میلاد)

سورۃ لقمان (مکمل) سورۃ الحجرات (مکمل)

مطالعہ حدیث : مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الصلوٰۃ (تین فصلیں)

مطالعہ فقہ: بہار شریعت، (حصہ دوئم) باب الطہارۃ (وضو کا بیان اور اس کے فضائل) غسل کا بیان۔ پانی کا بیان۔ تیمّم کا بیان۔ موزوں پر مسح کا بیان

عربی زبان وادب: طریقہ جدیدہ پارٹ IV علم الصرف والنحو

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر سوم سال اول جنوری 2000ء تا جنوری 2001ء

۱۔ تفسیر قرآن حکیم سورۃ مائدہ

1- معاہدات کی اہمیت
2- حلت وحرمت اوراس کے مفصل احکام
3- اسلام نعمت کامل اوردین مکمل
4- وضواوراس کے مفصل احکام
5- تیمم کے احکام
6- عدل وانصاف اورشہادت
7- بنی اسرائیل اورنقض عہد
8- حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کا عقیدہ الوہیت کارد
9- قربانی کا مفصل بیان
10- قتل اورڈکیتی کے بارے میں مفصل احکام
11- وسیلہ کا بیان
12- سرقہ اوراسکے احکام
13- اعضا کی دیت اوراس کا احکام
14- مرتدین کے بارے میں احکام
15- تبلیغ اس کی فضیلت واحکام
16- عقیدہ تثلیث کارد
17- یہود کی بے اعتدالیوں کا مفصل بیان
18- قسم اوراس کی اقسام اورکفارے کا بیان
19- شراب وجوئے وغیرہ کی حرمت
20- حالت احرام میں شکار سے متعلق احکام
21- سوالات کی کثرت کی ممانعت
22- حضرت عیسٰی علیہ السلام اوران پر انعامات، نزول مائدہ وغیرہ اورعقیدہ الوہیت کے رد کا بیان

۲۔ مطالعہ حدیث: ۱۔ بقیہ کتاب الصلوٰۃ باب السھو سے آگے ۲۔ کتاب الزکوٰۃ ۳۔ کشف المحجوب پر طائرانہ نظر

۳۔ مطالعہ فقہ: بہار شریعت حصہ پنجم باب الزکوۃ۔ زکوۃ کے متعلق تفصیلی احکامات باب الصوم روزے کے متعلق تفصیلی احکامات

۴۔ عربی زبان وادب:

طریقہ جدیدہ حصہ سوم

کتاب الصرف والنحو

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر اول برائے سال دوم یکم فروری 2001ء تا 31 جنوری 2002ء

تفسیر قرآن حکیم سورۃ توبہ

1- سورۃ توبہ کا تعارف اور اس کی اہمیت

2- مساجد کی آبادی وغیرہ سے متعلقہ احکام

3- حب رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کا بیان

4- غزوہ حنین کا مفصل بیان

5- یہود و نصاریٰ کے عقیدہ ابنیت کا رد اور دین حق کے غلبے کا بیان

6- اشہر حرم کا بیان

7- غزوہ تبوک کا مفصل بیان

8- غار ثور کے حوالے سے صدیق اکبرؓ کے فضائل اور برکتوں کا بیان

9- منافقین کی سازشوں ان کے طرز عمل وغیرہ کا بیان تعمیر مسجد ضرار اور ان کے خلاف جہاد کا حکم

10- مصارف زکوٰۃ کا تفصیلی بیان

11- اسلام میں سبقت کرنے والے مہاجرین کی عظمتوں کا بیان

12- اللہ نے جنت کے بدلے مومنوں کی جانوں کا سودا کرلیا اور ان کے فضائل کا بیان

13- مشرکین کے لئے بخشش مانگنے کا مفصل بیان

14- غزوہ تبوک میں تخلف کرنے والوں اور اصحاب ثلاثہ اور ان کی توبہ کا مفصل بیان

۲۔ مطالعہ حدیث: ترمذی شریف (منتخب ابواب)

۳۔ مطالعہ فقہ: بہار شریعت حصہ ششم باب الحج۔ حج کے متعلق تفصیلی احکامات

۴۔ عربی زبان و ادب:

۱۔ طریقہ جدیدہ حصہ سوم

۲۔ قرآن حکیم کے حوالے سے عربی گرائمر کی مشق

81375

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر دوئم برائے سال دوم یکم فروری 2001ء تا 31 جنوری 2002ء

تفسیر قرآن حکیم — سورۃ احزاب

1- اسلام میں متبنّٰی کی شرعی حیثیت اوراس کے متعلق شرعی احکام اور نبی پاک ﷺ کا حضرت زینب ؓ سے نکاح کا مفصل بیان

2- ختم نبوت

3- ذکر کی فضیلت واہمیت

4- منافقین کا کرداراوران کی کارروائیوں کا جائزہ

5- غزوہ احزاب کا تفصیلی محاکمہ

6- اولوالعزم پیغمبراوراقامت دین

7- درود شریف کی فضیلت واہمیت

8- پیغمبروں اورمومنوں کواذیت دینے والوں پرعذاب الٰہی کا بیان

9- قول سدیداوراس کے احکام

سورۃ قمر

1- معجزہ شق القمراوراس کی حجیت اورتفصیل

2- قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اورآل فرعون کے تفصیلی انجام کے حوالے سے دعوت حق

سورۃ مجادلہ

1- ظہاراوراس کے متعلق تفصیلی احکام

2- فضیلت علم

3- مجلسی آداب

4- ترک موالات اوردینی حمیت

5- آداب نبوی ﷺ عرض ومعروض کے حوالے سے

مطالعہ حدیث: مشکوٰۃ شریف۔ کتاب آداب (تینوں فصلیں)

مطالعہ فقہ: قدوری شریف، باب الصلوٰۃ، باب الاذان

عربی زبان وادب: ۱۔ طریقہ جدیدہ حصہ سوم

۲۔ قرآن حکیم کے حوالے سے عربی گرائمر کی مشق

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر سوم برائے سال دوم یکم فروری 2001ء تا 31 جنوری 2002ء

تفسیر قرآن حکیم سورۃ انبیاء

1- سورۃ انبیاء کی فضیلت واہمیت مع شان نزول 2- انبیاء علیہم السلام پر کفار کے اعتراضات، حملوں اور بے ہودگیوں کی مذمت اور حق کی وضاحت
3- تفکر فی الخلق کی دعوت کے حوالے سے پیغام توحید 4- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت، بعثت اور دعوت کا مفصل بیان
5- حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسحاق حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر اور ان کے فضائل و خصائص کا بیان،
6- حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ
7- حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضائل کا بیان اور ان کے مخصوص فیصلے کا تذکرہ
8- حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا علیہم السلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے فضائل اور متعلقہ اہم واقعات کا بیان
9- ایمان میں سبقت کرنے والوں کے فضائل 10- رحمۃ للعالمین

سورۃ الزمر

1- سورۃ زمر کا تعارف، وجہ تسمیہ اور فضائل کا بیان 2- دعوت توحید اور دلائل توحید
3- اہل علم کی فضیلت 4- لوگوں کو تقویٰ اور بھلائی کی دعوت اور شیطان کے مکروں سے بچنے کی مفصل تلقین
5- اسلام کیلئے شرح صدر کا بیان اور تلاوت قرآن حکیم کے واردات کا ذکر
6- واقعہ معراج کی تصدیق کا بیان
7- اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونے اور سب گناہوں کی معافی کا بیان اور توبہ کی دعوت اور نزول عذاب سے قبل یا موت سے قبل بھلائی کی پیروی پر مستعد رہنے کی تلقین
8- اللہ کی شان خالقیت کا بیان 9- صوٗر کے پھونکنے اور قیام کا تفصیلی بیان
10- مومنوں کا جنت کی طرف اور کفار کا دوزخ کی طرف گروہ در گروہ ہو کر جانے کا مفصل بیان

مطالعہ حدیث: مسند امام اعظمؒ

مطالعہ فقہ: نور الاضاح تصنیف: علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، ترجمہ وشرح: علامہ محمد صدیق ہزاروی

عربی زبان وادب: ا- طریقہ جدیدہ پارٹ I - II - III

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر اول برائے سال سوم فروری 2002ء تا 31 مئی 2002ء

تفسیر قرآن سورۃ النساء پہلے 16 رکوعات

عنوانات

۱۔ تخلیق انسانی اور اس کا مقصد

۲۔ یتیموں کیساتھ حسن سلوک اور تفصیلی احکام

۳۔ نکاح کی ضرورت واہمیت اور مفصل احکام مع مہر

۴۔ وراثت کے مفصل احکام مع اہمیت وفضیلت

۵۔ ارتکاب فحاشی سے متعلق احکام

۶۔ توبہ کی اہمیت وفضیلت اور حقیقت

۷۔ حرمت نکاح ورضاعت

۸۔ مردوں کی حاکمیت اور عورتوں سے متعلق بعض احکام بصورت عدم موافقت

۹۔ توحید اور حقوق العباد کی تفصیل

۱۰۔ بخل اور ریا پر تبصرہ

۱۱۔ اطاعت رسول اور اس کی حاکمیت اور ان کے حضور مغفرت ذنوب کیلئے حاضری

۱۲۔ انعام یافتہ گروہ اور اس کے متعلقین

۱۳۔ شفاعت پر تبصرہ

۱۴۔ قتل عمد اور قتل خطاء سے متعلق احکام

۱۵۔ صلوٰۃ القصر اور صلوٰۃ الخوف کے احکام

۱۶۔ نماز کی فرضیت اوقات اور اس سے متعلق احکام

۱۷۔ علم غیب رسول پاک ﷺ

حدیث:

(i) مسند امام اعظم کا بقیہ مکمل حصہ

(ii) امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ رضی اللہ عنھم کا تعارف

فقہ:

(i) اصول فقہ کتاب وسنت واجماع قیاس

(ii) آئمہ اربعہ کا سوانحی تعارف مع خدمات

(iii) نور الایضاح کا بقیہ (مکمل حصہ)

عربی:

(i) الطریقۃ الجدیدۃ حصہ سوم

(ii) تسہیل الصرف

(iii) تسہیل النحو پہلے چار ابواب

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر دوم برائے سال سوم جون 2002ء تا ستمبر 2002ء

تفسیر قرآن

سورۃ الحج

۱۔ قیامت وبعث بعد الموت
۲۔ دین پر ثابت قدمی اور اس حوالے سے دو گروہ اور ان کی تفصیل
۳۔ بیت اللہ شریف کی تعمیر وتطہیر اور حضرت ابراہیم
۴۔ حرمات الٰہیہ اور شعائر اللہ کی تعظیم
۵۔ قربانی کی حقیقت
۶۔ جہاد کی فرضیت واہمیت
۷۔ اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں اور فرائض اور عدم تعمیل پر انتباہ
۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی تلاوت کے دوران شیطان کی دخل اندازی اور حقیقت حال کا اظہار
۹۔ اصطفاء رسل اور ان کی عظمت وفضیلت وخصائص
۱۰۔ جہاد کا حق۔ مسلمان ہی ملت ابراہیم ہیں۔

سورۃ الفتح

۱۔ فتح مکہ معاہدہ حدیبیہ
۲۔ حضورﷺ اگلوں پچھلوں کی بخشش کا وسیلہ اور تعظیم وتوقیر نبویﷺ
۳۔ بیعت اور اس کی فضیلت واہمیت
۴۔ بیعت رضوان والوں کی فضیلت اور ان پر غنائم وفتح کے مواعید
۵۔ مسجد حرام میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داخلے سے متعلق رویاء اور اس کی عظمت وتعبیر کا بیان
۶۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب علی الخصوص خلفاء اربعہ کے فضائل

سورۃ التغابن

۱۔ تخلیق انسانی کا ذکر اور کفار ومومن دو گروہ اور فضیلت انسانی
۲۔ کفار کا رسولوں کو جھٹلانے کا وطیرہ اور اس پر وعید اور لوگوں کو دعوت حق
۳۔ یوم التغابن (قیامت) کے حوالے سے دونوں گروہوں کا تذکرہ
۴۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور راہ خدا میں خرچ کی فضیلت اور نفس کے لالچ سے بچنے کی فضیلت
۵۔ مصائب کا بیان۔ مومنوں کا طرز عمل

حدیث: نسائی شریف

۱۔ باب افتتاح الصلوٰۃ
۲۔ باب الزینۃ (آرائش وزیبائش کے بارے میں)
۳۔ باب امور الفطرت
۴۔ اللہ کی پناہ مانگنے والا باب

فقہ:

ہمارا اسلام، اصول فقہ پر ایک جامع لیکچر

عربی زبان وادب:

الطریقۃ الجدیدہ جلد سوم، کتاب الصرف (مکمل)، کتاب النحو (پہلے ۵ باب)

Marfat.com

نصاب (کورس)

سمسٹر سوم برائے سال سوم یکم اکتوبر 2002 تا 31 جنوری 2003

قرآن حکیم تفسیر سورۃ النحل (مکمل)

1- وقوع قیامت کا ذکر مع اخبار عذاب
2- چوپائے اور انسان اللہ کی تخلیق کل اور حرمت انعام و فوائد
3- تقویٰ کی اہمیت اور جزا
4- انعامات الٰہیہ، گردش لیل و نہار
5- کفار کے قول اساطیر الاولین، اکابر کفار و مشرکین کا تذکرہ اور ان کا انجام
6- منصب رسالت، لوگوں کے اختلاف، اللہ کی حاکمیت و عظمت، باز پرس اور اس پر انتباہ
7- فوری عذاب کے نہ آنے کی علت کا بیان اور اولیاء شیاطین کی کاروائیاں
8- وحی سے مراد اور شہد کی مکھی کے حوالے سے آیات الٰہیہ کا بیان
9- بندوں پر اللہ کے احسانات اور اللہ کے نیک بندوں کی خصوصیات
10- امتوں پر انبیاء کی گواہی اور استحقاق حق
11- عظمت قرآن
12- عدل و احسان، قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور برے اور ظلم کے کاموں کی ممانعت
13- عہد و پیماں کی حفاظت
14- مومنین صالحین پر انعامات
15- تلاوت قرآن کے آداب
16- ناسخ و منسوخ
17- ایمان کے حوالے سے اضطراری حالت کے احکام اور ایمان کے بعد کفر کا انجام
18- بعثت نبوی ﷺ عظیم نعمت ربانیہ
19- حلت و حرمت کا بیان
20- حضرت ابراہیم علیہ السلام، یوم سبت کا ذکر
21- دعوت الی اللہ کے حوالے سے حکمت و پند و موعظت کا بیان

حدیث شریف ابوداؤد شریف

1- پارہ 7 ابواب شہر رمضان 2- پارہ 10 کتاب الزکوٰۃ 3- پارہ 12 المناسک

فقہ ہمارا اسلام (دوسرا باب) ارکان اسلام یا اسلامی آداب

1- نماز کی اہمیت 2- وضو کا بیان 3- غسل کا بیان 4- پانی کا بیان 5- کنویں کا بیان
6- استنجے کا بیان 7- ہمارے نبی کی پیاری باتیں 8- اچھی اچھی باتیں

(حصہ سوم)

1- توحید 2- ملائکہ 3- کتب سماوی 4- انبیاء و مرسلین علیہم السلام 5 خاتم النبیین ﷺ
6- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم 7- اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم 8- معجزے اور کرامتیں

دوسرے باب کے بقیہ مسائل

عربی زبان و ادب

☆ الطریقۃ الجدیدہ (جلد سوم) ☆ کتاب الصرف (مکمل) ☆ کتاب النحو (پہلے 5 ابواب)

Marfat.com

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اور پروفیسر قاری مشتاق احمد جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی سے فارغ ہونے والے طلبا کو سند اور مٹھائی کا تحفہ پیش کر رہے ہیں

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی سمن آباد کا دوسرا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

جامعہ جمیل العلوم نقشبندی مجددیہ شیر ربانی سمن آباد لاہور کی 145 ویں ماہانہ محفل میلاد اور دوسری سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی پرنسپل جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور نے ادا کیے اور مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد ڈائریکٹر جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی سمن آباد لاہور نے عصر حاضر میں علم اور حصول علم کی اہمیت اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے اس تقریب سعید کے موقع پر مفتی محمد خان قادری شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور جناب پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی جناب عبدالحمید۔ ایم۔اے اسلامیات جناب اعجاز احمد خان، جناب حاجی ظہیر احمد بھٹی اور حاجی محمد الیاس صدر شیر ربانی سوسائٹی مہمان خصوصی تھے۔ جامعہ جمیل العلوم نقشبندی مجددیہ شیر ربانی کے سال دوم کے فارغ التحصیل طلبہ اور طالبات میں تقسیم اسناد اور دستار بندی کے فرائض صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانیؒ

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد ڈائریکٹر جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کو دستار بندی کے بعد مٹھائی پیش کر رہے ہیں قاری اللہ بخش توصیف النبی محمد ذوالفقار نقشبندی اور پروفیسر محمد عبدالعزیز خان نیازی کے ہمراہ کھڑے ہیں۔

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد شعبہ حفظ کے استاد قاری اللہ بخش قادری کو دستار بندی کے بعد مٹھائی کا تحفہ پیش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

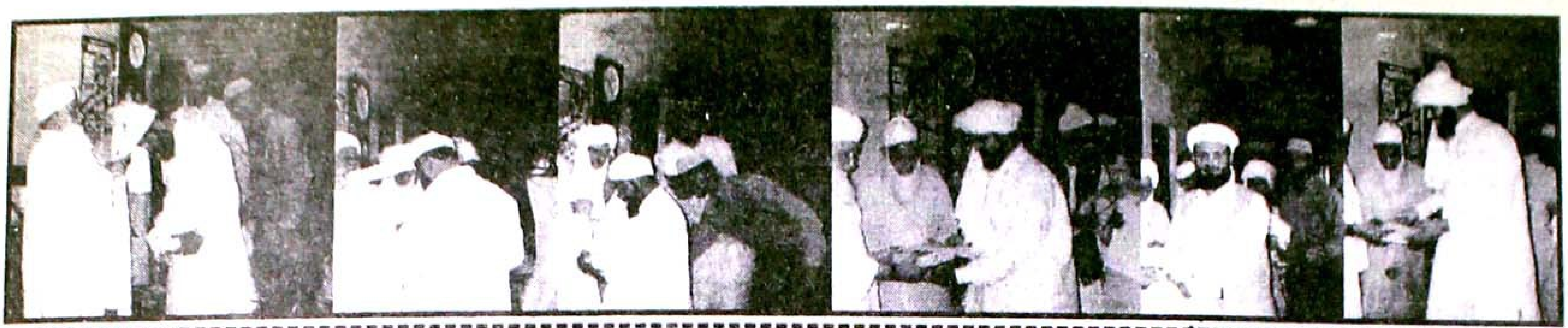

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اور پروفیسر قاری مشتاق احمد جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کے اساتذہ کی دستار بندی اور طلبا میں سند اور مٹھائی کا تحفہ پیش کر رہے ہیں

اور مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد نے انجام دیے۔ شعبہ تفسیر قرآن علم حدیث فقہ اور عربی زبان و ادب کے فارغ التحصیل طلبہ امتیاز سلیم، محمد ذوالفقار نقشبندی، تاج الدین احمد، قاری محمد اشفاق قادری، توصیف النبی، محمد طاہر نقشبندی، مقصود اقبال اور قاری اللہ بخش قادری شعبہ حفظ قرآن حکیم کے وارث افتخار اور محمد فاروق، شعبہ ناظرہ قرآن حکیم کے زوہیب اقبال، مبین ناظم، فہد ناظم، وسیم ناظم، عماد طاہر، شاہد نواز، امین اشرف، عمر یونس اور محمد عثمان شفیق میں اسناد کی تقسیم اور دستار بندی کی گئی۔ شعبہ قرآن حکیم ناظرہ کی طالبات ثناء نعمت علی، کومل ارشد، حمیرا اور عائشہ جاوید میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ جناب ناظم بشیر نقشبندی نے ”جامعہ جمیل العلوم کا طرز تعلیم“ کے عنوان پر بیان کیا صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ناظم اعلیٰ جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی لاہور نے جامعہ ہذا کے اساتذہ مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد پروفیسر محمد عبدالعزیز خان نیازی، علامہ عبدالحمید نقشبندی۔ ایم۔اے۔ اسلامیات، حافظ قاری اللہ بخش قادری حافظ خالد محمود اور قاری حافظ محمد یوسف کی حسن کارکردگی کو سراہتے ہوئے ان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا اور ان کی دستار بندی بھی کی اور اساتذہ اور فارغ التحصیل طلباء طالبات میں مٹھائی بھی تقسیم کی گئی

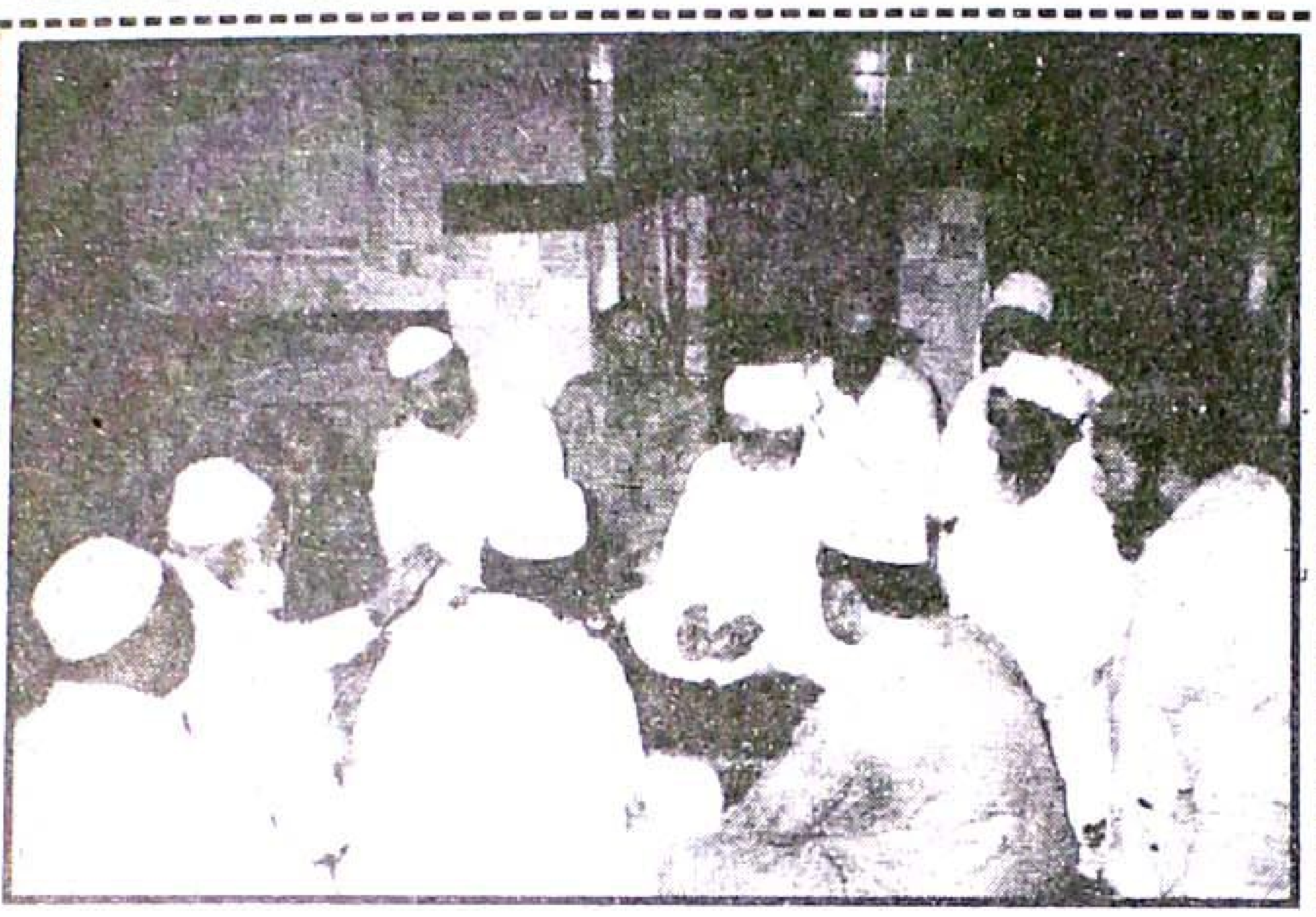

محفل میلاد اور جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اعجاز احمد خاں ظہیر احمد بھٹی مہمان خصوصی کے ہمراہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

اور تقریب کے اختتام پر دعا کی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس تعلیمی ادارے کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اساتذہ کو مزید لگن اور مشنری جذبہ کے تحت کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مملکت خداداد پاکستان کو یہود و ہنود کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور اس کی سالمیت و بقاء کو دوام بخشے۔

اور اس کار خیر میں تعاون کرنیوالوں کو دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔ (آمین) بجاہ سید المرسلین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیرربانیؒ

کے بارے میں ممتاز ماہر تعلیم، عظیم سکالر اور نامور دانشور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے تاثرات

یہ جو کہتے ہیں کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ایسے بندوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی جو صرف خلقِ خدا کے لئے زندہ رہتے ہیں، تو یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ شاید یہ دنیا ایسے ہی نیک بندوں کے صدقے چل رہی ہے میرے مشاہدے اور تاثر کے مطابق محترم صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی نیک بندوں میں سے ہیں۔ ان کی نیک نیتی، جذبہ اخلاص اور حسن عمل اس پر گواہ ہیں، زندگی میں مجھے ایسے لوگ بہت کم ملے جن کی ملاقات باعث راحت و مسرت ہوتی ہے اور ان سے مل کر ہمیشہ دلی خوشی کا سامان ہوتا ہے، محترم صوفی صاحب بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہیں! ان کے حسن عمل اور جذبہ اخلاص کی عملی تفسیر اور ثبوت ان کی قائم کردہ درسگاہ "جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیرربانی" ہے جو بلاشبہ ایک مثالی درسگاہ ہے اور فرزندانِ اسلام کی منفرد خدمات انجام دے رہی ہے!

غارِ حرا سے وحی ربانی کے نور سرمدی کی جو کرن پھوٹی تھی اس نے بیک وقت تین چیزوں کی عظمت و احترام پر مہر تصدیق ثبت کی تھی: علم، قلم اور انسان!! گویا رب اکرم و اکبر نے اپنی عظمت و جلال کے ساتھ ان تینوں چیزوں کو نہ صرف یہ کہ باہم مربوط ثابت کیا بلکہ تخلیق و ایجاد کا حقیقی مقصد بھی ثابت کیا علم نہ ہو تو کائنات جہالت کی تاریکی میں ڈوب جاتی ہے، قرطاس و قلم نہ ہو تو علم کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہ ہو اس لئے علم کے لئے قلم کا وجود لازم تھا اور اس سے علم کو سینہ انسان سے باہر وجود اور بقا نصیب ہوئی لیکن انسان نہ ہوتا تو علم اور قلم کو وہ عظمت اور احترام نہ ملتا جو صرف انسان کے طفیل میسر آیا مگر آدم اور فرزندان آدم کو علم و قلم سے یہ عظمت و احترام کبھی نہ میسر آتا اگر رب اکرم و اکبر کا خصوصی فضل و کرم نہ ہوتا! ہاں مگر یہ سب کچھ رب اکرم و اکبر نے صرف اپنی کتاب کریم و مجید کے ذریعہ بتایا اور عام کیا، اس لیے اگر قرآن کریم نہ آتا تو یہ سب حقائق اللہ جل شانہٗ کے علم غیب میں رہتے، یہ کتاب زندہ قرآن حکیم انسانیت کے لیے رب اکرم و اکبر کا سب سے بڑا انعام ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عطا ہوا، سیوطیؒ نے الاتقان میں ذکر کیا ہے کہ امت اسلامیہ میں تمام علوم و معارف کا مرکز و محور قرآن کریم رہا ہے، ہمارے مدارس اور درسگاہیں بھی اس کتاب زندہ کی مرہون منت ہیں!!

اسلام کی تاریخ میں پہلی درسگاہ دار ارقم ہے جسے ابن سعد اور طبری وغیرہ کے قول کے مطابق تمام اہل مکہ "دارالاسلام" کہہ کر پکارتے تھے۔ دوسری درسگاہ صفہ مسجد نبویؐ ہے جہاں مدنی دور نبوت میں تشنگان علم کی تسکین کا سامان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان اور نگاہ کرشمہ ساز انسانی سیرتوں کی تعمیر کر کے سونا ہی نہیں کندن بناتی رہی اور اصحاب کمال کی ایک ایسی بیمثال جماعت تیار ہوئی جس کا ہر فرد اپنے کام کا مرد میدان تھا۔ اصحاب کمال کی ایسی بے مثال جماعت نے ربع صدی کے اندر اندر تاریخ انسانی میں وہ پرامن اور بابرکت انقلاب برپا کر دیا جس کے فوائد اور برکات آج تک انسانیت کو نصیب ہو رہے ہیں، اس کے بعد مدارس اور درسگاہوں کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو مکہ و مدینہ کے بعد کبھی دمشق، کبھی بغداد اور کبھی کوفہ و بصرہ سے ہوتا ہوا دنیا میں پھیل گیا اور پھیلتا جا رہا ہے اور تا قیامت پھیلتا رہے گا!

برصغیر پاک و ہند میں علوم و معارف کی جو دنیا وجود میں آئی وہ سب کی سب اہل علم کی مرہون منت ہے جن میں صوفیہ کرام اولیاء اللہ سرفہرست ہیں نقشبندی اور مجددی سلسلہ طریقت کے بزرگوں نے ان گنت درسگاہیں قائم کیں جن کا فیض علم و عرفان دور دور تک اور بڑی دیر تک پھیلتا گیا، جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی نے اپنے مرشد کے عظیم و جلیل نام سے جو درسگاہ قائم کی ہے وہ واقعی ایک مثالی درسگاہ ہے، یہاں دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ فرزندانِ ملت کو دنیاوی تعلیم بھی میسر ہے، میں نے خود دیکھا ہے کہ نونہالان امت اور نوجوانانِ اسلام کو ایک ایسے پاکیزہ ماحول میں دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں جدید علوم میں قدم بڑھانے کے لئے بھی وسائل مہیا کئے جاتے ہیں اور اس سب کی نگرانی براہِ راست صوفی صاحب خود کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت کو کامیابیوں کا تاج پہنا کر شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانیؒ کے بارے میں روزنامہ جرات وتجارت کے چیف ایڈیٹر ممتاز صحافی اور معروف دانشور جناب جمیل اطہر سرہندی کے تاثرات

مجھے یہ سطور قلمبند کرتے ہوئے دلی مسرت محسوس ہورہی ہے۔ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرق پوری مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرق پور شریف کی زیر سرپرستی اور محب محترم صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کی نگرانی واہتمام میں جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ۔ امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے دین اسلام کی تعلیم کے فروغ کے لئے مفید خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس درس گاہ کو پروفیسر قاری مشتاق احمد، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اور حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری جیسے اصحاب علم ودانش کی سرپرستی، رہنمائی اور مشاورت حاصل ہے۔ اس ادارہ کے ذریعے بے شمار لوگوں کو دینی علم کی پیاس بجھانے کے مواقع حاصل ہورہے ہیں اور اس کے کام کی رفتار سے یہ اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کی شبانہ روز محنت رنگ لائے گی اور یہ درس گاہ لاہور کے دینی اداروں میں ممتاز مقام کی حامل بن جائے گی اور اس کے اثر اور افادیت کا دائرہ بھی روز بروز وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اخلاقی بگاڑ اور فرقہ واریت کے فساد کے ماحول میں ان دینی اداروں کا وجود بہت بڑی نعمت اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو بے تعصبی اور بے لوثی کے ساتھ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفاقی اور عالمگیر پیغام کی تعلیم واشاعت کا فریضہ انجام دینے میں مصروف ہیں اور اپنے ذاتی وانفرادی مفادات کی قربانی دے کر اجتماعی ملی فائدے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

میری دعاء ہے کہ پاکستان - جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اور جس کی بقا اور ثبات صرف اور صرف اسلام سے گہری وابستگی میں مضمر ہے - کے طول وعرض میں جو بھی ادارے، تنظیمیں اور افراد اس نصب العین کے لئے کوشاں ہیں باری تعالیٰ ان کی پرخلوص مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان اداروں اور درس گاہوں کا فیض عام کردے۔

جامعہ جمیل العلوم بھی دینی تعلیم کے پرچار اور فروغ کے لئے نہایت اخلاص کے ساتھ کام کرنے والی درس گاہ ہے اس کے کام کی وسعت کے لئے ہر شخص کو اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق اپنا حصہ ڈالنا چاہئے۔ میری تمام تر دعائیں اور تمنائیں اس ادارہ کے فروغ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شرف قبول بخشے۔ آمین

جمیل اطہر سرہندی

بدھ یکم جنوری 2003ء بمطابق 27 شوال 1423ھ

Marfat.com

عصر حاضر میں علم اور حصول علم کے تقاضے

145 ویں ماہانہ محفل میلاد اور دوسرے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر کی گئی مفسر قرآن جناب پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کی تقریر دلپذیر جس کو اسامہ سعید بی-اے-ایل-ایل-بی متعلم جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی نے آڈیو کیسٹ سے مرتب کیا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب سے یوں دعا کیا کیجئے کہ ''رَبِّ زِدنِی عِلْمًا'' اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما یہ آیت کریمہ علم اور حصول علم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کیونکہ علم ایک صفت ہے جس سے نہ جاننے والا، جاننے والا بن جاتا ہے اور بندے کے اندر یہ صفت علم ہی ہے جو اسے آگاہی کی دولت عطا کرتی ہے اور بندہ علم ہی کے ساتھ معمور منور ہوتا ہے یہ علم اس کو کہاں سے ملا؟ یہ صفت کہاں سے آئی؟ تو جاننا چاہئے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا لیکن اللہ صورت سے پاک ہے۔ صورت نام ہے خدوخال کا، شکل کا، ایک ہیئت کا، ایک نقشے ایک خاکے کا اور اللہ ان سب چیزوں سے پاک ہے۔ وہ رنگ کیف، جہت شکل، جسم وجسمانیت سے پاک ہے تو اس نے آدمؑ کو اپنی صورت پر کیسے پیدا فرمایا تو شارحین حدیث نے یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے لیکن دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ متشابہات میں سے ضرور ہے مگر اس میں کلام کرنے کی گنجائش ہے۔ بے شک اللہ صورت سے پاک ہے پر یہاں صورت کا معنی سیرت لیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی سیرت پر، اپنی عادات پر، پیدا کیا اس گروہ میں یہ اعتراض اٹھا کہ یہ لفظ ''سیرت'' بھی بڑا گھمبیر ہے مزید آسان ہونا چاہئے تو ایک گروہ نے کہا کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صفات پر پیدا کیا۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ بندے اور رب کی صفات میں بڑا فرق ہے بندے کی صفات اللہ کی عطا کردہ ہیں جبکہ اللہ کی صفات ذاتیہ ہیں اور جاننا چاہئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ واجب الوجود ہے اسکا وجود واجب ہے اس کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں اور اسکا معنی یہ ہے کہ جب کوئی نہ تھا وہ تھا جب سب کچھ ہے وہ ہے اور جب کوئی نہ ہوگا وہ ہوگا۔ وہ واجب الوجود ایسا ہے کہ اس کے لئے عدم محال ہے جبکہ جتنے ممکنات ہیں وہ پہلے معدوم تھے وہ پہلے نہیں تھے وہ ''نہ ہونے'' سے ''ہوئے'' ہیں تو ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں وہ واجب بالذات ہے اور اسکی ذات پاک کی صفات ہیں علمائے کرام نے اللہ کی صفات میں دو باتیں کہیں ہیں کچھ صفات ایسی ہیں جو ''صفات ذاتیہ'' ہیں اور دیگر صفات بکثرت ہیں اور جتنی صفات الٰہیہ'' ہیں وہ ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہیں بایں معنیٰ کہ وہ نہ ذات کا حصہ ہیں اور بایں معنی نہ وہ ذات سے جدا ہیں اور صفات الٰہیہ قدیم ہیں یعنی وہ ازلی ہیں رہا ان کا ظہور تو یہ اس کی مشیت پر ہے ظہور صفات اور چیز ہے اور وجود صفات اور چیز ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی بعض صفات کو ذاتی کہا گیا ان میں سب سے اول صفت یہ ہے کہ وہ ''حیات'' ہے۔ اللہ الحی ہے، القیوم ہے زندہ ہے، زندگی دینے والا، زندگی بنانے والا، زندگی کو خلق کرنے والا ہے، القیوم ہے، قائم اور قائم رکھنے والا اور قائم کرنے والا ہے۔

دوسری اس کی صفت ''علم'' ہے۔ علم اللہ کا ذاتی ہے اور میرے شیخ حضرت مجدد ربانی نے مخدوم جان پوریؒ کو چٹھی لکھی اور اس میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ لاریب صفات ربانی (صفات الٰہی) ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہیں یہ ذاتی صفت ہے اور یہ تقاضائے ذات ہے لہٰذا اللہ بالذات علیم ہے، بالذات جاننے والا ہے۔ اللہ کا علم کیسا ہے؟ تو جاننا چاہیئے کہ اللہ کا علم لامتناہی ہے اس کی کوئی حد نہیں اس کے علوم ذاتی، لامحدود اور لامتناہی ہیں۔ حتیٰ کہ اگر فرض کیا جائے کہ اس کے علم کا ایک قطرہ، اگرچہ فرض کرنا محال ہے

Marfat.com

ساری مخلوق کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو سات سمندروں کو ایک قطرے سے ہوسکتی ہے پھر بھی وہ قطرہ جو فرض کیا گیا ہے لا متناہی ہے اور یہ سب علوم متناہی ہیں تو اسلئے اللہ کا علم ذاتی ہے اس نے انسانوں کو اپنی صفات پر پیدا کیا ہے اور بندے کے اندر اس نے علم رکھا ہے، رحم، عدل بلکہ بے شمار صفات ہیں جو بندے کے اندر رکھی گئی ہیں بندے کے اندر جو صفات رکھی گئی ہیں وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہیں اور اللہ کے دینے سے اس کو ملی ہیں اور سب صفات محدود ہیں، متناہی ہیں اور صفات الٰہیہ کا پرتو ہیں اور ان صفات الٰہیہ کے ساتھ ان کو کوئی نسبت نہیں ہے کہ برابری کا دعویٰ کریں کہ اللہ کا علم لا متناہی ہے اور اس کی کوئی حد نہیں، حق تعالیٰ سبحانہ نے انسان کو اپنی صفت علم پر پیدا کیا ہے، سب سے پہلا انسان کہ جس سے نسل انسانی کا ارتقا ہوا ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اللہ نے جس چیز سے برگزیدہ کیا جس چیز سے صاحب فضل و شرف بنایا وہ علم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا فرمایا'' نیز علم الاسماء پر بحث کی ضرورت نہیں، چیزوں کے نام بتا دیئے، چیزوں کے نام بتانا علم کی ایک نوع ہے، علم کی ایک جامع تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ علم نام ہے حقائق اشیاء کی معرفت کا، لہٰذا اشیاء کی معرفت اور ان کے حقائق و معارف کو جاننا علم ہے اللہ نے آدم علیہ السلام کو خالی اشیاء کے نام ہی نہیں بتائے بلکہ ان اشیاء کے حقائق و معارف کا علم بھی عطا فرمادیا اور فرشتوں سے کہا کہ تم بھی مجھے ان اشیاء کے نام بتاؤ، تم کہتے تھے کہ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، حمد بیان کرتے ہیں اور تو ایسے کو زمین میں خلافت و نیابت کا تاج پہنائے گا جو زمین میں خون گرائے گا فساد پھیلائے گا تو فرشتوں نے اشیاء کے نام بتانے سے عجز کا اظہار کیا انھوں نے کہا اے رب ذوالجلال تو پاک ہے ہمارے لئے علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے (اس سے پتہ چلا کہ ملائکہ کے علوم ہوں یا انسانوں کے علوم ہوں سب اسی ذات برحق کے دیئے ہوئے ہیں) بے شک تو علم و حکمت والا ہے۔''

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ان چیزوں کے نام بتائیں تو انھوں نے فر فر بتا دیئے تو اللہ نے فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، میں جانتا ہوں کہ تم جس چیز کو چھپاتے ہو اور جس چیز کو ظاہر کرتے ہو تمھیں یہ بات پسند تھی کہ خلافت و نیابت کا تاج انسان کی بجائے ملائکہ کے سر پر رکھا جائے ملائکہ کو یہ اعزاز دیا جائے مگر تم اپنی فضیلت تو ظاہر کرتے تھے مگر کسی شرف کو کسی مقام کو یا کسی نظر کو پانے کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے اور آدمؑ نے اپنے علم کی فضیلت سے اس منصب نیابت کے تاج کو پہننے کا اہل ثابت کر دیا ہے تو جس چیز نے آدمؑ کے شرف کو اونچا کیا وہ ''علم'' ہے اس علم کو اولاد آدمؑ کے لئے طرۂ امتیاز قرار دیا گیا اور اللہ نے ہر دور میں ہر زمانے میں حضرات انبیاء علیھم السلام کو مبعوث فرمایا۔

انبیاء جتنے بھی آئے وہ سب کے سب علم کے ساتھ آئے (انبیاء جمع ہے نبی کی اور لفظ نبی نباء'' سے بنا ہے جس کا مطلب ہے خبر دینے والا اور خبر بغیر علم کے نہیں ہوسکتی علم خبر ہی کا دوسرا نام ہے) اور ان کے ساتھ کتاب بھیجی تو کتاب کس چیز کا نام ہے وہ کتاب علم پر دلالت کر رہی ہے اور انبیاء علیھم السلام خود عالم بن کر اور علم لے کر آئے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کے ناموں میں سے بہت نام قرآن میں آئے ہیں۔ ھدیٰ (ہدایت)، تبیان (ہر چیز کا واضح بیان)، تخصیص لکل شئی (ہر ایک چیز کی مکمل تفسیر)، الفرقان (حق و باطل میں فرق کرنے والا) العلم (علم)

قرآن نام ہے علم کا تو سب انبیاء علیھم السلام جتنے بھی تشریف لائے ذی علم تھے اور علم ہی لے کر آئے اور جو دعوت دی وہ بھی علم ہی تھی۔ اللہ نے خود فرمایا کہ ان کی دعوت لوگوں کو سکھانا تھا اور کتاب اور حکمت اب سکھاتا وہی ہے جو پہلے پڑھا ہوا ہو۔ معلم جب تک پڑھ کر نہ آئے معلم نہیں ہوسکتا یہ نہیں کہ بادی النظر میں آپ کسی سے کہیں کہ تو کتاب پڑھانا شروع کر دے یہ ممکن نہیں۔ انبیاء علیھم السلام

Marfat.com

پڑھے ہوئے آتے ہیں ان کو ان کا رب پڑھاتا ہے وہ عالم بن کر آئے اور لوگوں کو علم ہی پڑھاتے تھے اور اللہ نے خاص طور پر ہمارے نبی ﷺ کو جو شریعت دی ہے اور ان کا جو ذکر کیا ہے دونوں زاویوں سے آپ دیکھیں آپ ﷺ کی اپنی ذات گرامی اور آپ کا پیغام وہ کیا ہے؟ جو آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو سکھایا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے یعنی جس چیز کی بھی آپ نفی کریں گے ہم نے وہ آپ کو سکھا دی یعنی اب حضور ﷺ سے اب کسی چیز کی نفی نہیں کی جا سکتی تو آپ ﷺ کو کب سکھایا گیا۔۔۔۔ ماضی میں۔۔۔ ماضی کا تعین مشکل ہے تو بات سیدھی سی ہے جب سے اس نے محبوب کو جلوہ دکھایا تب سے اس نے محبوب کو علم سکھایا جب سے وہ رحمٰن ہے جب سے اس کی شان رحیمی کا اظہار ہوا اس نے اپنے محبوب ﷺ کو علم دیا اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ یہ رسول جو آیا ہے وہ کس لیے آیا ہے؟ تو اللہ نے فرمایا یہ وہی ذات ہے جس نے ان ان پڑھوں میں رسول بھیجا اور وہ ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ آیات بغیر علم کے نہیں پڑھائی جاتیں اور ان کو کتاب سکھاتا ہے کتاب سکھانے کے موضوع پر اگر بحث کریں تو وقت چاہیے کتاب معنیٰ ہے کہ جو چیز لکھی ہوئی ہے یہ لکھی ہوئی چیز پڑھاتا ہے اور کتاب میں جو علوم ہیں ان کو بتاتا ہے، پڑھاتا ہے، سکھاتا ہے، اس کی تفہیم و تبلیغ اس کے ذمے ہے پھر حکمت سکھاتا ہے۔ حکمت کیا ہے؟ چیزوں کو ان کے مقام پر رکھنا۔ نبی صرف علم نہیں سکھاتا بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ علم کو کہاں رکھنا ہے؟ کہاں استعمال کرنا ہے؟ کہاں مفید اور کہاں مضر ہے؟ ساری باتیں سمجھاتا ہے یہ نہیں کہ صرف سبق دینا مقصود ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے ایسا نہیں ہے وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اور رسول ﷺ حکیم بن کر آیا ہے اور وہ جو حکمت کے تقاضے ہیں وہ ان تمام تقاضوں کو سمجھا رہا ہے اس کی تشریح اور توضیح یا تشریح اور توجیہ کر کے بات لوگوں کو سمجھا رہا ہے یہ تو اسکی اپنی ذات ہے کہ جو علوم کے اس مقام پر ہے اور علوم میں سب سے اہم "علوم غیبیہ" ہے اور یہ نبی علوم غیبیہ پر بخیل نہیں ہے یا ایک غیب تو وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو کسی طور پر عقلی طور پر اور اب وہ جس پر دلیل نہیں ہے اس پر بھی بخیل نہیں ہے علم غیب کئی نوع کا ہے ایک غیب حقیقی ہے کہ وہ ہر شئے جو انسان کی نظر سے مستور ہے چھپی ہوئی ہے وہ اس کے بتانے پر بھی بخیل نہیں ہے۔ اس سے پتا چلا کہ علم کے ایسے معارف ہیں ایسے خزانے ہیں یا دوسرے الفاظ میں انہیں **so many avenues of knowledge** کہوں گا اس دنیا میں اس کائنات میں وہ موجود ہیں اور پیغمبران سب علوم کی نشاندہی کرتا ہے غیب کا صرف وہ معنیٰ نہیں ہے "اخبار وجود" وہ تو ایک خاص نکتہ ہے لیکن یہاں اگر لفظ غیب کا مطلب ہر قسم کی مستور حقیقتیں، جتنے حقائق لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں جتنے علوم لوگوں کی نظروں سے چھپے ہوئے ہیں اور جس قدر لوگوں کو پوشیدہ اسرار کا علم نہیں ہے یہ پیغمبر تمام اسرار سے پردے کھول رہا ہے۔ اس کی ذات کاشف الحقائق ہے، کاشف الغیوب اور مظہر الحقائق ہے یہ نبی کریم ﷺ کی شان ہے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ وہ نبی ہے کہ غیب پر بخیل نہیں ہے مطلب یہ کہ یہ نبی ان باتوں کہ بتانے میں فیاض ہے، کریم ہے (سخی کا لفظ میں استعمال نہیں کروں گا) صاحب جود و سخا ہے (مطلب یہ کہ سخی اپنا پرایا بھی دیکھتا ہے) ان کے پاس کوئی آ جائے یہ علم کی نعمت کو اپنے بیگانے کو بلا تمیز بتا دیتے ہیں ان کی دعوت اپنوں اور بیگانوں دونوں کے لئے عام ہے۔ یہ ان کے علم کی شان ہے۔ غایت درجہ کریم ہیں جو اس باب کرم سے ایک قطرہ ہی پی لے اس کے علوم کی وسعتوں کو جاننے والا کون ہے جو پی لے زندگی میں ایک پیمانہ محمد (ﷺ) کا تو یہ اس نبی کی شان عظمت ہے۔ یہ تو تھی نبی ﷺ کے حوالے سے بات اور جو کتاب آپ ﷺ لے کر آئے ہیں یہ کتاب کیا ہے؟ جس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" یہ کتاب ایسی ہے جو ہر ایک چیز کا واضح اور روشن بیان ہے۔ دوسری جگہ فرمایا گیا "ہم نے اس کتاب میں کوئی شئے بیان کرنے سے چھوڑی نہیں ہے ہم نے ہر شئے کا تفصیلی بیان اس کتاب میں

Marfat.com

رکھ دیا ہے ''کوئی چھوٹی اور بڑی بات ایسی نہیں ہے جو اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔ زمین کی پہنائیوں میں کوئی ذرہ، کوئی قطرہ، کوئی پتا ایسا نہیں ہے۔ کہ جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو اب بتاؤ کہ یہ یہ کتاب کس قدر عظیم ہے کس قدر علوم میں جامع ہے اور کتنا بڑا علم لے کر آئی ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اللہ کے علوم کی امین ہے اور اس میں علوم الٰہیہ ہیں کہ جس پر انسانی علوم پرواز کر کے بھی حقیقت اور اتھاہ گہرائیوں کو نہیں پا سکتے جیسا کہ اقبال نے فرمایا اور اشعار کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے ''اس کتاب سے کروڑوں علماء پیدا ہوئے اور ابھی بھی کام جاری ہے اور تشنگیاں برقرار ہیں''

اس علم کی کتنی عظمت ہے کہ قرآن نے علم کی دنیا میں جو انقلاب پیدا کیا ہے آج دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں، بے شمار ادیان ہیں اور بے شمار لوگوں کے پاس لاتعداد کتب ہیں اگرچہ ان کی ہیئت جیسے بھی ہے۔ وید ہیں تورات ہے، زبور ہے مگر قرآن پر علم کے اعتبار سے جتنا بھی کام ہوا ہے میں اگر شعبے گنوانے لگ جاؤں تو وقت چاہئے صرف اہم باتیں بیان کروں گا۔

تفسیر کے حوالے سے، قرأت، تجوید، ایجاز واختصار، رموز واوقاف، حروف کے حوالے سے یہ وہ علوم ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں ان تمام حوالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ''المرجان زرکشی'' کی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں۔ امام سیوطیؒ کی '' الا تقان فی العلوم التفسیر ''، دیکھ لیں اتنے علوم بیان ہوئے ہیں کہ پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے کہ اس امت نے اس کتاب پر کتنا کام کیا ہے اور کرنے کے باوجود اب بھی سورج رہے ہیں کہ اب تک تو ہم صرف کنارے پر کھڑے ہیں اندر نہیں گئے۔ علم کی اندرونی کیفیتوں تک ابھی ہماری رسائی نہیں ہوئی ہے

قرآن کے علوم کے بارے میں حکیم ابوبکر رازیؒ کا قول ہے کہ میرے جیسے ناقص العلم کے نزدیک قرآن میں 50,000 علوم بیان ہوئے ہیں اس وقت اگر علوم جمع کیا جائے تو 1,000 سے زیادہ تعداد نہیں بنتی جبکہ آپ جیسے ایک مفکر و مفسر کا یہ قول جن کی قرآنی علوم پر ایک وسیع نظر ہے یہ ظاہر کرتا ہے ابھی بندوں پر وہ ابواب نہیں کھلے جو قرآن نے بیان کیے ہیں۔ ہمیں تو اپنی کتاب کی قدر و قیمت ہی نہیں ہے قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر علمائے کرام نے کلیاں ڈالی ہوئی ہیں اسکی تشریحات و توضیحات کر رہے ہیں اور عام لوگوں کی وہاں تک رسائی نہیں ہے ہمارے نبی پاک ﷺ جو پیغام لیکر آئے ایسی عظیم الشان کتاب لیکر آئے ہیں اس کتاب ہدیٰ کا پہلا درس کیا ہے؟

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ پڑھئے اپنے رب سے جس نے ہمیں پیدا کیا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَق انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا

یعنی اللہ نے انسان کی اس حقیقت سے آغاز کیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر انسان کا مادہ خلقت 40 دن تک نطفے کی صورت میں رہتا ہے نطفہ کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ تھوک (لعاب دہن) کی طرح ہے نہ اس میں حس ہے نہ حرکت اور فرمان ربی ہے کہ اس بے حس و حرکت مادے سے ہم نے کتنے عظیم الشان انسان تعمیر کیے ہیں اللہ کی قدرت دیکھو کتنے بڑے بڑے عالم، حکماء، ادبا اور دانشور ہم نے پیدا کیے کہ کیا تمہیں اللہ کی عظمت پر یقین نہیں اللہ کی ربوبیت والوہیت پر ایمان نہیں آیا قرآن کی اس آیت میں دعوت دی گئی ہے پڑھنے کی، علم حاصل کرنے کی

انسان کو جو کوئی قابل ذکر شئے نہیں تھا تو اس انسان کو دعوت دی گئی کہ اے انسان! میں نے تیرے پاس وہ پیغام بھیجا ہے کہ جسکا نقطہ آغاز ''اقراء'' ہے۔ اللہ نے انسان کو قلم سے لکھنا پڑھنا سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا یہ تو قرآن کی دعوت ہے اور علم کی دعوت ہے اور نبی اس

Marfat.com

علم کی دعوت کیساتھ اسی دنیا میں تشریف فرما ہوئے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جو نبی ﷺ آئے ہیں وہ ''بے پڑھے'' ہیں انہوں نے کسی سے پڑھا نہیں ہے۔ یہاں ان پڑھ لفظ میں استعمال نہیں کروں گا کیونکہ بے پڑھے اور ان پڑھے میں بڑا فرق ہے آپ ﷺ بے پڑھے ہیں جن میں آئے ہیں وہ ان پڑھ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا ''ان پڑھوں میں بے پڑھا رسول ﷺ بھیجا''

کتنے بڑے علم کے ساتھ آپ ﷺ تشریف لائے کہ جس علم کی فضیلت و عظمت کو دنیا جان نہیں سکی۔ اس نبی کے کمال کو دیکھو اس بے پڑھے نبی نے ان پڑھوں میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے ان میں اگر حضرت عمرؓ کو بیان کریں تو انکے علوم پر بحث نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا ہے اور میں نے پیا اور اس کی تری اپنے ناخن تک محسوس کی کچھ بچ گیا میں نے عمرؓ کو دے دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضور ﷺ اس سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''علم'' یعنی ایک نبی ﷺ سے ایک صحابیؓ کو فیضان پہنچا۔ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کے انتقال سے اگر دنیا میں علم کے 10 حصے فرض کیے جائیں تو ۹ حصے دنیا سے اٹھ گئے ہیں۔ آپؓ اتنے بڑے عالم تھے ان پڑھوں میں اس بے پڑھے نے اتنا بڑا انقلاب پیدا کیا ہے کہ آدمی ہے کہ جس کے علوم پر کروڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن کی سیاسی بصیرت نظام حکومت، اصلاحات، تقویٰ و پرہیز گاری پر، جس کی کہیں نظیر نظر نہیں آتی

یہ بے پڑھا نبی ہے کہ جس نے اتنا بڑا انقلاب پیدا کیا ہم اس نبی کے ماننے والے ہیں جس نے بغیر کسی سے تعلیم لیے اتنا بڑا ''علمی انقلاب'' رونما کیا کہ پوری کائنات ورطہ حیرت میں ہے

اللہ خود اس نبی سے کہہ رہا ہے کہ ''یہ نبی اُمّی ہے۔'' اُمّی کے معنی ہیں ''بے پڑھا''۔ حضور ﷺ ہیں تو امّی مگر مولانا جامی نے کیا زور دار جملہ کہا ہے جسکا مفہوم ہے'' ''حضور ﷺ ہیں تو بے پڑھے مگر سارا جہاں علوم انھی سے پڑھتا ہے۔'' جتنے علوم کے دروازے کھلے ہیں انھی کے قدم سے کھلے ہیں جتنی فتوحات ظاہر یا باطن، عرفان کی جتنی دولتیں ہیں انھی کے قدموں سے لٹائی گئی ہیں۔ علم و عرفان ہو یا وجدان و رضوان ہر شئے نبی پاک ﷺ کے قدموں سے نکلی ہے حق تو یہ ہے کہ جنھوں نے جو کچھ پڑھا ہے اس پڑھنے کی جو عظمتیں ہیں جو رفعتیں ہیں اس پر کام کیا جائے تو بھی ان حضرات کی بھی سمجھ نہیں آتی، مولانا جامی مزید فرماتے ہیں کہ ''آپ ﷺ کا سایہ نہیں مگر سارے جہان پر آپ ﷺ کے علم و عرفان و آگہی کا سایہ ہے'' یہ ساری کائنات آپ ﷺ کے علوم ہی سے روشن ہے اور کائنات کو جو علوم کی دولتیں ملی ہیں وہ مصطفےٰ کریم ﷺ کے قدموں سے ملی ہیں اس رسول ﷺ نے علم کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اس نے لوگوں کو بتایا ہے کہ علم کو دو حوالوں سے دیکھنا ہے ایک علم والوں کے حوالے سے اور ایک علم کے حوالے سے اور ان لوگوں کے جنھیں علم دیا گیا ان کے درجات بلند ہیں یہ قرآن نے ایک لافانی اور ایک ابدی جملہ کہا ہے اور یہ میرے رب کا کلام ہے اس ذات نے یہ مخصوص نہیں فرمایا کہ کہاں تک درجات بلند ہیں مگر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی ہو یا برزخ کی، آخرت کی زندگی ہو یا جنت کی ہر جگہ اہل علم اونچے ہیں جو چاہتا ہے کہ وہ علوم کا مالک بن جائے اور اسے بلندی مل جائے تو اسے چاہیئے کہ علم حاصل کرے یعنی علم حاصل کرنے سے درجات کی بلندی کا وعدہ کیا گیا ہے (اب یہ جاننا ہوگا) کہ درجات کی بلندی کیا ہے؟

دو باتیں مفسرین نے بیان کی ہیں ایک بات یہ کہ اللہ نے قید نہیں لگائی کہ کہاں تک درجات بلند ہیں آج بھی دیکھیں عصر حاضر میں جن لوگوں نے علم پر کام کیا اس پر محنت کی ان کا علم اگرچہ مادی ہے میں یہاں علم کی تخصیص نہیں کر رہا کہ علم سے مراد روحانی علوم ہیں یا مادی علوم ہیں جن لوگوں نے مادی علوم پر کام کیا ہے ان کی کیفیت یہ ہے کہ افغانستان کا تورا بورا بنا دیا اور پورا عالم اسلام بغلیں دابے ہوئے

Marfat.com

ہے ان کے بڑے بڑے بمبار B-52 جنگی طیارے تمھارے میزائلوں کی رینج سے اوپر جا رہے ہیں ان کے طیارے آواز سے زیادہ تیز رفتار ہیں وہ وہاں ہارورڈ، بوسٹن اور فلاڈلفیا وغیرہ میں بارڈر پر ریڈار لگا کر خلائی رسد گاہوں کے ذریعے ساری دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔ ان کی نظر سے سوئی بھی اوجھل نہیں انھوں نے علم میں اتنی ترقی کی ہے اور یہ انسان کے مادی علم کی ترقی ہے۔ مگر ہم نے اس معاشرے میں موبائل فون تک ترقی کی ہے یہ ہماری مادی ترقی ہے ہم اس میں بڑے خوش ہیں جس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں اس نے بھی یہ بٹیرا (موبائل فون) پکڑ رکھا ہے۔ ہمارے حال اتنے خراب ہیں کہ دوران نماز جیبوں میں گھنٹیاں بج رہی ہیں اور دوران سفر ڈرائیونگ اس کا استعمال بے دریغ کیا جا رہا ہے ہمیں اس دشمن نے ان کاموں پر لگا رکھا ہے اور خود فضاؤں میں خلاؤں میں ریسرچ کر رہا ہے۔ مریخ پر اس کے جہاز پرواز کر رہے ہیں کہ دیکھیں پانی ہے کہ نہیں وہاں آبادی ہو سکتی ہے کہ نہیں سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں میں اپنے واچ اینڈ وارڈ سسٹم کو بحفاظت رکھا ہے کہ جب چاہیں گے نکال لیں گے اور وہاں تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے۔ بحر و بر پر وہ لوگ قبضہ جمائے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مانو ہماری عظمت کو۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمان دنیا میں علم کی وجہ سے بڑا امتیاز تھا مگر یہاں ذکر چونکہ مادیت کا ہے تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مادی لحاظ سے دنیا نے بڑی ترقی کی ہے لیکن قرآن کی دعوت علم کی دعوت ہے اور حضور ﷺ نے جو علم کی دعوت دی اس میں لوگوں کے حوالے سے بتایا کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ان لوگوں کے درجات بلند ہیں۔ They can claim superiority throughout the globe. وہ دنیا پر اپنی supermacy کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ''اہل علم'' ہیں۔ آج ہم لوگوں کو یہودیوں کی طرف USA کی طرف، UK کی طرف کیوں بھاگتے ہیں دنیا Canada کیوں بھاگتی ہے کیونکہ ان کے پاس علم ہے علم کھینچ کر لے جا رہا ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمیں علم کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے بندو! (اللہ نے ہمیں پہلے بتا دیا ہے) جو چاہتا ہے کہ دنیا پر Command & Control ہو، دنیا ہماری Dictation & Direction پر چلے اور دنیا میں Leading Role ادا کریں تو پھر اس کا جواب قرآن میں ہے کہ برتری علم کے ذریعے ہے اس کے بغیر نہیں ہے پاکستان میں 55 سال سے یہی ''ٹوپی ڈرامہ'' ہو رہا ہے کہ علم نہیں آیا۔ اپنا تجربہ بیان کرتا ہوں اورینٹل کالج راجن پور میں بطور لیکچرر میری پوسٹنگ ہوئی وہاں کے لوگوں نے مجھے چٹھی لکھی کہ جناب آپ یہاں تشریف نہ لائیے گا، کام خراب ہو جائے گا، ہنگامہ ہو جائے گا، لہٰذا بعد میں مجھے اپنی ٹرانسفر منسوخ کرانا پڑی۔ ایوب دور تک ایک زمانہ یہ بھی رہا کہ لوگ سکول اور کالج کھولنے نہیں دیتے تھے، لیکن آج بھی شرح خواندگی صحت مند نہیں ہے اگر ہم اس کا بیرونی دنیا سے موازنہ کریں۔ ہم لوگ اپنے بجٹ کا صرف 2 فیصد علم پر خرچ کرتے ہیں اور اس پر بھی ہمیں ترس نہیں آیا اور اسے بھی ہم نے کاروباری بنا دیا ہے استاد دھکے کھاتا ہے معاہدوں پر نوکری کرتا ہے پولیس اور فوج والے کی نوکری پکی اور جو علم پڑھا رہا ہے وہ Contracts پر دھکے کھائے وہ دو دو سال کے لئے نوکری تلاش کرتا پھرے وہ قومیں کیسے سرخرو ہو سکتی ہیں جو صرف دعویٰ کریں اس لئے اقبال نے کہا۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا تھا آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی۔ وہ خلائی لیبارٹریاں جو ہاورڈ، واشنگٹن، ہوسٹن میں، کینیڈا میں ہیں کسی زمانے میں

Marfat.com

سرزمین اندلس میں تھیں، قرطبہ میں تھیں اور مسلمانوں نے اتنا کام کیا مگر ہم نے سارے کام کو پس پشت ڈال دیا ہے آج بھی فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، باٹنی میں اور جتنے دیگر شعبہ جات ہیں آپ دیکھیں گے کہ مسلمان مشاہیر نے بڑا کام کیا ہے۔ انگریزوں نے ہماری تصنیفات چرالی ہیں انہوں نے ان کتب کے ٹائیٹل بدل دیے ہیں۔ ابن الہیثم جیسا آدمی ان کے پاس نہیں ہے، یعقوب کندی جیسا آدمی انکے پاس نہیں ہے۔ الفارابی جیسا شخص اور عمر خیام جیسی ہستیاں ان کے پاس موجود نہیں ہیں، مسلمانوں کے پاس بڑی بڑی شخصیات آئی ہیں۔ ہم تو کچھ نہیں ہیں۔ اس لئے اقبال نے کہا (آج تو ضرورت ہے اقبال کو زندہ کرنے کی پاکستان میں انہیں بھی فراموش کیا جا رہا ہے) تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

"you cannot be compared with your fore fathers"

تو یہ ان ہستیوں کی عظمت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو زاویوں سے دیکھو علم والوں کو اور علم کو۔ ایک وہ جنہوں نے آیات قرآنی پر غور کیا۔ علم والوں کی شان یہ ہے کہ جس نے اللہ کی کتاب میں ایک لمحے کے لئے غور کیا کہ اس کا معنی سمجھ میں آئے تو وہ ستر سال کی بے ریا عبادت سے اچھا ہے عالم کا سونا اور عابد (جاہل) کی عبادت گزاری کسی طور برابر نہیں ہو سکتی حضرت سلطان باہو نے کیا خوب کہا ہے

کی ہویا جے راتی الو جاگن تے جے مرشد جاگ نہ لائی ہو

عالم سو رہا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کر رہے ہیں اور اگر وہ خود دعا مانگ رہا ہے تو عشق و بندگی میں اتنا محو ہے کہ اسے پتہ نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے؟

باجھ علم جے کریں فقیری تے کافر مرے دیوانہ ھُو

لیکن ہماری حالت زار بالکل ہی مختلف ہے ہم علوم کے بارے میں بالکل خاموش ہیں اور آپ ﷺ کا جیسا کہ فرمان پیچھے گزر چکا ہے کہ "اہل علم کے درجات بلند ہیں" اس علم کی وجہ سے ان کے درجے اس دنیا میں بھی بلند ہیں اور اگلے جہاں میں بھی بلند ہیں اقبال نے یہی بات اپنے اس شعر میں سمجھائی تھی کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

مگر ہمارے ہاں عشق و محبت ڈراموں اور نتیجہ کار شادیوں تک محدود ہیں جس میں نوجوان نسل کو اس جانب مائل کیا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے باہر وہ سوچ ہی نہیں سکتے اور اپنا اصل نصب العین بھلا چکے ہیں۔ ہمارے "عشق کے امتحان" ایسے ہیں کہ لڑکوں کو ٹی وی ڈراموں میں ایسے گندے طریقے بتاؤ کہ پوری قوم ذہنی و عملی طور پر بدمعاش بن جائے

تو ہی نادان چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی تھا

یہ قوم حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ دنیا میں سرخرو وہی قومیں ہوتی ہیں، قد آور وہی بنتی ہیں سر نکال کہ وہی چلتی ہیں جن کے پاس علمی برتری ہے جنکے پاس علم کی فضیلت ہے جو علم کی دولت سے بے بہرہ ہیں وہ سرخرو نہیں ہو سکتیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو علم والے ہیں تو یہ ظاہر ہوا کہ اہل علم کے سوا کوئی اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ علم اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے۔ جس عالم میں اللہ کا ڈر اور خوف نہیں آیا وہ عالم نہیں ہے عالم ہوتا ہی وہ ہے جس میں اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ اللہ فرماتا ہے" انما یخش اللہ من عبادہ العلماء" آپ نے فرمایا جس قدر کسی میں علم ہے اسی قدر اس میں اللہ کا خوف ہے اور جس کو اس ذات باری تعالیٰ کی معرفت چاہیئے تو اللہ

Marfat.com

خود فرماتا ہے کہ "اللہ خود شاہد ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" (سورہ آل عمران۔) نیز اللہ کی توحید پر گواہی یا تو فرشتوں نے دی ہے یا اہل علم نے دی ہے اور علم والوں میں بھی وہ جو انصاف پر قائم ہیں اور اس سے پتہ چلا کہ علم میں دو طبقے ہیں ایک انصاف والوں کا اور ایک ظلم والوں کا۔

جو انصاف والے ہیں جو منصفین ہیں جن کے علم نے انھیں انصاف سکھایا انھوں نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں وہ شرک سے باز آ گئے۔ یہی اہل علم کی فضیلت وعظمت ہے ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ آپنے توحید کی گواہی پر علماء کو پیش کرتا ہے کیونکہ یہ انصاف پسند عالم ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے "لاموجود الا اللہ" پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو علم والے ہیں دنیا میں جتنی تحقیقات ہیں ان سب کو جانتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ علم تحقیق وریسرچ کا راستہ کھولتا ہے نیز اہل علم کی برابری نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا گیا کہ جو لوگ جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا بینا اور نابینا برابر ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں اہل علم کو اللہ نے برتری دی ہے، اللہ نے فضیلت دی ہے۔ اہل علم عام لوگوں سے نہیں ہیں اللہ نے انھیں علم سے برگزیدہ کر دیا، ممتاز کر دیا ان کے مراتب اور درجات اونچے کر دیئے نیز آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت میرے ادنیٰ امتی پر۔ تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علماء حقیقی معانی میں آپ ﷺ کے جانشین وجانثار ہیں پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ اے لوگو! عالم بن جاؤ، اگر عالم نہیں تو طالب علم بن جاؤ، اگر علم پڑھنے کے لئے بھی فرصت نہیں تو ان کی صحبت میں بیٹھنے والے بن جاؤ اگر صحبت کیلئے بھی وقت نہیں تو ان سے محبت کرنے والے بن جاؤ، پانچواں نہ بننا کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس لئے جیسے اس دنیا میں زندگی اور سلامتی چاہیئے، برکتِ ظاہری وباطنی چاہیئے علماء کی صحبت میں بیٹھے ان سے محبت کرے ان سے پڑھے اور عالم بن جائے اگر ان پر عمل پیرا نہ ہوا تو اس شخص نے قرآن کے حقائق ومعارف کو نہیں جانا۔ اگر علم سیکھنا ہے تو تعین ضروری ہے کہ کون سا علم سیکھنا ہے؟ اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ "علم نور ہے" علم روشنی ہے اس کائنات میں جہالت کی تاریکیوں کو مٹانے کے لئے سوائے علم کے اور کوئی روشنی نہیں ہے لہٰذا جو چاہتا ہے کہ اندھیروں سے نکلے اور اجالوں میں آئے ظلمتوں اور تاریکیوں کے بادل چھٹ جائیں اور ہر طرف اجالا اور سویرا ہو جائے وہ علم حاصل کرے اور پھر دوسری بات ارشاد فرمائی کہ جو آدمی علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلے گا اس کا نکلنا کیسا ہے؟ جو آدمی ایسی راہ پر چلے کہ جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہو، پڑھنے کے لئے نکلے (خواہ وہ کسی جگہ کا ہی سکول ہو) اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی راہوں میں سے ایک راہ پر چلاتا ہے علم نور ہے، علم کا راستہ جنت کا راستہ ہے اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ایک طالب علم، علم حاصل کرنے کے لئے چلتا ہے تو فرشتے اس کے قدموں کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں اس سے برکت لینے کے لئے، جیسا کہ میر حیدر علی آتش نے کیا خوب کہا ہے

تر دامنی پہ ہماری شیخ نہ جائیو — دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

یہ علم والوں کی شان ہے اور یہی نہیں کہ صرف فرشتے ادب کرتے ہیں، قرآن نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جس سے علم والے کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ کون ہے جو بلقیس کا تخت لائے گا؟ جنوں میں ایک بھاری بھرکم جن کھڑا ہوا اور کہا کہ میں جاؤں گا آپؑ نے اس سے پوچھا کہ کتنے عرصے میں لاؤ گے؟ تو اس نے کہا کہ آپ کچہری برخاست کریں تخت آ جائے گا آپؑ نے فرمایا نہیں (اس جن کے پاس "اسم اعظم" تھا جبکہ آپؑ کے پاس زبور کا علم تھا۔ حدیث کی ۱۲ کتب میں ۱۶ اسماء اعظم بیان ہوئے ہیں) تو پھر اس نے مزید کہا کہ آپؑ آنکھ جھپک کر سیدھی بھی نہ کر پائیں گے کہ تخت حاضر ہوگا۔

Marfat.com

صحابہ کرامؓ کی جماعت ایران میں رستم کے قلعے کا محاصرہ کیئے ہوئے تھی۔ حضرت معاذ بن جبل اس قلعے کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ اس نے (رستم نے) آپؓ سے کہا میری بات سنو! آپؓ نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ تو بولا جتنا مرضی معائنہ کرلو اس کی فصیل بڑی موٹی ہے دو گھوڑے اس پر دوڑ سکتے ہیں، دریا اس کے اندر سے گزرتا ہے، پانی کی ہمیں کمی نہیں تو ۱۰ سال بھی اس کا محاصرہ کرو یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکتا اس کی دیواریں بڑی مضبوط اور ہمارے وسائل بڑے قوی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا بس! تمھاری دیواریں اگر قوی ہیں تو میرا اللہ بڑا قوت والا ہے۔'' مختلف کتب میں اس حوالے سے لکھا ہے حضرت معاذؓ کو غصہ آ گیا فرمایا تو مجھے بڑی بڑائیاں بیان کر رہا ہے فرمایا ''اللہ'' سارے قلعے کی دیواریں پاش پاش ہو گئیں ایک علم یہ بھی ہے کہ جس کے پاس ''اسم ذات'' آ گیا اس کے سامنے تمام تکنیکیں بے کار ہیں۔

آج ہم اندر سے مرے ہوئے ہیں ہمیں دنیا کی حرص، پیسوں کی خواہش نے گندہ کر دیا ہے۔ باطن میں وہ قوت نہیں رہی کہ ایک لا الہ الا اللہ کے فقرے سے کائنات ہلائی جا سکتی ہے یہ علم کی شان ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے '' طَلَبَ الْعِلْمُ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ '' ہر مسلمان مرد و عورت پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ علماء نے اس کی توجیح کی کہ اتنا علم حاصل ہونا چاہیئے کہ جس سے عمل میں آسانی ہو جائے اور دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا ''علم بغیر عمل کے ایسے ہے جیسے جسم ہو بغیر جان کے''

ہمارے دعوے بڑے ہیں مگر عمل ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہمارے اعمال میں قوت علم کے امتزاج سے آئے گی اور اگر علم ہے عمل نہیں ہے تو پھر ''تورات'' والوں کا ذکر کیا گیا کہ ان کا حال بالکل ایسے ہی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لادی ہوئی ہوں۔ ہماری بالکل آج یہی پوزیشن ہے کہ گدھے پر کتابیں لادی ہوئی ہیں اور گدھا ہنہنا رہا ہے اور جس کا دل چاہتا ہے اس پر زین کس دیتا ہے۔

دیکھو علم حاصل کرو یہ نہ سوچو کہ اس کے لئے تمھیں سفر کرنا پڑ رہا ہے اور عمروں کو خاطر میں نہ لاؤ اور علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر میں اترنے تک اور شعبہ ایسا نہ ہو کہ جس سے تم بیگانہ رہ جاؤ جو وقت علم کے پڑھنے میں گذرتا ہے حتیٰ کہ فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جہاں درس قرآن ہو رہا ہو وہاں نفل نہیں پڑھنے چاہیے اور نفل سے بہتر ہے کہ درس قرآن سنو۔ آپ جاہلوں کو دیکھیں گے کہ وہ قرآن کی دعوت کو سننا نہیں چاہتے نفل اختیاری عبادت ہے اور علم حاصل کرنا فضیلت میں شمار ہے کہ اسے اس دوران کسی ایسی بات کا پتہ چل جائے جو اس کی نجات کا باعث بن جائے لہٰذا زندگی کے ہر مرحلے پر علم حاصل کرو اور آپ ﷺ کو علم کے ساتھ اس قدر وابستگی تھی کہ بدر کے قیدی پکڑے گئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ہم تم سے فدیہ نہیں لیتے تم ہمارے بچوں کو پڑھا دو چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ جو کاتب وحی ہیں انھوں نے اس طرح سے علم سیکھا اور آپ ﷺ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ایک یونیورسٹی قائم کی ہے مکہ میں بھی قائم کی، مدینے کی یونیورسٹی ہر قسم کے خطرے سے پاک تھی اور مکہ کی یونیورسٹی کافروں میں گھری ہوئی تھی وہ دار ارقم تھا۔ دار ارقمؓ میں حضور ﷺ صحابہؓ کو تعلیم دیتے تھے وہ مکہ میں علم و عرفان کا چشمہ تھا، لیکن مسلمان مغلوب تھے ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دار ارقمؓ کو ایسے نظام سے بدلا اور اصحاب صفہ یونیورسٹی قائم کی صفہ یونیورسٹی ایک سائبان تھا، وہ چبوترہ آج بھی مسجد نبوی ﷺ میں یادگار ہے اس میں پڑھنے والوں کا اگر میں ایک ایک کا تعارف کرواؤں تو زمانہ چاہیئے ان میں ایک عبد اللہ ابن مسعودؓ ہیں۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار اشخاص سے قرآن سیکھو ان میں ایک ابن ام عبدؓ، عبد اللہ ابن مسعودؓ، ہیں۔ ان کی کیا کیا برکات ہیں۔ آپ ﷺ جب بھی اپنی نعلین مبارک اتارتے فوراً پکڑ لیتے اور کسی کو ہاتھ نہ لگانے دیتے انھیں علم تھا کہ ان جوڑوں کا اٹھانا اور سینے سے لگانا یہ وہ قدم ہیں جہاں علم کی انتہائیں ہیں وہ ان قدموں کو چومتے تھے جو منتہائے علوم تھے۔ آپؓ صاحب نعلین کہلاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے گھر میں آنے کی اجازت ہے حتیٰ کہ میں تمھیں روک دوں۔

Marfat.com

رات کو حضور ﷺ گزرے تو دیکھا کہ ابن مسعودؓ قرآن پڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن مسعودؓ کی قرات میں قرآن پڑھا کرو۔ آپؓ امام ابوحنیفہؒ کے دادا استاد ہیں۔ یہ اس ذات سے پڑھے ہیں کہ جس ذات سے علوم نکلے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے انھوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں انھیں خوشخبری دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جو اللہ کی خوشنودی چاہے تو اسے چاہیئے کہ ابن مسعودؓ کی قرات میں قرآن پڑھے۔ یہ تو تھے ابن مسعودؓ جو اس درسگاہ کے پڑھے ہوئے تھے۔

اگر آج دنیا میں سوا ارب مسلمان ہیں تو ان میں ۹۰ کروڑ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار ہیں اور ابن مسعودؓ، امام اعظمؒ کے دادا استاد ہیں اور وہ سب کا سب عبداللہ بن مسعودؓ کا school of thought ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی نیز فرمایا کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ الحمدللہ سب سے بڑی جماعت حنفیوں کی ہے۔ اہل سنت کی ہے اور یہ شرف ہمیں حاصل ہے کہ ہم اس امام کے نام لیوا ہیں کہ جن کے بارے میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ''ابوحنیفہؒ فقہ میں وہ مقام رکھتے ہیں جیسے گھر کا سردار ہو اور اس کے سامنے دیگر اشخاص خانہ بچے ہوں۔'' آپؒ کو سراج الامت قرار دیا گیا ہے۔

اصحاب صفہ کا ذکر کرتے ہوئے میں دوبارہ کہوں گا کہ یہ اشخاص آپ ﷺ سے درس لیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک گروہ کو اصحاب صفہ میں دیکھا کہ وہ تسبیحات پڑھ رہا ہے، آپ ﷺ نے مسرت کا اظہار کیا آگے بڑھے دیکھا کہ ایک گروہ پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا، سیکھنے سکھانے میں، مصروف مشغول تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس کھڑے ہوئے پھر ان میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تم میں سے ہوں اور معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' نبی اکرم ﷺ نے علم کی حقیقت کو اجاگر کر دیا ہے اب علم کون سا حاصل کیا جائے اب قرآن میں ہے کہ ہاروت اور ماروت کے پاس دو فرشتے بابل میں اتارے گئے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ وہ ان سے ایسا علم سیکھتے تھے کہ جو ان کو نقصان دیتا تھا فائدہ نہیں دیتا تھا۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ علم کی دو نوعیں ہیں۔ استفادے کے لحاظ سے، حصول کے لحاظ سے اور اس کو اپنانے کے لحاظ سے۔ ایک علم مفید ہے اور ایک علم غیر مفید۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ وہ علم جو انسان کے اخلاق کی تعمیر نہ کرے اس کی سیرت نہ نکھارے اور اسے اللہ کا بندہ نہ بنائے اور اس میں تہذیب انسانی کے عناصر وعوامل کا ظہور نہ ہو تو فرمایا گیا کہ وہ علم غیر مفید ہے اور آپ ﷺ کی جامع ترین دعاؤں میں سے ایک دعا ہے کہ ''اے اللہ! میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے'' ہمارے زمانے میں بے شمار بے فائدہ علوم ہیں اور اسی طرح جو فائدہ مند علوم ہیں ان کی اجازت آپ ﷺ نے دی ہے۔ ''اے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو نفع بخشنے والا ہو اس لئے کہ نفع بخش زندگی میں بھی نفع دیتا ہے اور مرنے کے بعد بھی نفع دیتا ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین طرح کی باتیں مرنے کے بعد بھی نفع دیتی ہیں۔ ا۔ نیک بیٹا ۲۔ صدقہ جاریہ ۳۔ نافع علم۔ آپ ﷺ نے تلقین فرمائی کہ نافع علوم حاصل کرو اور غیر نافع علوم سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ علم تمھاری تعمیر نہیں بلکہ تخریب کرتے ہیں۔ اللہ نے قانون دے دیا اور سورہ فرقان میں بتا دیا کہ اللہ کے بندے جب کسی لغو چیز سے گزرتے ہیں تو پہلو بچا کر گزر جاتے ہیں دوسری جگہ فرمایا کہ وہ لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد بخاری شریف میں ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے کہ جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اور جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور آج مسلمان بے فائدہ کاموں میں پڑے ہیں۔ کبوتر اڑا رہے ہیں، تاش کھیل رہے۔ میچ دیکھ رہے ہیں، کوئی کام نہیں تو لڈو کھیل رہے ہیں اور اگر شب برات آئی تو پٹاخے چلانے میں مصروف ہیں کہ کہیں رحمت کا فرشتہ نیچے نہ آ جائے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ''انار'' (پٹاخہ) کتنے کا ہے کہنے لگا مولوی صاحب!

Marfat.com

50روپے کا۔ میں نے کہا کسی غریب کو روٹی کھلا دو۔ 50روپے جل جائیں کسی غریب کا پیٹ نہ بھرے جب یہ سوچ ہو جائے پھر وہ قوم کیسے ترقی کرے گی؟ جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا اور کیونکر خرچ کریں تو آپ ﷺ انھیں فرماتے کہ جو ضرورتوں سے بچ جائے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ مگر دنیا کا جو بے ہودہ کام ہے وہ مسلمانوں نے پکڑ لیا ہے ان میں ایک پتنگ بازی ہے اور جان لو کہ ان لوگوں پر جو اس سے باز نہ آئیں گے ان کی خوب پکڑ ہو گی۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ مفید علم کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم دو ہیں ایک دین کا علم ہے اور ایک بدن کا علم ہے۔ بندے کا وجود دو چیزوں سے عبارت ہے ایک روح اور ایک بدن۔ جب روح نکل جائے گی تو یہ میانی صاحب کا مال ہے۔ روح سے انسان کا بدن بھی قائم ہے۔ دین کا علم بدن کو بھی ستھرا کرتا ہے اور روح کو بھی پاکیزہ بناتا ہے۔ روح اور بدن دونوں کے دکھوں کا علاج ہے۔ غسل و وضو، روزہ بدن ک اعلاج، جبکہ نماز تلاوت روح کی پاکیزگی، علاج اور بالیدگی ہے۔ قرآن کے علوم انسان کے بدن اور روح دونوں کا علاج کرتے ہیں اور طب انسان کے بدن کے عوارض کا علاج کرتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا "ہر بیماری کے لئے دوا ہے سوائے مرض الموت کے" طب کا علم بدن انسانی کو راحت و سکون پہنچاتا ہے اس سے بدن انسانی کو بیماریوں سے نجات ملتی ہے آپ ﷺ نے اس علم کی تائید فرمائی اب ہمارے ملک میں بفضل خدا ڈاکٹر اور حکیم بہت ہیں۔ ڈاکٹر جب کوئی شخص بنتا ہے تو کہتا ہے کہ قوم کی خدمت کروں گا۔ سپیشلائز کرنے کے بعد وہ ہاتھ دیکھتا ہے اور دو سطریں لکھتا ہے اور 1000 روپے کا تقاضا کرتا ہے یہ قوم کی خدمت ہے اور ایک دین کے علم کے ماہرین ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ تم آؤ تو سہی تمھاری تواضع بھی خود کریں گے۔

عصر حاضر میں لوگوں کی سوچ میں بڑا فرق آ گیا ہے اس مشینی دور نے انسان کی روح کو گندہ کر دیا ہے اس وقت سائنسی علوم پوری دنیا میں عروج پر ہیں اور سائنسی علوم نے جہاں انسان کی منفعت کے کام کئے ہیں وہاں مضر کام بھی کئے ہیں۔ آپ ﷺ نے positive پہلو بتایا تھا ہم نے Negative پہلو اختیار کیا ہے۔ آج دیکھیں کہ دنیا کی وہ قومیں جنھوں نے ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم بنایا کہ پھر جراثیمی بم بنا لیئے اور انسانی تباہی کے اتنے ہتھیار بنائے ہیں کہ پوری انسانیت لرزاں و ترساں ہے اور جس کے پاس جس قدر زیادہ ذخیرہ ہے وہ اسی قدر فرعون ہے اس کے ساتھ ہم یہ کہیں کہ یہ علوم بھی قرآن کی مرہون منت ہیں۔ ان سائنسی علوم نے فائدہ بھی دیا ہے جن میں فریج، سلائی مشین، اور نجانے کیا کیا ایجادات اس علم نے ہمیں دی ہیں لیکن اسلام کی تعلیم مثبت پہلو کی جانب ہے کہ وہ تعلیم عام ہو جس سے انسانیت فائدہ اٹھائے، انسانیت کی بہتری ہو عصر حاضر میں قرآن کی یہی دعوت ہے اور اس کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جو لوگوں کو مثبت حکم اور منفی کاموں سے بچانے والی ہو۔ انسانیت کی فلاح کا کام سب سے بہترین کام ہے اس کام کو علوم نبویہ کے حوالے سے جس گروہ نے سرانجام دیا ہے وہ علمائے ربانیین کی جماعت ہے۔ وہ اولیاء اللہ کی جماعت ہے۔ اولیاء اللہ نے وہ علوم پڑھے ہیں کسی درویش کے پاس جاؤ تانتا بندھا ہوا نظر آئے گا۔ بیٹے کے لئے دعائیں، صحت یابی کے لئے دعائیں کرانے کے لئے التجا ہو گی، دکھوں دردوں کے مداوے اسی لئے ان سے کرائے جا رہے ہیں وہ کسی سے نہیں کہتے کہ تیرا کچھ نہیں بنے گا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تم بھی پڑھا کرو میں بھی پڑھوں گا اور دعا کروں گا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا "علماء انبیاء کے وارث ہیں" یہ اس علم کے وارث ہیں کہ جس میں انسانیت کی فلاح کا درس ہے۔ اور فلاح انسانی کے لئے لوگوں کے لئے وہی کام ان درویشوں نے کیا جو آپ ﷺ نے کیا۔ آپ ﷺ نے مدرسہ بنایا، حضور ﷺ نے بتایا کہ اس کے لئے علم کے تقاضے کیسے پورے کرنے ہیں؟ مدرسہ ہو، استاد ہو، پڑھائی اور پڑھنے

Marfat.com

والے ہوں پھر علوم مفید پڑھاؤ جوان کی روح کو بالیدگی عطا کرے اور بدن کو تندرستی عطا کرے اور ان کے اندر اقدار انسانی آئیں انسانی اخلاق کی تعمیر ہو وہ ایسے ہوں کہ جوان کی صحبت میں بیٹھے وہ بھی منور ہو جائے۔ ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ خواجہ ابوالحسن نوری گزرے ہیں ان سے جب پوچھا گیا کہ طریقت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ سارے کا سارا ادب کا نام ہے۔ جسقدر جس میں ادب آیگا اسی قدر وہ مرید کامل ہوگا اور جس قدر اسے پیر کا ادب آجائے تو سمجھ جائے کہ پیر نے اسے سیدھے راستے پر ڈال دیا ہے۔ آپؒ (نوری صاحب) ایسے شیخ تھے کہ آپ کے بارے میں کشف المحجوب میں تحریر ہے کہ جوان کی صحبت میں بیٹھتا تھا وہ بھی نوری ہو جاتا تھا درویشوں نے وہ کام کیا جو رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا تھا الحمد اللہ ہم بھی ایک درویش کے واسطے سے اس کام کو کر رہے ہیں اور عصر حاضر میں اسی کام کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے درویشوں میں ہمارے سب سے بڑے شیخ مجدد ربانی نے علم کے تقاضے جو مکتوبات شریف میں بیان کیے ہیں ان میں سب سے بڑی پانچ چھ باتیں کہی ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ کہی ہے کہ قرآن وسنت کا علم حاصل کرو نیز اس علم کو حاصل کر کے صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس کام کو اس پیغام کو پھیلائیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ عالم کے جو علم والا ہے وہ وعظ نہیں کرتا لوگوں کو نصیحت نہیں کرتا انکو پیغام نہیں پہنچاتا فرمایا وہ ایسا ہے جیسے سلی سوئی بوری ہو۔ اور جو عالم وعظ ونصیحت کرتا ہے وہ کھلی بوری کی طرح ہے جو فیض لٹا رہا ہے اور لوگ لے جا رہے ہیں وہ چلتے دریا کی مانند ہے جس سے لوگ سیراب ہو رہے ہیں اور جس نے علم ہونے کے باوجود کسی کے مسئلے کا جواب نہ دیا اور اسے ٹرخا دیا یا اسے کہا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے تو قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی رگام دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ علم پڑھ کر بند بوری کر کے سینے میں رکھ لو، لوگوں تک بات کو علم کو پہنچاؤ اور اس کے پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ دینی مدارس قائم کرو یہ اس لئے کہ یہ مفید علم ہے اور روح کے ساتھ ساتھ بدن کی اصلاح بھی کرتا ہے اس کو انسان کامل بننے میں مدد دیتا ہے تو الحمد اللہ ہم نے اس مسجد میں جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی قائم کیا جو فیضان شیر ربانی کا نقیب ہے اور آپ کی تعلیمات وہدایت کی روشنی میں کہ میاں توکل اور بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھو اور یہ مدرسہ اللہ کے حکم سے کسی چندے سے نہیں بنا اور اس مسجد میں تین سال سے قائم ہے اور یہ ہماری "دستار فضیلت دستار بندی وسند فراغت کی تقسیم" کی محفل ہے اور اس میں ہم نے الحمد اللہ کسی سے ایک پیسہ چندہ نہیں مانگا لوگوں کو دعوت عام ہے کوئی فیس نہیں ہے، ہم کہتے ہے کہ آجاؤ پڑھانا ہمارا کام ہے ایک گھنٹہ سے پون گھنٹہ تک ایک پیریڈ تفسیر کا ور پھر اتنا ہی حدیث کا اور اتنا ہی علوم عربیہ وگرائمر وفقہ کا ہوتا ہے اور کم وبیش ۱۲ پیریڈ ہفتے میں ہوتے ہیں، اتوار کو تعطیل دی جاتی ہے اور اسطرح کام چل رہا ہے۔ میں قرآن وحدیث کو سننے، سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہوں اور اعمال کو درست کرو اور انہیں قرآن کی روشنی سے منور کرو اور اسکے ساتھ ساتھ حفظ وناظرہ اور قرأت کا اہتمام بھی ہے ہر اتوار کو نماز فجر کے ایک گھنٹہ بعد یہاں ختم خواجگان ہوتا ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کی ہدایت کے مطابق ختم شریف پڑھے جاتے ہیں اور اس کے اختتام پر درس قرآن ہوتا ہے الحمد اللہ جب سے یہ سلسلہ شروع ہے ابھی ہمارا پہلا پارہ مکمل نہیں ہوا جبکہ ۸ ویں رکوع سے ہم نے اسکا آغاز کیا تھا اور جو لوگ ان پاک محافل میں شرکت کا شرف حاصل کرتے ہیں انہیں اس بات کا علم ہے

علاوہ ازیں ہم نے دینی کتب کے تراجم کرائے ہیں، دینی کتب لکھی اور دینی کتب ترتیب دی ہیں اور دینی کتب کی اشاعت کی ہے تحریری کام لوگوں تک پہنچایا گیا ہے علاوہ ازیں واعظوں کی کیسٹوں کو بھی ترتیب دیا ہے۔ اور یہ تیرہویں سال کا آغاز ہے اور یہ ماہانہ محفل میلاد باقاعدگی سے ہو رہی ہیں۔ جس میں جید عالم دین مدعو کیے جاتے ہیں جو آپ تک اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات بخوبی

Marfat.com

پہنچاتے ہیں اور اس میں ہمارے ہاں وہ عالم دین نہیں آتے جو موضوع پر بات نہیں کرتے۔اور یہی نہیں خطیب حضرات اس ضمن میں نوٹس بھی ترتیب دے کر لانے لگے جن کی تیاری میں شب وروز کی محنت شامل ہے۔اور اس امر کے خواہاں ہوتے ہیں کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے اور میں اس مرد درویش صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کو ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہوں کہ اس مرد درویش نے میاں صاحبؒ کی جو شمع اجاگر کی ہے وہ اپنے برگ و بہار لا رہی ہے اور یہ گاڑی چوتھے نہیں بلکہ فائنل پانچویں گیئر میں پڑ گئی ہے اور انشاء اللہ جن طلباء کو ہم پڑھا رہے ہیں (ہمارا چار ماہ کا ایک سمسٹر ہے اور ایک سال میں تین سمسٹر ہوتے ہیں الحمدللہ یہ تیسرا سال ختم ہونے والا ہے میں نو پاروں کی تفسیر پڑھا چکا ہوں اور صحاح کی ساری کتب سے میں احادیث پڑھا) چکا ہوں اس وقت بے شمار دینی مدارس ہیں مگر اتنا نصاب 10 سال میں نہیں پڑھایا جاتا ہے جتنا کہ ہم ایک سال میں پڑھا دیتے ہیں اور وہ پھر وہاں طالب علموں میں شعور اجاگر نہیں کیا جاتا کہ وہ لکھنے پڑھنے والے بن جائیں۔ہمارے ہاں ایک صاحب جن کا میں یہاں mention کرونگا ''خرم قادری صاحب'' جنہوں نے حضور ﷺ کے علوم غیب پر 42 صفحے کا مقابلہ لکھا یہ اسی مدرسے کے طالب علم ہیں، اس کے علاوہ صوفی مقصود جو بالکل نو وارد ہیں انہوں نے بھی مضامین لکھے ہیں تاج الدین احمد صاحب نے فاضلانہ مقالے لکھے ہیں اس عمر میں قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں جو پڑھا ہے کچھ لکھ کے بھی دکھاؤ یہ اصول ہمارے اس مدرسے میں کارفرما ہے۔میں ان اصحاب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پڑھا ہے اور پھر پڑھنے کا حق ادا کیا ہے۔

جو نصاب ایک سمسٹر میں پڑھا گیا اگلے سمسٹر میں اس سے نیا ترتیب دیا ہے کیونکہ ہم نے انشاء اللہ قرآن وحدیث کا پورا دورہ کرانا ہے۔اس میں میرے رفقاد جناب عبدالحمید صاحب جو گرائمر اور عربی پڑھا رہے ہیں، یا علامہ عبدالعزیز نیازی صاحب جو ایف۔سی کالج میں بطور پروفیسر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں یہاں فقہ پڑھا رہے ہیں۔

حفظ وناظرہ پڑھنے والوں کا میں خود امتحان لیتا ہوں۔یسرنا القرآن پڑھنے والے بچوں کی ابتدائی تربیت بھی کی جارہی ہے، قاری یوسف وقاری خالد محمود صاحب ان کی ظاہری طہارت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔وہ بچے جو حفظ میں ہیں ان کا بھی امتحان لیا جاتا ہے اس کو اس کی خبر ہے کہ کہیں سے بھی اس سے سنا جاسکتا ہے اور الحمدللہ ہمارا یہ کام بخیر وخوبی سرانجام پارہا ہے اور میں اس تقریب کے موقع پر آپکو دعوت دیتا ہوں کہ بھائی کوئی فیس یا کوئی چندہ نہیں مانگتے صرف آپ سے وقت مانگتے ہیں نیز علم حاصل کرنے کے لئے کوئی عمر کی قید نہیں ایک صاحب سے میں نے کہا تو کہنے لگے کہ بڈھے طوطے بھی کیا پڑھتے ہیں تو میں نے کہا بڈھے طوطے پڑھتے ہی نہیں پڑھاتے ہیں لکھتے ہیں۔یہ امر یہاں قابل غور ہے کہ حضرت عمرؓ 27 برس کی عمر میں اسلام لائے۔لبید بن ربیعہ نے اسلام قبول کیا اور ڈھائی سال میں سورۃ بقرہ سیکھی شعر چھوڑ دیئے لوگوں نے کہا ''ما ترکت الشعر'' تو نے شعر کیوں چھوڑے؟ تو کہنے لگا کہ قرآن کے بعد کس شعر کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ کہ 60 سال عمر ہو یا 70 سال قرآن کے علوم ہر عمر میں سیکھنے چاہئیں۔

اپنے تجربے کا ذکر کرتا ہوں 1958ء میں گوالمنڈی میں ہم شبینہ پڑھا کرتے تھے تو مہر غلام رسول کی ہٹی پر ایک مسجد ہوتی تھی تو ایک حافظ صاحب تھے وہاں 100 سال کے تو قریب ان کی عمر تھی، منہ میں دانت نہ تھا اور بال سفید میں نے ایک بار ان کو مشغول پا کر پوچھا حافظ صاحب کیا ہو رہا ہے کہنے لگے پتر منزل یاد کر رہا ہوں شبینہ ہو رہا ہے اور میں بھی پارہ سنانے کا خواہاں ہوں۔بابا جی نے جب پارہ پڑھا اور گھنٹی کی طرح آواز سنائی دی ہم سارے اس زمانے میں ان کے پیچھے نوجوان تھے حیران وپریشان رہ گئے کہ بابا جی بنا کوئی لقمہ لیے پڑھے جارہے تھے۔قرآن کی یہ برکتیں ہیں کہ 4 سال سے 120 سال کا شخص ہو اسے یہ یاد ہوجاتا ہے یہ اللہ کا کلام ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے ''ہم نے قرآن کو ذکر کرنے کے لئے پڑھنے کے لئے سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی قرآن پڑھنے والا''۔

Marfat.com

میں ،صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب اوران کے رفقا آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ قرآن کو اللہ نے آسان کر دیا ہے اس دعوت کا اہتمام ہم نے کر دیا ہے آ ؤ گے تو اپنے دامن کو برکتوں سے بھرلو گے ،علم کی فضیلت میں نے بتادی ہے اور حدیث شریف ہے کہ قیامت کے دن انبیاء اور شہدا کے بعد سفارش علماء کی ہوگی حتیٰ کہ اگر کسی نے عالم کو وضو ہی کرایا ہوگا تو وہ بھی باعث برکت وشفاعت ہوگا اس لئے بابا فریدؒ نے فرمایا

''اٹھ فریدا ستیاتے خلقاں ویکھن جا
جے کوئی بخشیاء مل جاوی تے تو وی بخشیا جا

اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سب سمجھنے اوراس پر عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

Marfat.com

سورۃ فاتحہ کے مضامین کا تفسیری جائزہ (قسط اول)

مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کا ایک لیکچر جس کو ڈاکٹر منظور حسین اختر اور فاروق حسین نقشبندی متعلم جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی نے اپنے تیار کردہ نوٹس کی مدد سے مرتب کیا ہے۔

سورۃ فاتحہ یہ قرآن کریم کی پہلی سورۃ مبارکہ ہے۔ یہ سورۃ مبارکہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی ایک قول یہ ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی تیسرا قول یہ ہے کہ دو مرتبہ نازل ہوئی پہلی مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں۔ کتب تفسیر میں اس سورۃ مبارکہ کے متعدد نام آئے ہیں جیسے الفاتحہ، الکنز، الشفاء الحمد، الاستعانت، المنجیہ، الدعا، ام القران اور سبع مثانی۔ بعض کتب میں اسکے علاوہ بھی نام آئے ہیں جیسے سورۃ المناجات، سورۃ الہدایت وغیرہ۔ فاتحہ کے لغوی معنی ہیں کھولنے والی فاتح کھولنے والا فتح الباب اس نے دروازہ کھولا۔ مفتوح، جو چیز کھولی جائے۔ الفاتحہ یعنی کھولنے والی آغاز کرنیوالی ابتداء کرنیوالی۔ اس سورۃ مبارکہ سے قرآن حکیم کا افتتاح، ابتدا، آغاز ہوتا ہے اس لئے اسے سورۃ فاتحہ کہتے ہیں۔ الفاتحہ میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ الف لام جو لگایا ہے اصل میں یہ لفظ تھا فاتحہ۔ ''فاتحہ'' کے معنی ہیں کھولنے والی تو جب الف لام لگ گیا تو الف لام تعریف کا ہوتا ہے یہ اسم معرفہ بنا دیتا ہے ایک ہوتا ہے (Common Noun) اور ایک ہوتا ہے Proper Noun کامن ناؤن Common Noun یعنی عام کتاب، ہر کوئی کتاب لیکن جب الکتاب کہیں گے تو خاص کتاب ہو جائے گی۔ الف لام لگنے سے معرفہ ہو جاتا ہے۔ Proper Noun بن جاتا ہے اور جو تنوین ہے وہ الف لام کے لگنے سے اڑ جاتی ہے اور پیش (ُ) ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے عرش کے خزانہ سے تین چیزیں عطا فرمائی گئیں ان میں سے ایک فاتحہ ہے دوسری آیت الکرسی، اور تیسری سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ سے آخر سورت تک۔ اس حوالہ سے اسے سورۃ الکنز کہا جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ آج ہی پہلی مرتبہ آسمان کا یہ خاص دروازہ کھلا ہے جب آپ ﷺ نے کچھ آواز سنی تو فرمایا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہے اور اس میں سے افضل ترین چیز مجھ کو دی گئی ہے اور وہ ہے سورۃ الفاتحہ، لہٰذا سورۃ الفاتحہ جو ہے یہ افضل قرآن ہے اور دوسری حدیث میں جس کو بیہقی نے نقل کیا ارشاد ہے کہ سورۃ الفاتحہ جو ہے وہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے، یعنی 2/3 حصہ قرآن کا، یعنی اتنی جامعیت ہے اس سورۃ کی اور پھر اس سورۃ کے ناموں میں سورۃ الشفاء ہے۔ امام دارمی نے حدیث نقل کی ہے کہ سورۃ الشفاء اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اندر شفاء ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ روز پڑھے یا 41 روز تک مسلسل پڑھے اور مریض پر دم کر دے تو اسے شفاء ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صحابی جنگل میں تھے تو کسی شخص کو ایک بچھو نے کاٹ لیا تو انھوں نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کے دم کیا تو وہ ٹھیک ہو گئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے اور اس میں علاج ہے تو انھوں نے عرض کی کہ جناب میں نے الفاتحہ پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں شفاء ہے لہٰذا ۴۱ مرتبہ روزانہ پڑھنے سے ہر مرض کو شفا کرتی ہے سوائے مرض موت کے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو رات کو سورۃ الفاتحہ پڑھ کر سو جائے تو اسکو کسی چیز سے خوف نہیں سوائے موت کے، تو یہ سورۃ الفاتحہ کی ایک فضیلت ہے۔ سورۃ الفاتحہ کا پہلا جملہ ہی یہ ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' ''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں'' حمد کے معنی تعریف

Marfat.com

اور الحمد جب کہتے ہیں تو خاص تعریف ہوتی ہے حمد اختیاری شان اختیاری اوصاف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے جتنے اختیار ہیں اسکے ذاتی ہیں پھر یہ ہے کہ شکر جو ہوتا ہے وہ نعمت پر ہوتا ہے شکر اور حمد میں بڑا فرق ہے یعنی شکر حمد کی طرف لیجانے والی شے ہے اور حمد جو ہے وہ شکر کو شامل ہے اسی لئے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "الحمدللّٰہ راءس الشکر"۔ الحمدللہ کہنا شکر کا خلاصہ ہے۔ لہٰذا الحمدللہ میں شکر بھی پایا جاتا ہے اور تعریف بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اس سورۃ کے اندر اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ الحمد کہہ کر ہر نوع کی تعریف یا یوں تعریف کریں گے کہ "ال" جو ہے یعنی خاص حمد یا پھر "ال" استغراق کا ہے یعنی ہر نوع کی تعریف جو ہے وہ ذات باری تعالیٰ کے لئے تو کیونکہ اس سورۃ میں اللہ پاک کی تعریف بیان کی جاتی ہے پاکی بیان کی جاتی ہے اس لئے اسکو سورت الحمد کہتے ہیں اسکو سورت الدعاء بھی کہتے ہیں الحمد شریف کے لئے یہ مسلمہ مسئلہ ہے آپ دیکھیں گے کہ اہلحدیث جو ہیں وہ نماز جنازہ میں بھی سورت فاتحہ پڑھتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ "سورۃ فاتحہ دعا ہے اور ہم بطور دعا پڑھتے ہیں" تو ہمیں بھی اعتراض نہیں لیکن جنازے کی نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مسنون نہیں جبکہ وہ نماز جنازہ میں بہ نیت قرآن نہیں پڑھتے بطور دعا پڑھتے ہیں اس لئے کہ یہ سورت الدعاء ہے اس سے بڑی دعا کون سی ہے کہ جس میں اللہ کی تعریف ہو دعا ہو یعنی کہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کریں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کو بندوں کی زبان میں نازل کیا کہ بندے میری بارگاہ میں اس طرح سے مناجات کریں یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اسکو سورۃ الدعاء کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے بلانے یا مانگنے اور اللہ کی بارگاہ میں مناجات کرنے کا طریقہ سکھایا ہے اس لئے اسکو دعا کہتے ہیں فاتحہ بطور دعا کے پڑھنا سب سے زیادہ مجرب ہے اور اس کو سورت المنجیہ بھی کہتے ہیں منجیہ کے معنی مناجات کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے گڑگڑانا اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنا تو جب بندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہے تو اس میں دعا بھی ہے اور مناجات بھی ہے۔ لہٰذا اس میں دعا اور مناجات دونوں اکٹھی ہو جائیں گی آپ دیکھیں گے یونہی دو آئتیں ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ نہ ان کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ وہ جو سیدھے راستے سے بھٹک گئے تو یہ دعا ہے یعنی ہم ان چیزوں سے نجات چاہتے ہیں اور صراط مستقیم کی التجا کرتے ہیں یہ سورۃ المنجیہ یعنی اللہ کے حضور مناجات ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس سورۃ کو "قسمت بینی و بین عبادی" یعنی میں نے اس کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان بانٹ لیا یعنی پہلی تین آیتیں جو ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یہ اللہ کی تعریف ہے جب بندہ یہ تینوں آیتیں کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے بندے نے جو کچھ بیان کیا حق کہا تو جب کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو یہ اقرار بندگی ہے اور پچھلی تین آیتیں دعا ہیں تو فرمایا اللہ نے اس سورۃ کو بندے اور اپنے درمیان تقسیم کر دیا تعریف اللہ کی ہے اور دوسرا معاملہ جو ہے بندگی کے اظہار کے بعد وہ بندہ اللہ سے التجا کرتا ہے تو لہٰذا یہ سورۃ الدعاء بھی ہے اور سورۃ المنجیہ بھی ہے اسے سورۃ الہدایت بھی کہتے ہیں یعنی ہم کہتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہ اے اللہ ہمیں ھدایت دے ہمیں سیدھے راستہ پر چلا تو اس میں یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے چونکہ دعا کرتے ہیں تو بنیادی طور پر سورۃ الدعا یا سورۃ المنجیہ کہنا یا سورۃ الہدایت کہنا دراصل ایک ہی بات ہے اس لحاظ سے اس سورۃ مبارکہ کی بڑی فضیلت ہے اور اسکے مختلف نام آئے ہیں معروف نام جو ہے اسکا الفاتحہ ہے فتح کا معنی کھولنا کسی چیز کو کھولنا انوار قرآن کو کھولنا، علوم قرآن کو کھولنا، مطالب قرآن کو کھولنا، معانی قرآن کو کھولنا اور پھر لطائف قرآن کو کھولنا یہ بات ذھن میں رھے کہ قرآن کی آیات کا ایک ظاہر ہے اور قرآن کی آیات کا ایک باطن ہے تو ہماری نگاہیں ظاہر پر بھی جائیں گی

Marfat.com

انشاءاللہ اور باطن پر بھی جتنی توفیق ہوگی عرض کریں گے انشاءاللہ تو اس کتاب کو کھول رہے ہیں اس کتاب کا آغاز کر رہے ہیں جو بندے کا کلام نہیں ہے جو کسی انسان کا کلام نہیں ہے، رب ذوالجلال کا کلام ہے اور اس کے کلام کی جو عظمت ہے اس تک انسانوں کی رسائی نہیں انسانوں کے ذہن اسکے معانی و مطالب کا احاطہ نہیں کر سکتے اسلئے کہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کلمات عطا فرمائے ہیں ساری دنیا جو ہے وہ اکھٹی ہو جائے سارے سمندر سیاہی بن جائیں سارے درخت قلمیں بن جائیں اور سب اللہ کی تعریف کریں تو سب سمندر خشک ہو جائیں گے اللہ کی بات بیان نہیں ہو سکتی تو قرآن کے معنی و مطالب کی بات یہ ہے کہ اس تک رسائی جو ہے رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسطرح رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے ہماری اسی قدر (رسائی) approach ہے باقی اسکے اندر جو موشگافیاں ہوتی ہیں تفسیر کے لحاظ سے وہ ایک محدود دعویٰ ہے جس کا اللہ نے جتنا سینہ کشادہ کر دیا اسی قدر اس کی رسائی ہے یہ وحی الٰہی ہے اور اس کو سمجھنے کیلئے سینے کی کشادگی ضروری ہے اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو انہوں نے یہی دعا مانگی تھی "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي" کہ اے پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دے میرے لئے اپنے امر کو آسان کر دے اور میری زبان کی لکنت دور کر دے اور مجھے اپنی بات کی سمجھ عطا کر اور یہ دعا اسی لئے ہے کہ احکام تک رسائی کی سعادت میسر آئے اور عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ جو اللہ نے فرمایا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اس سے تجاوز نہ کرے اپنی مرضی کی تشریح نہ کرے وہ راستہ ہی نہیں پکڑنا کہ جو راستہ گمراہی کا راستہ ہے لہٰذا تفسیر میں ان دائروں کا پابند ہونا ضروری ہے جو خدا اور رسول ﷺ نے اصول تفسیر میں مقرر کر دیئے کہ جو اللہ کا منشا ہے وہ الفاظ کے معنی سے ظاہر ہو رہا ھے یا رسول اللہ ﷺ کی توضیح سے ظاہر ہو رہا ہے یا صحابہ کرام کے عمل سے ظاہر ہو رہا ہے تو اس طرح قرآن اپنی تفسیر آپ بھی کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے بھی ہو رہی ھے اور صحابہ نے جو کچھ حضور ﷺ سے سنا محفوظ کیا اور ہم تک پہنچایا پھر علماء نے ان سے جو اخذ کیا تو یہ سب چیزیں اس دائرے میں سوچنی اور سمجھنی ہیں تو سورۃ الفاتحہ، معارف قرآن اور مطالب قرآن کو کھولنے والی ہے اور قرآن کے معارف اور انوار جو ہیں وہ لامتناہی ہیں سب سے بڑی بات اللہ نے جو فرمائی ہے کہ "لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ" ہم نے یہ کتاب نازل کی تا کہ یہ ظلمتوں سے نور کی طرف لے جائے، اب یہاں ظلمات جمع بولا گیا اور نور واحد بولا گیا اسلئے کہ تاریکیاں بکثرت ہوتی ھیں عقل و خرد اور فکر و سوچ کی تاریکیاں غرضیکہ بے شمار تاریکیاں ہیں لیکن نور ھدایت ایک ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ھے اور اسکی ھدایت کا راستہ ایک ہے وہ یکہ و تنہا ہے اسی لئے اس وحدہ لاشریک نے فرمایا تمام ظلمتیں خواہ وہ کسی نوع کی ظلمت ہو سب ظلمتوں میں قرآن رہنمائی کرنیوالا ہے معارف القرآن انوار القرآن کا افتتاح اس سورۃ مبارکہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو سورۃ فاتحہ کہتے ہیں۔ جو آدمی قرآن کے سمندر میں، قرآن کے اس بحر لامتناہی میں غوطہ زن ہوگا اس کو بے شمار نعمتیں ملیں گی۔ ہر angle سے اسے نعمتیں ملیں گی۔ انوار کے حوالہ سے، عرفان کے حوالہ سے، رحمت کے حوالہ سے، برکت کے حوالہ سے، ہدایت کے حوالہ سے اور عقل و خرد کے حوالہ سے، ہر نعمت اس کو ملے گی، اس لئے کہ قرآن جو ہے وہ ہمہ جہت اور کُلّی برکتوں کا حامل ہے اور ہمارا "کُلّی" کہنا بھی ہمارے حوالہ سے ہے، قرآن کے جو الفاظ اللہ کے ساتھ خاص ہیں اور اللہ کی برکتیں لامتناہی ہیں، اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

ہم سورۃ فاتحہ کے فضائل استعاذہ اور تسمیہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں صرف ایک بحث رہ گئی تھی اور وہ ہے فقہی بحث کہ سورۃ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا کیسا ہے تو حدیث شریف میں آیا ہے "لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہمارے

Marfat.com

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ یہ حکم مفرد کے لئے ہے اکیلے آدمی کے لئے ہے جو مقتدی ہو اسکے لئے احکام الگ ہیں اور اگر اکیلا نماز پڑھے خواہ وہ مفرد ہو یا امام تو اس کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا لازمی ہے اور اگر وہ امام کے پیچھے ہو تو پھر سورۃ فاتحہ پڑھنا لازمی نہیں ہے چنانچہ اس پر شدید بحث بین الفریقین چلتی ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنی چاہیئے جبکہ ہمارے امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیئے ۔ حضرت کی خدمت میں بہت سے لوگ جمع ہوئے انھوں نے کہا کہ حدیثیں اس باب میں کثرت سے آئی ہیں اور یہ حدیث قوی ہے کہ **لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** کہ نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوتی تو لہٰذا امام کے پیچھے بھی سورت فاتحہ پڑھنا لازم ہے امام صاحب نے اسکا وہی جواب دیا جو میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے نزدیک مفرد یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے کیلئے ہے جماعت کے لئے یہ حکم نہیں ہے بہر حال انھوں نے بحث و تمحیص کا آغاز کیا آپ نے فرمایا کہ ایسا کرو کہ تم میں سے ایک آدمی مقرر کر لیا جائے جس کی بات سب کی بات ہو کیونکہ ہر ایک سے گفتگو تو صحیح نہیں ہے تو انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور پھر انھوں نے ایک شخص کو کہا کہ یہ ہمارا نمائندہ ہے جو بات کرے گا ہماری بات ہوگی آپ نے فرمایا کہ مسئلہ حل ہو گیا انھوں نے کہا کہ جی! وہ کیسے؟ امام صاحبؒ نے کہا کہ اس ایک صاحب کی بات سب کی بات ہے جیسا کہ تم نے ابھی اقرار کیا تو یہی بات میں کہتا ہوں کہ امام کی بات سب کی بات ہے جب ہم نے امام مقرر کیا تو پھر آپ نے دو حدیثیں پیش کیں ایک تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **قراءت الامام قراءت لہ** کہ امام کی قراءت مقتدیوں کی قراءت کو کافی ہے لہٰذا جب ہم نے امام مقرر کیا تو ایک وقت میں ایک آدمی ہی بولتا اچھا لگتا ہے اور پھر جب ہم نے اس کو امام مقرر کیا ہے اور اسکے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم بھی پیچھے پڑھتے جائیں اور وہ بھی پڑھتا جائے تو امامت کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں اور یہ تو ٹھیک ہے کہ بادی النظر میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ سورہ فاتحہ پیچھے پڑھی جائے جیسا کہ حدیث میں آیا لیکن وہ مفرد کیلئے ہے کہ اکیلا آدمی نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی جب ہم نے امام مقرر کر دیا ہے تو امام کے پیچھے خاموشی ہی بہتر ہے ۔ ان حضرات نے مزید دلیل مانگی تو آپ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ "الامام ضامن" امام جو ہے وہ لوگوں کا ضامن ہے تو جو شخص ضامن ہے ہماری نمازوں کا تو اسکی ضمانت پر اعتبار کیوں نہیں جب وہ ہماری نمازوں کا ضامن ہے تو اس پر ہمارا یقین ہونا چاہیئے کہ امام کی قراءت جو ہے وہ مقتدیوں کی قراءت کو کافی ہے ۔ پھر تیسرا انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ **وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ** کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اس لئے کہ **لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ** تا کہ تم پر رحم کیا جائے تو فرمایا کہ سورت فاتحہ چونکہ قرآن ہے اور جب پڑھا جائے تو سننے کا حکم ہے لہٰذا سورت فاتحہ جب پڑھی جائے تو پھر اس کے پیچھے سننے کا حکم ہے لہٰذا خاموشی بہتر ہے اس میں آگے دو گروہ ہو گئے انھوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جہری نمازوں میں تو آپ کی بات ٹھیک ہے کہ اونچی آواز سے پڑھا جائے تو سننا لازم ہے لیکن سری نمازوں میں تو قرآن سنا نہیں جا سکتا لہٰذا سری نمازوں میں قراءت جائز ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب ہم امام کے پیچھے کھڑے ہیں تو ہم کو علم ہے کہ امام قراءت کر رہا ہے اور وہ قراءت آہستہ اس لئے کر رہا ہے کہ سنت اسی طرح ہے لہٰذا اس میں بھی ہمیں خاموش رہنا چاہیئے کہ ہم کو علم ہے کہ وہ قراءت کر رہا ہے جب ہم نے اس کو امام مانا تو اب وہ قراءت جہری کرے یا سری ۔ قراءت تو کر رہا ہے امام مالکؒ وہ سری نمازوں میں قرآت کے قائل ہیں جبکہ امام شافعیؒ سب نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے قائل ہیں اور ہمارے امام اعظمؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنی چاہیئے ۔ اس کے بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے تو اس کے منہ میں انگارے ہیں ۔ یہ بڑا زوردار مسئلہ ہے یعنی فاتحہ خلف الامام ۔ اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو ہمارے پرانے علماء کی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں اصولی طور پر یہ چیزیں ذہن میں ہونا چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

Marfat.com

ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو، لہٰذا سورۃ فاتحہ قرآن ہے اور جب پڑھا جائے خواہ وہ اونچی آواز سے ہو یا آہستہ، جہری نماز میں ہو یا سرّی نماز میں، تو ہمارے لئے خاموش رہنا اور سننا لازم ہے کہ قرآن پڑھا تو جا رہا ہے۔ جب امام کے پیچھے کھڑے ہیں اور نماز ہی کیلئے کھڑے ہیں اور ہمیں علم بھی ہے کہ وہ قراءت کر رہا ہے تو پیچھے خاموشی ہی اچھی ہے اور دوسرا یہ کہ امام کی قراءت مقتدیوں کی قراءت کو کافی ہے اور یہی عقل کا تقاضا ہے، لہٰذا صحابہ کرام میں سے حضرت واعظ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پیچھے ہم خاموش رہتے تھے، عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے بھی روایات منقول ہیں کہ امام کے پیچھے خاموش رہا جائے، سوائے ان باتوں کے جو حدیث میں آئی ہیں کہ امام جب اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور امام جب ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے تو تم آمین کہو یہ نہیں ہے کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو تم بھی سورۃ فاتحہ پڑھو لہٰذا یہ سب حدیثیں ہماری معاون ہیں اور جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہو اس میں تین طریقے ہیں سب سے افضل یہ ہے کہ کہے'' اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد ''اور درمیانہ درجہ میں یہ ہے کہ کہے ''رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد'' اور اس سے کم درجہ میں یہ ہے کہ کہے ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد ''تینوں طریقوں سے کہا جا سکتا ہے افضل طریقہ پہلا ہے اور جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو جب امام سلام پھیرے تو تم بھی سلام پھیرو تو یہ چیزیں امام کے مطابق لازم ہیں لہٰذا فقہی لحاظ سے احناف کے نزدیک امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہیں پڑھی جاتی اکیلے آدمی کے لئے پڑھنا لازمی ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی پھر اس کے بعد کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے ان کا جواب دیا کہ اگر امام نماز کے اندر یعنی امام نے نماز شروع کی لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں امام نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلا گیا اور آدمی اس وقت آیا جب امام رکوع کی طرف تکبیر کہہ رہا تھا تو کیا اسکو رکعت مل گئی اس پر پوری امت کا اجماع ہے چاہے حنبلی ہوں، مالکی ہوں، یا شافعی ہوں کہ جس آدمی نے امام کو رکوع میں پایا تو اسکو رکعت مل گئی یعنی اللہ اکبر کہہ کر سبحان اللہ کی مقدار کے مطابق کھڑا رہا اور پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور ایک مرتبہ بھی اس نے تسبیح پڑھ لی تو اس کو رکعت مل گئی اس پر ساری امت کا اجماع ہے اگر نماز میں جیسا کہ مخالفین کا خیال ہے کہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور اگر یہ فرض ہوتی تو ترک فرض سے پھر رکعت نہ ملتی کیونکہ نہ اس نے ثناء پڑھی ہے نہ فاتحہ پڑھی ہے اس کو رکعت کیسے مل گئی تو اس کا جواب آج تک ان کے پاس نہیں ہے یہ اتنی قوی دلیل ہے کہ اس کے سامنے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بے شک وہ حجتیں کرتے رہیں یہ الگ بات ہے ان کو کہو کہ رکعت کیسے مل گئی اور اس کا جواب ان کے ذمہ ہے آج تک وہ اس کا جواب نہیں دے سکے یہ فقہی مسئلہ تھا جو کہ آپ کو بتایا گیا اب آگے چلتے ہیں لفظ فاتحہ کی طرف۔ اللہ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الحمد کا ''ال'' جو ہے یہ معرفہ کا ہے۔ عربی زبان میں کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی اسم، یا کسی حرف سے پہلے الف لام کا اضافہ کر دیں تو وہ اس کو خاص بنا دیتا ہے جیسے انگریزی میں common noun اور proper noun اردو میں اسم معرفہ اور اسم نکرہ۔ نکرہ عموم پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ لڑکا اور جب ذوالفقار کہیں تو خاص لڑکا ہو جائے گا یہ proper noun ہے اسی طریقے سے یہاں یہ ہے کہ جب حمد کہیں گے تو اس کے معنی مطلق تعریف اور جب الحمد کہیں گے تو اس سے مراد خاص تعریف یعنی تعریف خاص جو ہے وہ اللہ کی ذات کے لئے ہیں اور بعض نے کہا یہ الف لام جو ہے یہاں تعریف کا نہیں ہے معرفہ کا نہیں ہے بلکہ یہ ہے استغراق کا یعنی استغراق کے معنی ہیں ہر نوع کی تعریف یعنی بالکل یا سب تعریفیں جو ہیں خاص تعریف جو ذات باری کے لائق ہے یا ہر نوع کی تعریف جو ہے وہ اللہ کیلئے ہے اب دو لفظ ہیں ایک ہے حمد اور ایک ہے نعت اور ایک ہے ثناء۔ ثناء کے معنی بھی تعریف کے ہے تسبیح کے معنی بھی پاکی بولنے کے ہیں حمد کے معنی بھی تعریف کے ہیں اور نعت کے معنی بھی تعریف کے ہیں ایک اور لفظ ہے عربی زبان میں منقبت اس کے معنی بھی تعریف کے ہیں ایک اور لفظ ہے مدحت اس کے معنی

Marfat.com

بھی تعریف کے ہیں تو علماء نے حمد کو خاص کیا ہے اللہ کے لئے حمد اور ثنا جو ہے وہ ذات الٰہی کے لئے ہوتی ہے اور مدحت منقبت اور نعت اس کو رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کیا ہے لیکن اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ حضور ﷺ کیلئے حمد کا لفظ نہیں بولا جا سکتا اس لئے کہ حضور ﷺ کا نام نامی محمد ﷺ جو حمد سے مشتق ہے یعنی محمود سے مشتق ہے اور مادہ اس کا حمد ہے جس کے معنی تعریف کے ہیں محمد ﷺ کے معنی ہیں '' الذی یحمد مرۃ بعد مرۃ کرۃ بعد کرۃ'' وہ ذات جس کی بار بار تعریف کی جائے تعریف کے بعد تعریف کی جائے تعریفیں ختم ہو جائیں لیکن تعریف کا باب پورا نہ ہو اس لئے یہ ہے کہ حمد جو ہے بالعموم یعنی عام لوگوں کے ماحول میں اللہ کی ذات کے لئے ہے اللہ نے اپنے لئے لفظ حمد بولا ہے اور کہا ''الحمد'' ہر نوع کی تعریف سب تعریفیں تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اللہ میں اللہ عَـلَـمٌ ہے لام ''حرف جار'' ہے اللہ کے لئے اللہ جو ہے یہ الٰہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں معبود تو اللہ کے لئے لفظ یا اللہ بولا جاتا ہے جو کہ الٰہ سے مشتق ہے اس لئے یا اللہ بولا جا سکتا ہے ''الحمد للہ'' سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں لام حرف جار ہے یا سب تعریفیں اللہ کو ہیں لام جو ہے یہ ملکیت کو ظاہر کر رہا ہے کہ سب تعریفیں جو ہیں وہ سب ذات باری کیلئے ہیں یا ذات باری کو ہیں ۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کو ہیں اللہ ہی کی ذات ہے جو قابل تعریف ہے اور فرمایا اسکی شان کیا ہے رب'' پالنے والا'' رب کے دوسرے معنی ہیں تربیت کرنے والا نشو و نما کرنے والا یعنی کسی چیز کو بڑھانے والا اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کیلئے بھی لفظ'' رب ''بولا ہے فرمایا کہ ان کے لئے دعا کرو '' رَبِّ ارْحَـمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیْ صَغِيْراً '' یا اللہ ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں پالا یعنی چھوٹا تھا نشو و نما کی تربیت کی بڑا کیا تو اس میں رب کا لفظ ماں باپ پر مجازاً بولا گیا ہے دو بڑے اچھے معنی اس کے ہیں (1) پالنے والا (2) تربیت کرنے والا عالمین جمع ہے عالم کی عالم کہتے ہیں دنیا کو عالم جو لفظ ہے یہ عَلَمٌ سے نکلا ہے اور علم کہتے ہیں نشانی کو جہاں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے وہ علامت ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ،اس کی عظمت کی اور عالم کو اگر لام کی زیر کے ساتھ پڑھیں یعنی عالِم تو اس کے معنی ہیں جاننے والا عالم کی جمع ہے علماء اور عالم کی جمع ہے عالمین ۔'' اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو جہانوں کا تربیت کرنے والا جہانوں کا پالنے والا ہے تو حمد جو ہے وہ ذات باری کیلئے مخصوص ہے اور اللہ نے خود ہمیں فرمایا کہ '' قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اے محبوب ﷺ فرماؤ کہ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور فرشتوں نے کہا'' نَـحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ '' اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ تیری تعریف کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ کہنا جو ہے وہ صدقہ ہے غرباء وفقراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر ہوئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) مالدار لوگ ہم سے سبقت لے گئے آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیسے ،انھوں نے عرض کیا کہ ہم بھی نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں وہ بھی روزہ رکھتے ہیں لیکن وہ اپنا فالتو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پاس مال نہیں ہے تو ہم نیکیوں کے حصول سے رہ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں کہ تم اگر اس کو بجالاؤ تو تم بھی ان کے برابر ہو جاؤ انھوں نے عرض کی جی ہاں تو ارشاد فرمایا کہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کہنا صدقہ ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہنا صدقہ ہے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہنا صدقہ ہے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہنا صدقہ ہے اللہ کی تعریف بیان کرنا صدقہ ہے پیسے خرچ کر کے آدمی جو نیکی حاصل کر سکتا ہے وہ اس ذکر سے حاصل کر سکتا ہے تو الحمد کے معنی ہوئے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے ہم عاجز بندے وہی بات کر سکتے ہیں کہ جو اللہ نے ہمیں تعلیم کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں خود فرمایا کہ یوں کہو الحمد للہ ۲۵ پارہ سورۃ جاثیہ کی آخری آیت میں فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے لہٰذا حمد جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور جب بھی کوئی آدمی اللہ کی حمد بیان کرتا

Marfat.com

ہے پا کی بیان کرتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے یہ حمد جو ہے فی نفسہٖ دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے ایک ہوتی ہے حمد اختیاری خوبی پر اور اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات ہیں وہ سب صفات کا مالک ہے اس کی ذات کے ساتھ سب صفات قائم ہیں الحمد اللہ جب کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تعریف حقیقی جو ہے اللہ ہی کی ذات کیلئے ہے باقی جس کو چاھے قابل تعریف بنا دے لیکن اس نے محمد ﷺ صرف ایک ہی بنایا اور کامل اکمل اور بے مثل، بینظیر بنایا پھر آپ ﷺ کے واسطے سے بہت لوگوں کو قابل تعریف بنایا۔ یہ اللہ کی شان ہے حدیث شریف بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''الحمدالله راء س الشکر'' الحمد اللہ کہنا شکر کا خلاصہ ہے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں بھی ہمارے علماء کی محنت کا نتیجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں شکر الحمد اللہ یہ لفظ عام زبانوں میں ہم استعمال کرتے ہیں حالانکہ الحمد اللہ میں شکر کے الفاظ بھی ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ افضل الدعاء الحمدالله یعنی سب سے بہترین دعا الحمد اللہ ہے اور فرمایا کہ شکر جو ہے وہ بھی الحمد اللہ ہے الحمد اللہ کہنا شکر کا خلاصہ ہے جب بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ اسے بہترین جزا عطا فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ''وسنجزی الشاکرین'' شکر ہوتا ہے نعمتوں کا جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں آپ دیکھیں گے کہ اگر ہم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگ جائیں تو نہیں کر سکتے اللہ فرماتا ہے'' وَ اِنْ تَعُدُّوْ نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْھَا ''کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو اللہ کی نعمتوں کو گن نہیں سکو گے اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں ہم کو عطا کی ہیں ہم اس کا شمار نہیں کر سکتے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کا احاطہ کر نے سے قاصر ہے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ اپنی تعریف تو نے خود کی یہی وجہ ہے کہ اللہ کو حامد کہا جاتا ہے حامد کے معنی ہیں تعریف کرنے والا بندہ تعریف کرنے کی سکت کہاں رکھتا ہے وہ خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود ہے وہ خود ہی تعریف کرنے والا اور تعریف کیا گیا ہے وہ قابل ستائش ہے سب تعریفیں سب نعتیں سب حمدیں سب پا کیاں اسی کے لئے ہیں کہ وہ وحدہ لاشریک ہے اور حمد اسی کو زیبا ہے فرمایا کہ '' لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَ نَّکُمْ ''اگر تم ہماری نعمتوں کا شکر کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے جس آدمی نے شکر کیا اس نے اپنی ذات کیلئے شکر کیا جس آدمی نے کفر کیا تو کفر کا وبال بھی اس پر ہے اللہ تعالیٰ تو ان چیزوں سے بے نیاز ہے اللہ تعالیٰ کو بندے کی تعریف کی حاجت نہیں لیکن بندہ جب تعریف کرتا ہے تو اس میں اظہار شکر ہے اس میں اظہار بندگی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے حق ادا کیا کہا میرے بندے نے میری تعریف کی اور اس نے میری ثنا کی اس کے دل میں میری محبت ہے مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میری عظمت کو تسلیم کرتا ہے میرا غلام ہے اور میری غلامی کا دعویٰ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حمد قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے استعانت کا ذریعہ ہے جتنے لوگ گزرے سب اللہ کی حمد کرتے رہے حمد کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ میں نے اللہ کی تعریف کا احاطہ کر لیا فرمایا کہ اگر سارے سمندر سیاہی اور سارے درخت قلم بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی تعریف لکھنے بیٹھ جائیں تو سب سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے، قلم ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تعریف ختم نہیں ہوگی اللہ کی تعریف کا احاطہ نہیں ہو سکتا فرمایا ''الحمد اللہ'' آگے لفظ اللہ جو ہے وہ اسم ذات ہے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام جو ہے وہ اللہ ہے جس کے معنی معبود کے ہیں یعنی عبادت کے لائق بندگی کے لائق ہے اس کے سوا کوئی ذات نہیں ہے جو بندگی کے لائق ہو اور اگر کوئی اللہ کے سوا کسی کو بندگی کے لائق سمجھے تو یہ کھلا شرک ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَداً '' اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ صفاتی نام تو اللہ کے بہت ہیں ان میں سے ننانوے نام حدیث صحیح میں آئے ہیں بہت سے نام قرآن پاک میں آئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں پر دلالت کرتے ہیں یہ عقیدہ یاد رہے کہ جتنی صفات الٰہیہ ہیں وہ ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہیں۔ نہ اس طرح کہ ذات سے جدا ہو نہ اس طرح کہ ذات کا حصہ ہو نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات

Marfat.com

ہیں بلکہ لازم وملزوم ہیں ان صفات میں سے بعض صفات ایسی ہیں جن کو صفات ذاتیہ کہا جاتا ہے ذاتی صفات میں سے جاننا چاہیئے جیسا کہ ''حیات'' کہ اللہ ''حی'' زندہ کرنے والا زندگی دینے والا زندہ رکھنے والا زندگی عطا کرنے والا یہ حیؑ کے معنی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ''الحیؑ'' وہ بالذات قائم ہے یعنی وہ زندگی دینے والا زندگی کو قائم کرنے والا اور خود حیؑ ہے یعنی اس پر موت کا اطلاق نہیں اور وہ موت سے پاک ہے کیونکہ موت کا اطلاق تو فانی پر ہے اللہ تعالیٰ باقی ہے سب چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں مگر ذات الٰہی باقی ہے وہ فنا سے پاک ہے حیات اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ سے ہے۔ حیات کے ساتھ ایک اور صفت ذاتی ''علم'' ہے اس کا علم لامتناہی ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے (unlimited) یعنی اس کو شمار نہیں کیا جاسکتا علماء کرام نے سمجھانے کیلئے فرمایا کہ اگر اللہ کے علم کا ایک قطرہ فرض کیا جائے یہ فرض کر نا محض ہمارا مفروضہ ہے وگرنہ اس پر ایسا کچھ لاگو نہیں ہوتا کیونکہ وہاں نہ عقل کو دخل ہے نہ گمان کو نہ وہم کو نہ خیال کو اور نہ ہی ہم کوئی ایسی بات کہہ سکتے ہیں تو علماء کرام نے سمجھانے کیلئے فرمایا اگر اللہ کے علم کا ایک قطرہ فرض کرلیا جائے تو ساری مخلوق کا مجموعی علم اللہ کے علم کے اس قطرے کے سامنے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا کہ جو سات سمندروں کو ایک قطرے سے ہو سکتی ہے اور وہ ایک قطرہ جو ہم فرض کرتے ہیں وہ پھر بھی لامتناہی ہے اور مخلوق کا مجموعی علم متناہی۔ اور متناہی کو لامتناہی سے کیا نسبت؟ لہٰذا علم الٰہی لامتناہی ہے اور اس کے سامنے مخلوق کے علم کی کیا حیثیت ہے؟ یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنے والا ہے کہ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حضور ﷺ کے علم کو اعتراض کی نظر سے دیکھتا ہے اور قائل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو غیب کا علم نہیں ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کا علم عطائی ہے۔ علم ذاتی اور علم عطائی کا فرق پیش نظر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو علم عطا فرمایا حضور ﷺ کو جو علم عطا فرمایا اس عطائی علم کی کوئی حد نہیں ہے بلکہ بعطائے الٰہی وہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہے اور دیگر مخلوق کو اس میں کوئی برابری نہیں ہے۔ کیونکہ مخلوق کا مجموعی علم، علم نبوی ﷺ کے سامنے اسطرح ہے جس طرح سات سمندروں کے آگے ایک قطرہ ہے۔ حضور ﷺ کا علم علم الٰہی کا بعض ہے، بعض کہتے ہیں ''تھوڑا حصہ'' یعنی اللہ کے علم کا ایک حصہ یعنی یوں سمجھ لیں کہ ایک قطرہ ہے اور یہ قطرہ متناہی جبکہ علم الٰہی کا قطرہ لامتناہی ہے۔ حضور ﷺ کا جو علم بعض ہے اس کے سامنے دیگر مخلوق کا علم ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ۔ تو دیگر مخلوق کے علم کو علم حضور ﷺ سے کیا نسبت و برابری؟ یہاں پر ہی دیوبندی مکتبہ فکر کے عالم اشرف علی صاحب تھانوی نے سخت ٹھوکر کھائی اور حفظ الایمان میں لکھا کہ ''اگر علم سے مراد بعض علم ہے تو ایسا علم تو ہر پاگل، دیوانے، مجنون کے لئے بھی ثابت ہے، اس میں نبی کریم ﷺ کی کون سی تخصیص ہے۔'' لَا حَولَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم یہ بڑی ہی دیدہ دلیری، گستاخی و جسارت اور صریح کفریہ عبارت ہے۔ اسلئے کہ اگر حضور ﷺ کا علم اللہ کے علم کا ''بعض'' ہے تو اس طرح سے ایک عام آدمی کا علم بھی اللہ کے علم کا گو عرفاً ''بعض'' ہی ہے لیکن کیا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، بہت بڑا فرق ہے۔ نبی کریم ﷺ کا علم جو علم الٰہی کا ''بعض'' ہے، مخلوق کے حوالے سے گویا لامتناہی ہے، یا ایسے جیسے وہ سات سمندروں کی طرح ہو اور دیگر مخلوق کا علم اس کے مقابل جیسے ایک قطرہ، تو ایک قطرے کو برابر کہے اور ''بعض'' ہی کو وجہ، مشابہت جان کر تخصیص کا انکار کرے تو کیا یہ کھلا مکابرہ نہیں۔ موٹی بات کہ اللہ کا علم ذاتی ہے، جبکہ حضور ﷺ کا علم بعطائے الٰہی ہے۔ حضور ﷺ کے علم کی مخلوق کے علم کے ساتھ اصلاً کوئی مشابہت و مساوات نہیں اگرچہ وہ علم الٰہی کا بعض ہے یہاں پر مولوی تھانوی صاحب کو صرف ''بعض'' ہی نظر آیا فرق مراتب اور عظمت نبوی ﷺ کا خیال بھی نہ گزرا اگر تھانوی صاحب کے علم کو کسی معمولی آدمی کے علم کے ساتھ بحوالہ ''بعض'' تشبیہ دی جاتی اور ان کی تخصیص کا انکار کیا جاتا تو چودہ طبق روشن ہو جاتے۔ کھلی گستاخی کے مرتکب ہونے کے باوجود یہ گروہ توجیہوں میں اور تنگ بندیوں میں مگن ہے، مگر مولوی کو درست سمجھتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کا انکاری ہے۔ فاضل

Marfat.com

بریلوی نے کیا خوب کہا ہے

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویا رہے
پھر کہے نجدی کہ ہوں امت رسول اللہ کی

تو یہاں علم کی بات ہو رہی تھی تو اللہ کا علم اس کی ذاتی صفت ہے جو کہے کہ حضور ﷺ کا علم ذاتی ہے یا اللہ کے علم جیسا، یا برابر ہے تو لاریب شرک جلی ہے ایسا کسی بھی سنی کا عقیدہ نہیں ہے اللہ نے خود کہا ہے کہ " فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ " اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے مطلع کرے۔ اور اہل سنت علم نبوی کو بعطائے الٰہی مانتے ہیں۔ منکرین علم نبوی ﷺ کا طریقہ واردات یہ ہے کہ جو آیتیں نفی کی ہیں ان کو پیش کرتے ہیں حالانکہ ان میں نفی ذاتی علم کی ہے نہ کہ عطائی کی۔ اور جو آیتیں عطا کی ہیں اور مثبت ہیں ان کو بیان نہیں کرتے، پچھلے لوگوں میں سے یہودیوں کا وطیرہ بھی یہی رہا ارشاد باری ہے " اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ " تو کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان رکھتے ہو بعض حصے کا انکار کرتے ہو۔ اللہ نے جہاں بھی فرمایا ہے کہ غیب اللہ ہی کے لئے ہے تو اس سے مراد ذاتی علم ہے اور جہاں کہا کہ عطا کیا ہے یا مطلع کیا ہے وہاں مراد علم عطائی ہے اللہ نے دونوں کا ذکر کیا ہے اب کوئی بندہ کہے کہ میں قرآن کی تفسیر کا علم جانتا ہوں اللہ بھی قرآن کا علم جانتا ہے تو کیا اس میں اشتراک ہو گیا؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ اللہ کا علم لامتناہی اور بندے کا علم متناہی ہے، لہٰذا متناہی کو لامتناہی کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہو سکتی اور پھر یہ کہ وہ تو ذاتی علم ہے اور ذاتی علم کا عطائی علم سے مقابلہ ہی کیوں، باقی رہا حضور ﷺ کا علم۔ تو لوح وقلم کا علم حضور ﷺ کے علم کا " بعض " ہے یعنی حضور ﷺ کا علم سمندر ہے اور لوح وقلم کا علم اس علم نبوی ﷺ کا ایک قطرہ ہے کذا قال البوصیری " و من علومک علم اللوح و القلم " اور فاضل بریلویؒ نے کیا ترجمانی کی ہے

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

ذاتی صفات میں سے " حیات "، علم کے ساتھ ایک اور صفت " ارادہ "، جس کو مشیت کہتے ہیں فرمایا " اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ " اللہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ مزید ارشاد ہے " فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ " جو چاہتا ہے کرتا ہے ارادہ کے ساتھ ایک اور صفت قدرت یا تصرف ہے اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر پوری قدرت رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے " اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ قدرت میں وہی چیز ہے جو مشیت میں ہے جو مشیت میں نہیں وہ تحت قدرت نہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ قدرت جو ہے وہ مشیت کے ساتھ ہے جیسا کہ لفظ شئی سے ظاہر ہے۔ شاء۔ یشاء۔ شیئاً جس کو چاہتا ہے اور یہی مراد ہے وہ مشیت کے ساتھ ہے دوسرا یہ ہے کہ جو کہے کہ اللہ ایسا چاہتا ہے تو گویا اپنی مرضی اللہ پر لگا دی۔ مولوی اسماعیل بالاکوٹی صاحب نے اس آیت کے تحت کہا اللہ کریم چاہے تو محمد ﷺ جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے نعوذ باللہ من ذالک القول۔ یہ بالاکوٹی غیر مقلد اللہ کا چاہتا کہاں سے لے آیا کیا ایسی چاہت وارادہ پر کوئی دلیل وآیت ہے ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ گروہ قدرت الٰہی کی آڑ میں کہاں حملہ کر رہا ہے اور کیا کہہ رہے ہیں یہ تو واردات ہے کہ اللہ کی توحید کے حوالے سے رسالت کی عظمت گھٹاؤ اور سنت کی آڑ لے کر اور خود ساختہ اور غلط تشریح کر کے لوگوں کو بدعتی بناؤ۔ دھوکہ دیتے ہیں کہ جی اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اہل

Marfat.com

سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مثل پیدا ہی نہیں کی اور نہ ہی وہ ایسا چاہتا ہے اس لئے کہ جب قرآن کی مثل ممکن نہیں تو صاحب قرآن کی مثل کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ یہ چار صفتیں اللہ تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں (۱) حیات (۲) علم (۳) ارادہ (۴) قدرت یا تصرف۔ یہ چار چیزیں ذاتیہ کہلاتی ہیں۔ باقی جو صفات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں، جیسے خالق ہونا، مالک ہونا، رزاق ہونا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات عظمت ہیں۔ صفات الٰہیہ ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہیں۔ پچھلے دور میں معتزلہ نامی ایک گروہ گذرا جو قرآن کو مخلوق کہتے تھے اور یونہی صفات الٰہیہ کو حادث مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رحیم نہیں تھا رحیم جب ہوا جب اس نے مخلوق پیدا کی ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں وہ تب بھی رحیم تھا جب مخلوق نہیں تھی رحیم ہونا اور چیز ہے رحمت کا ظاہر ہونا اور چیز ہے، ظہور رحمت اور چیز ہے اسی طرح نبی ہونا اور چیز ہے نبوت کا اعلان کرنا اور چیز ہے، نبی تو حضور ﷺ پہلے تھے اعلان اس وقت کیا جب اللہ نے کہا کہ نبوت کا اعلان کردو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ رحیم تھا۔ رحیم ہے اور رحیم ہوگا جب کچھ نہیں تھا وہ تھا جب کچھ ہے تو وہ ہے اور جب کچھ نہیں ہوگا وہ ہوگا۔ لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ﷺ اب یہ ہے کہ رحمت کا ظہور جو ہے وہ مخلوق کے ساتھ ہے جب مخلوق ہوگئی تو رحمت ظاہر ہوگئی ان ظالموں کا عقیدہ تھا کہ اللہ رحیم نہیں تھا جو صفات الٰہیہ کو حادث مانے وہ کافر و مشرک ہے۔ ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے صفات الٰہیہ قدیم، غیر حادث ہیں۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو قائم بالذات ہے، جو حیات والا ہے، علم والا ہے، ارادے والا ہے، قدرت والا ہے،

رب العالمین :۔ جہانوں کا پروردگار۔ یہ مرکب اضافی ہے رب مضاف الیہ ہے اور عالمین جو ہے وہ مضاف ہے۔ مضاف، مضاف الیہ کے تابع ہوتا ہے جہان تابع ہیں رب کے، جتنے بھی جہان ہیں وہ تابع فرمان ہیں تو یہاں علماء کرام نے فرمایا ہر ایک جہان ایسا ہے کہ جس کی حقیقت ہم نہیں سمجھتے بعض علماء نے فرمایا کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں، عالم خلق ہے۔ عالم برزخ ہے، عالم امر ہے، عالم دنیا وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے عالم ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے وہ سب جہانوں کا پالنے والا ہے جتنے بھی جہان ہیں وہی جاننے والا ہے وہ رب العالمین ہے اور اس نے اپنے محبوب ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ جہاں جہاں کا وہ رب ہے وہاں وہاں کے لئے حضور ﷺ رحمت ہیں۔ جہاں جہاں اس کی ربوبیت کا مظاہرہ ہے وہاں وہاں سرکار ﷺ کی عظمت اور رحمت کا مظاہرہ ہے تو حاضر و ناظر ہوئے کہ نہیں ہوئے۔ یہی عقیدہ ہے اہل سنت و جماعت کا۔ تو اللہ نے فرمایا کہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو جہانوں کی تربیت کرنے والا ہے، پالنے والا ہے، نشو و نما کرنے والا ہے، یہ جہان جو ہے ان میں کوئی چیز بھی جو ہے ارتقائی عمل سے گذر کر کمال تک پہنچ رہی ہے خواہ وہ انسان ہیں خواہ وہ جڑی بوٹیاں ہیں، خواہ وہ درخت ہیں، خواہ وہ پہاڑ ہیں، ہر چیز کے اندر جو نشو و نما کا عمل ہے، جو ارتقاء کا عمل ہے اللہ کے حکم سے چل رہا ہے۔ رب کے معنی ہیں پالنے والا۔ وہ پالنے والا ہے، سب کا پالنہار ہے، سب کا روزی رساں وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں ہے۔ ماں کہے کہ میں بچے کو پال رہی ہوں تو یہ مجازاً ہے کون ہے کہ جس نے اس کی چھاتیوں کے اندر دودھ پیدا کیا، آپ دیکھیں چارہ ہم ڈالتے ہیں اب چارہ سے دودھ نکال کر دکھائیں لیکن جب وہ بھینس کے اندر چارہ کی شکل میں جاتا ہے تو شیریں دودھ بن کر نکلتا ہے، یونہی جب ماں کوئی غذا کھاتی ہے تو یہ اسکی چھاتیوں میں دودھ بن کر جوش مارتا ہے اور بچے کے لئے غذا بن کر اس کی تربیت کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو فرمایا وہ مربی ہے اس نے ہر ایک کی پرورش کا ایک نظام قائم کر رکھا ہے۔ سارا جہان اسی کے حکم سے چل رہا ہے تو بندے کو جب علم ہے کہ میرا پالنے والا وہ اللہ ہے تو اس پر لازوال ایمان ہونا اور اس کی کامل ربوبیت کا اقرار لازم ہے۔

Marfat.com

سورۃ الانبیاء کی فضیلت مع شان نزول

صوفی محمد مقصود سہروردی

سورۃ الانبیاء مکیہ ہے اس سورۃ مبارکہ میں سات رکوع اور ایک سو بارہ آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار جو کہ منکرین بعثت تھے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی کفار کا نظریہ یہ تھا کہ جس قدر عیش و عشرت ہو سکے مزے سے یہ زندگی گذارو اور مرنے کے بعد کوئی پوچھنے والا نہیں تو کفار کے اس نظریہ کو رد کرتے ہوئے رب کائنات نے سورۃ الانبیا نازل فرمائی اور انھیں بتایا گیا کہ تم لوگ گمراہی میں ہو اور حساب کا وقت قریب آ رہا ہے جو زندگی کا لمحہ گذر جاتا ہے وہ تمھاری زندگی اور عمر میں کمی کا باعث ہے، دن بدن تمھاری عمر کم ہو رہی ہے۔ اس ضمن میں ایک نقطہ بیان کرتے چلیں کہ اس دور حاضر میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے بچوں کی سالگرہ تو بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں حالانکہ بچے کی عمر میں ایک سال کم ہو گیا اور عمر کم ہونے کی خوشیاں مناتے ہیں اور اگر کوئی عشق نبی ﷺ میں میلاد نبی ﷺ منائے تو وہ انھیں پسند نہیں۔ وہ محفل ان کے نزدیک وقت کا ضیاع ہے اور سالگرہ بڑی خوشی سے مناتے ہیں انھیں کوئی پوچھے تمھارے بچے کی سالگرہ کون سے قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ جبکہ تمھیں میلاد النبی ﷺ پر خوشی نہیں ہوتی جن کی بدولت آج ہم مسلمان ہیں۔ ورنہ اگر عیسائی یا ہندو کے گھر پیدا ہو جاتے تو رام رام کرتے پھرتے اپنے نبی ﷺ کا صدقہ رب کائنات نے جو تمھیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اہل ایمان میلاد منایا کرتے ہیں اور جب تک ایمان والوں کے جسموں میں جان ہے وہ اس میلاد النبی ﷺ کی خوشی کو مناتے رہیں گے۔

جس غفلت کا ذکر اس سورۃ مبارکہ میں ہوا ہے اسی غفلت اور منافقت کے پردوں کی وجہ سے وہ دنیاوی کاموں میں تو بڑھ چڑھ کے حصہ لیتے ہیں مگر نیک کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ امور خیر میں سبقت کرنے والے ہی ایمان والے ہیں اور کافر دنیا کے کھیل تماشوں میں دل لگائے ہوئے ہیں اور جو آیات مبارکہ اللہ کریم کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان پر خاص توجہ نہیں دیتے اور نبی علیہ السلام سے دلائل مانگتے ہیں کہ تم بھی پہلے انبیاء کی طرح خاص نشانیاں لاؤ۔ حالانکہ ان لوگوں کو دلائل ملے ان کے سوالوں کا جواب ملا مگر وہ باوجود نشانیاں دیکھ لینے کے پھر ایمان نہیں لائے اس وجہ سے کہ ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا تھا اور ان کے دلوں کو قفل لگے ہوئے تھے اسی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے تھے اور غفلت کا راستہ نہیں چھوڑتے تھے اور کفار نے یہ طریقہ اپنا رکھا تھا کہ وہ رات دن نبی علیہ السلام کے معجزات دیکھتے اور آپ کے معجزات کو جادو کہہ کر بات ٹال دیتے یہ ان کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ جب تک دل سے غفلت کے پردے نہ اٹھیں انسان مومن بندہ نہیں بن سکتا اور غفلت کے پردوں کو دور کرنے کے لئے انسان کامل بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کسی مرد کامل کی صحبت اختیار کرے۔ اسکے بغیر غفلت کے پردے دور نہیں ہو سکتے۔

جیسا کہ آیت مبارکہ میں فرمایا ''اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ'' امر ربانی آ گیا اب کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا کہ ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ'' قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ (قیامت قریب آ گئی) ان آیات مبارکہ سے اشارہ کفار کی طرف ہے جب قیامت برپا ہو جائے گی اور ان کے پاس سیاہی اور اندھیرا ہو گا اور مومن بندوں کے پاس نور الٰہی ہو گا تو وہ کہیں گے رب کائنات ہمیں ایک موقع عطا فرما کہ ہم دنیا میں جائیں اور نیک عمل کریں تا کہ ہم بھی فلاح پائیں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ہمارا وعدہ پورا ہو چکا اور وقت گذر چکا اب وہ واپس آنے والا نہیں اور تمھارے لئے جہنم کا فیصلہ ہو چکا جس میں تم اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے اور تمھارے لئے کوئی نجات کا راستہ نہیں۔ اب تفصیلی جائزہ لیتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں کیا کیا بیان ہوا:

Marfat.com

۱۔ سب رسول مرد بشر تھے:

"هَلُ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ" (ترجمہ) نہیں ہے یہ مگر تم ہی جیسا انسان۔

اللہ کریم کا رسول کو بشر فرمانا انسان کہنا ان عام لوگوں جیسا انسان نہیں جو یہ کافر سمجھتے ہیں کہ نبی کا فرشتہ ہونا ضروری ہے رب کائنات نے تو انبیاء کرام کو اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجا تا کہ وہ انھیں آداب معاشرت اور قانون زندگی سکھائیں جس سے میری مخلوق فلاح پائے اور انعام کی سزاوار ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے اس لئے نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے افضل البشر بنا کر بھیجا تا کہ میری مخلوق کو فلاح اور کامیابی کا راستہ ملے۔ عذاب سے بچ کر انعام کے مستحق ٹھہریں۔

۲۔ قرآن مجید نصیحت ہے:

"لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَا اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ہ" یقیناً ہم نے تمھاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمھارے لئے نصیحت ہے کیا پھر بھی تم عقلمندی نہیں کرتے۔

اللہ کریم نے یہ شرف اور اعزاز جتلایا ہے کہ ہم نے تمھیں اتنی عظیم اور اعلیٰ کتاب حکیم سے نوازا ہے جس میں تمھاری زندگی اور کاروبار زندگی کا اصول اور طریقہ موجود ہے مگر ان کے لئے جو اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور فرمایا" وانه لذكر لك ولقومك ہ" تیرے لئے اور تیری قوم کیلئے نصیحت ہے اور تم اس کے بارے میں ابھی بھی سوال کئے جاؤ گے مگر وہ لوگ زیادہ سوال نہیں کرتے جو ایمان والے ہیں اور نیکی کے کاموں میں پہل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کی محنت اور خلوص کو ضائع نہیں کرتا۔

۳۔ توحید کا ذکر، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں:

"اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِهَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ هُمۡ يُنۡشِرُوۡنَ ہ" ان لوگوں نے جنھیں معبود بنا رکھا ہے کیا وہ مردوں کو زمین سے زندہ کر دیتے ہیں؟

اس آیت مبارکہ میں شرک کی تردید ہو رہی ہے اور شرک ایسا گناہ کبیرہ ہے جو رب تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور اس کی معافی نہیں۔ اور مشرکوں کا منہ توڑ جواب ہے کہ جو خدا تم نے بنائے ہوئے ہیں اگر وہ سب مل کر بھی چاہیں نہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور نہ تمھارے کام سنوار سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہوتا کہ ایک واحد خدا کے سوا اور خدا ہوتے تو کائنات کا نظام اس نظم وضبط کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا اور فساد برپا ہو جاتا ہر خدا اپنا لاؤ لشکر لئے پھرتا اور زمین وآسمان میں فساد برپا ہو جاتا۔ مزید ارشاد ہے "مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ ہ" اللہ کی اولاد نہیں نہ اسکے ساتھ کوئی معبود ہے اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو شرک کرتے ہیں وہ ذات مبرا اور منزہ ہے۔

۴۔ ہر ایک نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور کسی نے ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہنا:

(ترجمہ) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ زندہ رہنے کا طریقہ تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا وصال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ رہیں گے۔ ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا۔

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر کہا کرتے تھے کہ جب محمد ﷺ پر موت کا چکر پڑے گا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو پھر ہم دیکھیں گے ہماری مخالفت کون کرتا ہے اصل تکلیف انھیں یہ تھی کہ سرکار دو عالم ﷺ انھیں سمجھایا کرتے تھے کہ جنھیں تم نے خدا بنا رکھا ہے یہ مٹی اور سونے چاندی کے بت، بارش، اور روزی دینے کے حوالے سے بت، جو تم نے

Marfat.com

خود خدا بنا رکھے ہیں یہ تمھیں کچھ فائدہ نہ دیں گے۔ یہی بات انھیں بری لگتی تھی مگر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کہ حق بات ان مشرکوں کو اچھی لگے یا نہ لگے۔ اللہ کریم نے اس آیت کے حصہ سے واضح کر دیا کہ تم اگر میرے محبوب کی موت کی آرزو کرتے ہو تو تم نے کون سا ہمیشہ کیلئے اس دنیا میں رہنا ہے موت تو تمھیں بھی آجائے گی موت سے تم بھاگ نہیں سکتے۔

۵۔ اللہ کا ذکر اور کفار کا مزاح کرنا:

''وَاِذَا رَاٰکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ یَّتَّخِذُوۡنَکَ اِلَّا هُزُوًا ط اَهٰذَا الَّذِیۡ یَذۡکُرُ اٰلِهَتَکُمۡ ہ'' اور کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا (برائی کے ساتھ) ذکر کرتا ہے۔

آیت مبارکہ کے اس حصہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جو اس دور میں ذکر الٰہی سے غفلت کرے اللہ اور رسول ﷺ سے پیار کرنے والوں اور رسول ﷺ کے طریقہ پر چلنے والوں سے نفرت کا اظہار کرے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ وہ شخص ان کفار کا راستہ اختیار کر رہا ہے جو نبی علیہ السلام کے زمانہ میں حضور ﷺ سے اسلیئے نفرت کرتے تھے کہ آپ محض اللہ کی محبت کو پھیلانا چاہتے تھے اور توحید الٰہی کا پیغام ان کافروں تک پہنچاتے تھے۔

۶۔ قیامت سب کو عاجز کر دے گی:

''وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ہ'' اور وہ (یعنی کافر) کہتے ہیں کہ یہ عذاب اور قیامت کی وعید کب آئے گی اگر تم اس وعید میں سچے ہو تو بیان کرو کہ کب اس کا وقوع ہوگا۔

کیونکہ جو کفار تھے اس معاملہ کو یعنی عذاب الٰہی کو محال سمجھتے تھے اس لئے بات بات پہ یہ دلیل مانگتے ہیں اور بار بار پوچھتے ہیں کہ وہ قیامت کب آئے گی وہ وعدہ پورا ہو جائے گا اور یہ غافل لوگ نہیں جانتے کہ جب یہ قیامت آجائے گی اور رب کا وعدہ پورا ہو جائے گا تو انکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی کہ یہ تو وہی وعدہ ہے جس کے متعلق ہمیں بتایا جاتا تھا۔ پھر یہ معافیاں مانگیں گے مگر پھر پانی سر سے گذر چکا ہوگا یعنی وقت گذر چکا ہوگا اور جو وقت گذر جائے وہ لوٹا نہیں کرتا اس لئے انھیں بار بار نصیحت کی جاتی ہے مگر ہدایت تو ایمان والے ہی قبول کیا کرتے ہیں۔

۷۔ کفار کے لئے نشانیاں:

''بَلۡ مَتَّعۡنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰی طَالَ عَلَیۡهِمُ الۡعُمُرُ ہ'' بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر اسی حالت میں عرصہ دراز گذر گیا۔ متعنا: یعنی ہم نے نعمت دی اور مہلت بھی دی۔

اس آیت کے حصہ سے پتہ چلتا ہے کہ کفار دنیا میں زیادہ سے زیادہ رہنا پسند کرتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں۔ دنیا میں دل زیادہ لگاتے ہیں۔ حالانکہ بہت سی نشانیاں رب کائنات نے اس صورت میں دکھائیں کہ بستیاں تباہ کی گئیں اور بہت سے عذاب کفار پر نازل کئے گئے ایک مثال طوفان نوح کی موجود ہے مگر ان کافروں میں ان کے تکبر کی وجہ سے اور اپنی سرداری کی اکڑفوں کی وجہ سے غفلت کے پردے کچھ اس طرح سے ان کی عقل پر چھا چکے ہیں کہ وہ انھیں ہدایت کی طرف آنے نہیں دیتے۔

''وَلَقَدۡ اَهۡلَکۡنَا مَا حَوۡلَکُمۡ مِّنَ الۡقُرٰی ہ'' ہم نے تمھارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کیں اور اپنی نشانیاں ہیر پھیر کر کے تمھیں دکھا دیں تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں۔

۸۔ تورات کی فضیلت کا ذکر بھی اس سورۃ مبارکہ میں آچکا:

ہم پہلے بھی یہ بات بتا چکے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر اکثر ملا جلا آتا ہے حضرت ہارونؑ کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کا وزیر بنایا اور ان کے امر نبوت میں ان کا ساتھی ٹھہرایا۔

Marfat.com

۹۔ انبیاء پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں:

اللہ کریم انبیاء کرامؑ کی پیدائش سے لے کر بچپن، لڑکپن، جوانی، اور پھر اگلی زندگی تک مدد فرماتا ہے انبیاء کا فعل وعمل امت کیلئے اصلاح و تعلیم کا باعث ہوتا ہے اگر وہ ایسا نہ ہو تو امت کو کس طرح سے ہدایت حاصل ہو سکے۔

ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے تنگ کیا اور آپکو آگ میں ڈالا گیا تو رب کائنات کی طرف سے حکم آ گیا "قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ہ"ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہو جا ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے۔

۱۰۔ جب قوم نے ستایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی:

"وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ہ"نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔

اس میں سبق ہے کہ انبیاء کا امتحان میں ڈالا جانا امت کیلئے ایک نمونہ ہے تا کہ وہ اس سے ہدایت حاصل کریں اور کامیابی اور استقامت والے راستے سیدھے راستے پر گامزن ہوں اور رب کائنات لامتناہی کریم بادشاہ ہے اور جب رب کائنات خوش ہو کر انعام عطا فرمائے تو اس کے انعام سے اعلیٰ انعام اور کوئی نہیں۔ جو اس کی رضا آپکو حاصل ہونا ہے تو یہی سب سے بڑا اور اعلیٰ انعام ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری صبر، دعا اور شفاء حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کا تذکرہ حضرت یونس علیہ السلام کا پورا واقعہ بیان ہوا۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کا واقعہ، حضرت مریم علیہ السلام، علامات قیامت بیان ہوئیں۔ آسمان لپیٹ دیا جائے گا اور جو جنت کے وارث ہیں وہ اللہ کے نیکوکار بندے ہیں جو جنت کے مستحق ہوں گے۔

خدا واحد ، یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے:

"اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہ"اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس یہی وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کو سورۃ الانبیاء کا نام دیا گیا اور اس سورۃ مبارکہ میں قیامت کے دن کیلئے تیاری کرنے کا حکم دیا گیا اور دنیا میں دل لگانے سے منع فرمایا گیا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو خاص انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنا کے ہدایت پر یعنی ہدایت کے راستے پر گامزن ہونے کا سبق دیا جا رہا ہے، بتایا جا رہا ہے کہ یہ دنیا عیش وعشرت کرنے کا گھر نہیں ہے بلکہ امتحان گاہ ہے، عمل کی دنیا ہے، جس کی جزا آخرت میں ملے گی اور یہ ایسا امتحان ہے جس کے سارے کے سارے سوال اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیئے ہیں کہ یہ سوال حل کر لو تو پاس ہو جاؤ گے۔ قرآن پورے کا پورا انسان کو ایک طرز زندگی گذارنے کے لئے قانون زندگی ہے اس لئے کہ ہم اس سے سبق حاصل کریں اور پاکیزہ اور عمل والی زندگی کی طرف آئیں۔ دین پہ زندگی گذاریں اور دوسروں کو سبق دیں کہ وہ بھی دین اسلام کے مطابق زندگی گذاریں۔ یہ اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب آپ اپنے کردار سے ثابت کر دیں کہ ہم جن صالحین بندوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں وہ اللہ کے کرم سے خلوص اور محبت کے ساتھ دین کو اللہ کی رضا کیلئے اور اسکے محبوب کے عشق کو عام کر رہے ہیں ہم جو سنیں اور پڑھیں اس کو اپنے عمل سے ظاہر کر دیں تو پھر کامیابی اللہ کی رضا ہمارے مقدر کو بدل دے گی اور ہم اللہ کی رضا اور اسکے حبیب ﷺ کے عشق کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ ہم عاجز بندوں کو اپنے احکامات پر اپنے محبوب کی سنتوں پر کامل عمل کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہماری یہ زندگی رائیگاں نہ جائے۔ آمین۔

Marfat.com

علم خیر الانام بعطاء رب الانام

از: محمد خرم قادری ایل ایل بی

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ و اتباعہ اجمعین. اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ٥ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفّٰی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں،

جب کوئی چیز آنکھوں سے چھپ جائے تو اس کو غیب اور غائب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے" وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ٥ (النحل : ۲۰) (سلیمانؑ نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ (حقیقت میں) غائب ہے۔ غیب کا لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کے علم اور اس کے حواس سے غائب ہو۔ قرآن مجید میں ہے" وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (النحل: ۷۵) اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔ غیب اور غائب کا اطلاق لوگوں کے اعتبار سے لیا جاتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کا کوئی ذرہ اللہ سے غائب نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" عالم الغیب والشھادہ (الانعام: ۷۳) یعنی جو چیزیں تم سے غائب ہیں اور جو چیزیں تمھارے سامنے حاضر ہیں وہ ان سب کا جاننے والا ہے۔ اور" یومنون بالغیب (البقرہ: ۳)" میں غیب کا اصطلاحی معنی مراد ہے اور وہ یہ ہے جو چیز حواس خمسہ اور بداہت عقل سے معلوم نہ ہو وہ غیب ہے اور غیب کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے اور ان کے بتانے سے ہوتا ہے (المفردات ج ۱ ص ۴۷۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفٰے الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

کتب لغت میں اس کا مزید جائزہ لینے سے غیب کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مزید تصریحات سامنے آتی ہیں جو یہ ہیں علامہ مجد الدین مبارک بن محمد بن الاثیر الجزری (التوفّٰی ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں احادیث میں علم بالغیب اور ایمان بالغیب کا بکثرت ذکر ہے اور ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو وہ غیب ہے۔ عام ازیں کہ وہ دل میں حاصل ہو یا نہ ہو۔ امام احمد روایت کرتے ہیں کہ المغیبۃ (وہ عورت جسکا شوہر غائب ہو) کو مہلت دو حتیٰ کہ وہ اپنے بکھرے ہوئے پراگندہ بالوں کو سنوار لے اور موئے زہار صاف کرے (مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۹) حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مغیب عورت کسی شخص کے پاس کچھ خریدنے گئی اس نے اس سے چھیڑ چھاڑ کی تو اس عورت نے کہا تم پر افسوس ہے میں مغیب ہوں (یعنی میرا شوہر غائب ہے) تو اس شخص نے اسکو چھوڑ دیا (مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۹) نیز حضرت ام الدرداء بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کیلئے ظہر غیب (اس کے غیاب) میں دعا کرتا ہے تو اس دعا کے ساتھ جو فرشتہ موکل ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ آمین! (صحیح مسلم الذکر، سنن ابوداوٗد رقم الحدیث ۱۵۳۲ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۸۹۵) حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: جب ملاقات ہو اسکو سلام کرے، جب اس کو چھینک آئے تو اس کو جواب دے (یرحمک اللہ کہے) جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے جب وہ دعوت دے تو اس کو قبول کرے جب وہ فوت ہو تو اس کے جنازہ پر جائے اس کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے اور غیب میں (اسکی غیر حاضری میں) اسکی خیر خواہی کرے (سنن دارمی رقم الحدیث ۲۶۳۳) سنن ترمذی میں ہے جب وہ حاضر ہو یا غائب ہو تو اسکی خیر خواہی کرے

Marfat.com

(رقم الحدیث ۲۷۴۶) (النہایہ ج ۳ ص ۵۷-۳۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: الغیب کا معنی ہے ہر وہ چیز: جو تم سے غائب ہو امام ابو اسحق نے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں کہا وہ ہر اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ان سے غائب ہے اور اس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے جیسے مرنے کے بعد جی اٹھنا، جنت اور دوزخ اور جو چیز ان سے غائب ہے اور اس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے وہ غیب ہے نیز غیب اسکو کہتے ہیں جو آنکھوں سے پوشیدہ ہو، خواہ وہ دل میں ہو کہا جاتا ہے کہ میں نے وراغیب سے آواز سنی یعنی اس جگہ سے سنی جسکو میں نہیں دیکھ رہا (لسان العرب ج ۱ ص ۶۵۴، مطبوعہ ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو وہ غیب ہے عام ازیں کہ وہ دل میں ہو یا نہ ہو (مجمع بحار الانوار ج: ۴، ص: ۸۲، مطبوعہ دار الایمان المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ)

غیب کا اصطلاحی معنی:

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ لکھتے ہیں "غیب سے مراد وہ مخفی امر ہے جس کا نہ حواس (خمسہ) ادراک کر سکیں اور نہ ہی اس کا بداہت عقل تقاضا کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس کے علم کی کوئی دلیل (ذریعہ) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (الانعام: ۵۹) ترجمہ: اور اسی کے پاس ہے کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ ہو (خواہ عقلی دلیل سے اس کا علم ہو خواہ خبر سے) جیسا اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور قیامت اور اس کے احوال کا علم (انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۱، ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ) علامہ محی الدین شیخ زادہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں "غیب کی دوسری قسم میں جو قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ جس کے علم پر کوئی دلیل ہو اس سے مراد عام ہے وہ دلیل عقلی ہو یا نقلی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات پر عقلی دلائل قائم ہیں۔ (اور ان کو عقل سے جانا جا سکتا ہے) اور قیامت اور اس کے احوال پر دلائل نقلیہ قائم ہیں (اور ان کو قرآن اور احادیث سے جانا جا سکتا ہے) اور یہ دونوں قسمیں غیب ہیں اور غیب کی اس دوسری قسم کو انسان ان دلائل سے جان سکتا ہے اور وہ غیب جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے وہ غیب کی قسم اول ہے اور سورۃ الانعام کی اس آیت میں وہی مراد ہے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج: ۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۸۹)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: غیب کا معنی ہے جو چیز آنکھوں سے پوشیدہ ہو اسی طرح جو چیز حواس اور انسان سے غائب ہو اس پر بھی غیب کا اطلاق ہوتا ہے اور غیب لوگوں کے اعتبار سے ہے اللہ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب نہیں ہے کیونکہ رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز اللہ سے غائب نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اس کا معنی یہ ہے جو چیز تم سے غائب ہے اور جس کا تم مشاہدہ کرتے ہو اللہ ان سب کا عالم ہے اور یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ میں غیب کا معنی ہے جن چیزوں کا حواس سے ادراک نہ ہو سکے اور جن کا بداہت عقل تقاضا نہ کرے اور ان کا علم صرف رسل علیہم السلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۔ ۱۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام غزالی ؒ متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں نبی کی چوتھی صفت یہ ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ آئندہ ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰)

قاضی عیاض مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا (شفا ۱ ص ۱۶۱)

Marfat.com

لغت کی مشہور کتاب المنجد عربی کا اردو ترجمہ دس عدد دیو بندی حضرات نے کیا ہے اس کتاب میں النبوءۃ والنبوۃ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر غیب کی بات بتانا پیشین گوئی کرنا اور النبی والنبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا پیشین گوئی کرنے والا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا ترجمہ کیا گیا ہے (المنجد ص ۹۸۷ مطبوعہ دھلی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزّ وجلّ سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے

(۱) علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو

(۲) علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر وفکر ونظر التفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو

(۳) علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو

(۴) علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو

(۵) علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر وتبدل، فرق وتفاوت کا امکان نہ ہو

(۶) علم کا اقصٰی نہایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ، موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جلّ وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ میں سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی کے لئے عقول مفارقہ ہو خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے (الصمصام ص ۷۔۶ مطبوعہ بزم عاشقان مصطفی ﷺ لاہور ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں فرق کے متعلق جمہور اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو جاری نہیں ہو سکتا، مساوی درکنار تمام اولین و آخرین وانبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین (علیہم السلام) سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ، دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، شرق وغرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں، شرق وغرب روز اول وروز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا، تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

(۳) یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دینے سے انبیاء کرامؑ کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے، جو ان کا منکر ہو وہ کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم واعظم ہے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔ (خالص الاعتقاد، ص ۲۳، ۲۴ ملخصاً مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی کراچی)

علم قرآن میں:

علم ایک عظیم قوت ہے، قرآن کریم نے انسان کو لکھنے پڑھنے (علق: ۵-۴) اور تحصیل علم (طٰہٰ: ۱۱۴) کی طرف متوجہ کیا اور انسان کو وہ راز ہائے سربستہ بتائے کہ اس کا دماغ روشن ہو گیا قرآن کریم علم و دانش کا عظیم خزانہ ہے اس میں علم اور مشتقات علم کا تقریباً 800 سے زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور کتاب و کتابت کا تقریباً 600 سے زائد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اس سے قرآن کریم کی نظر میں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے حضرت طالوت علیہ السلام کو علم کی وجہ سے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا (بقرہ: ۲۴۷) اور علم ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں پر فضیلت پائی (بقرہ: ۳۱)۔ پوشیدہ علم کو قرآن کریم نے ''علم غیب'' سے تعبیر فرمایا ہے (کہف: ۶۵) اور اس پر ایمان لانا ہر مسلمان کی نشانی قرار دیا (بقرۃ: ۳)۔ قرآن حکیم نے بہت سی آیات میں ''علم غیب'' کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ علم اللہ اور صرف اللہ ہی کے لئے ثابت ہے مثلاً یہ آیات ملاحظہ ہوں

۱۔ اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں انھیں وہی جانتا ہے (انعام: ۵۹)

۲۔ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی سب چھپی چیزیں۔ (بقرہ: ۳۳)

۳۔ تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لئے ہے۔ (یونس: ۲۰)

۴۔ تم فرما دو! تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں (انعام: ۵۰)

نمونے کے طور پر مفسرین کرام کے اقوال کی روشنی میں مندرجہ بالا آیات میں سے صرف آخری آیت (انعام: ۵۰) کا اصل مفہوم پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے ان تین امور کی نفی کروائی ہے اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے کیونکہ اس آیت شریفہ سے خزانوں کے مالک ہونے کی نفی، اور عدم علم نبی ﷺ کی دلیل بنانا کم علمی ہے اس آیت میں خزائن اور علم غیب کی نفی کب ہے، نفی ہے تو قول و دعویٰ کی، دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے؟ نیز اس آیت میں مشرکین کے سوالوں کا جواب دیا جا رہا ہے جو انھوں نے سید عالم ﷺ سے کئے تھے۔ چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں ''مشرکین مکہ نے نبی ﷺ سے کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ہمیں خزانے تقسیم کریں، دولت دے کر مالدار کر دیں تا کہ ہم محتاج نہ رہیں اور اپنی زندگی عیش و عشرت سے گذار سکیں اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے مستقبل کی خبر دیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا ہمارے آئندہ کام میں نقصان ہوگا یا نفع تا کہ ہم پہلے ہی اپنا انتظام کر لیں اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں اور عورتوں سے نکاح کیوں کرتے ہیں (یہ تو سب بشر کے کام ہیں)۔ چنانچہ مشرکین کے ان تین سوالوں کا جواب یوں فرمایا'' اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب مکرم ﷺ ان کو فرما دیجیئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور میں تم سے کب کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے، اے پیارے رسول ﷺ ان کو فرما دیجیئے کہ اندھے اور آنکھ والے برابر ہو جائیں گے؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟'' چنانچہ صاحب تفسیر خازن لفظ قل کے بعد فرماتے ہیں'' اے محمد ﷺ ان مشرکین مکہ کو فرما دو کہ میں نہیں کہتا تم کو' ثابت ہوا کہ لکم یہ خطاب ان مشرکین کو ہے کہ میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں آپ غیب جانتا ہوں اور فی الواقع نااہل کب اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کئے جائیں کیا اللہ کے رسول ﷺ کے علم کے مخالفین بھی اپنے

Marfat.com

آپ کو ان ہی نا اہلوں میں سے سمجھتے ہیں؟ مخالفین حضرات لفظ لکم کے مخاطب امت کو ٹھہراتے ہوئے معنی کرتے ہیں کہ "اے نبی امت کو سنا دے" حالانکہ کسی مفسر نے اس کے یہ معنی نہیں کئے اور نہ ہی یہ لوگ اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں، پھر معلوم نہیں کہ دیدہ و دانستہ قرآنی آیات کی تفسیر میں کیوں خیانت کی جاتی ہے، چنانچہ امام نظام صاحبِ تفسیر نیشا پوری مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اللہ تبارک وتعالیٰ نے قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ فرمایا ہے لیس عندی خزائن اللہ نہیں فرمایا یعنی کسی چیز کے ہونے کا انکار علیحدہ چیز ہے اور اس کا دعویٰ نہ کرنا دوسری چیز ہے اور خزائن اللہ سے یہاں مراد اشیاء کی حقیقتوں کا علم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی وعدہ فرمایا تھا کہ ہم عنقریب انھیں اپنی تمام آیات قدرت کا معائنہ کروائیں گے خواہ وہ نفوس کے اندر ہوں یا آفاق کے اندر اور حضور ﷺ نے بھی دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی کہ خداوند! ہمیں تمام اشیاء کی حقیقتوں پر اطلاع بخش دے جس طرح کہ وہ فی الواقع ہیں۔ لیکن یہ اسرار اوروں کو نہیں بتلائے بلکہ ہر شخص کے ساتھ اس کی عقل و سمجھ کے مطابق حضور ﷺ کلام فرمایا کرتے تھے اس لئے فرمایا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں حالانکہ کہ آپ ﷺ گذشتہ واقعات ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنے ظہور تک اور آئندہ ہونیوالے واقعات قیامت کی خبر یا علام خداوندی انھیں بتایا کرتے تھے اس لئے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اور میں عالم ماکان و ما یکون ہو گیا"۔ صاحب تفسیر خازن اسی آیت **قل لا اقول لکم** کے تحت فرماتے ہیں "حضور ﷺ نے اپنی ذات شریفہ سے ان اشیاء کی نفی اپنے رب کے حضور بطور انکساری فرمائی، یعنی اس سے میں کچھ نہیں کہتا کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔

علامہ آلوسی صاحبِ تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں "علامہ خازن نے فرمایا یہ بھی احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے علم غیب کی نفی تواضعاً کی ہو (اور تواضع سے کذب لازم نہیں آتا) کیونکہ تواضع کا معنی یہ ہے کہ میں خدا کے بتلائے بغیر غیب کو نہیں جانتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے نفی کی ہو اور اطلاع پا کر غیوب کی خبر دی ہو یا نبی ﷺ کا یہ کلام کفار کے سوال کے جواب میں ہو۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغیبات کی خبر دی تا کہ وہ آپ کا معجزہ نبوت کی دلیل قرار پائے علامہ خازن کی عبارت ختم ہوئی اور اس عبارت میں غور کرنا چاہیئے اور بعض محققین کی عبارت پہلے جواب (یعنی تواضع) کی ترجیح کی طرف اشارہ کرتی ہے (روح المعانی، ج۹، ص۱۲۱)

مخالفین میں سے علماء دیوبند نے بھی اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ نبی ﷺ سے مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ مستقل اور بالذات علم کی نفی کی گئی ہے یا آپ سے تمام معلومات الٰہیہ کی نفی کی گئی ہے

مولوی اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے "اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں تمام غیبوں کو (جو کہ معلومات الٰہیہ ہیں) جانتا ہوں (جیسا کہ کبھی کبھی بطور عناد اس قسم کی باتیں پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟) (بیان القرآن، ج اص ۲۷۸، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہے یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا سکا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلومات غیبیہ وشہادیہ پر خواہ انکا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو، اسکو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پوچھو وہ فوراً بتلا دیا کرے (تفسیر عثمانی بر ترجمہ محمود الحسن ص ۱۷۷ مطبوعہ سعودیہ)

Marfat.com

مفتی شفیع دیوبندی اس آیت کی خلاصہ تفسیر میں رقمطراز ہے اور نہ میں تمام غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں (جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے) معارف القرآن ج ۳ ص ۳۲۴، مطبوعہ ادارہ المعارف، کراچی) مفسرین کرام اور علمائے دیوبند نے اس آیت میں علم غیب کی نفی کو مطلقاً علم غیب کی نفی پر محمول نہیں کیا، بلکہ اس علم غیب کی نفی پر محمول کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم نور مجسم شہنشاہ دو عالم نبی محتشم فخر آدم و بنی آدم کو خصوصاً اور دیگر انبیاء کو عموماً علم غیب عطا فرمایا ہے ان آیات کا ذکر ہم انشاء اللہ کچھ آگے چل کر کریں گے اس وقت مخالفین کی علم غیب کے بارے میں تضاد بیانی کا نظارہ کرواتے ہوئے مخالفین اور انکے اکابرین کی چند عبارتیں پیش خدمت ہیں جن میں یہ اعتراض بھی دور ہو جائے گا کہ علم اور غیب کا لفظ اکٹھا بولنا انبیاء کیلئے جائز نہ ہے مندرجہ ذیل عبارات میں اکابرین واصاغرین دیوبند سے علم غیب کا لفظ اکٹھا انبیاء علیھم السلام کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

''دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ارشاد فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک غیبات ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ و حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی، اسکی دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے (شمائم امدادیہ صفحہ ۶۱ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان)

مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنی رسوائے زمانہ گستاخانہ عبارت جو کہ حفظ الایمان میں موجود ہے۔ اس میں صراحتاً حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔'' حفظ الایمان ص: ۱۱، ۱۰ سے یہ عبارت دیکھی جا سکتی ہے ہمارے ایمان میں اس عبارت کو نقل کرنے کی تاب نہ ہے گواہی کے لئے اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز مرتضیٰ حسین چاند پوری کی عبارت درج ذیل ہے'' حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تمام حاصل ہو گئے تھے (مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفیٰ ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان ص: ۵) نیز لکھتے ہیں'' سرور عالم ﷺ کو جو بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں (ایضاً ص: ۱۰) صفحہ ۱۰ پر ہی لکھتے ہیں'' جو بعض علوم غیبیہ کے واقع میں سرور عالم ﷺ کے لئے ثابت ہیں اس سے تو یہاں نہ گفتگو ہے نہ اس کی کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی رقمطراز ہیں'' انبیاء علیھم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے۔ کما قال النبی ﷺ **لو تعلمون ما اعلمه لضحكم قليلا و ليبكتم كثيراً (لطائف رشيديه، ص: ۲۷)**

وہابیوں کے پیشوا حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب'' شان رب العالمین'' کے صفحہ ۵۷ پر رقمطراز ہیں '' ہاں اللہ جتنا چاہے علم غیب اپنے پیغمبر ﷺ کو بتا دیتا ہے اور صفحہ ۵۸ پر ہے'' خدا اپنے رسولوں میں جس کو جتنا چاہے غیب دیتا ہے۔''

مرتضیٰ حسین چاند پوری خلیفہ مجاز اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں حاصل یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم مغیبات اسقدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ ﷺ کے علم کے برابر نہ ہوں (توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۱۲)

مولوی حسین احمد مدنی ٹانڈوی صدر مدرس دیوبند لکھتے ہیں'' اول یہ کہ حسب قول سائل حضور ﷺ کا علم غیب ذاتی نہیں ہے بلکہ بتعلیم اللہ تعالیٰ ہے (حسین احمد مدنی، شہاب ثاقب، ص: ۱۰۶، ۱۰۵، مطبوعہ دیوبند)

مولوی منظور نعمانی سنبھلوی لکھتے ہیں'' غیب کی باتوں کا علم تو سب کو ہے کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے (فیصلہ کن مناظرہ، ص: ۱۴۴) نیز لکھتے ہیں'' اس سے صراحتاً معلوم ہو جاتا ہے کہ زید، عمر و غیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا

Marfat.com

گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے (فیصلہ کن مناظرہ، دررسائل ثلاثہ ص:۱۵۹)

برصغیر پاک و ہند میں مذہب غیر مہذب وہابیہ کے بانی اسماعیل قتیل دہلوی لکھتے ہیں "ارواح اور ملائکہ اوران کے مقامات کے کشف اورزمین وآسمان جنت اوردوزخ کی سیر اورلوح محفوظ پر مطلع ہونے کیلئے دورہ کا شغل کرے (صراط مستقیم (فارسی ص:۱۱۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں "یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین اور ہیں اور علوم آخرین اور، لیکن وہ سب علوم رسول ﷺ میں مجتمع ہیں۔ (تحذیرالناس، ص:۶، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)

المہند علی المفند جو کہ دراصل المفند علی المہذ ہے جس پر تقریباً پچاس قدیم وجدید علماء دیوبند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں اس میں ہے کہ "ہم زبان سے قائل اور قلب سے متصدق اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے جن کو ذات وصفات وتشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ، اور نہ نبی ورسول اور بے شک آپ ﷺ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ ﷺ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے (المہند ص:۱۷۱، مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ "بعض مغیبات کا علم آپ ﷺ کو باعلام حق تعالیٰ ہونا مسلم ومتفق علیہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ج:۳، ص:۱۲۱، سوال نمبر ۶۹۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

مولوی ذوالفقار علی صاحب شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں "اور منجملہ آپ ﷺ کے علوم ومعلومات کے علم لوح وقلم ہے (عطرالوردہ فی شرح بردہ، ص:۱۰۳)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں "علم غیب وہ ہے جو مقتضاء ذات کا ہے اور جو باعلام خداوندی ہے۔ وہ ذاتی نہیں بالسبب ہے وہ مخلوق کے حق میں ہے ممکن، بلکہ واقع ہے۔ اور امر ممکن اعتقاد شرک وکفر کیونکر ہوسکتا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ ص:۱۳، کلیات امدادیہ ص:۸۰، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں "ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایک شخص حضور ﷺ کے علم غیب کا قائل ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے، میں نے کہا کو شخص علم بلاواسطہ کا قائل ہے وہ کافر ہے (اہلسنت علم بلاواسطہ کے قطعاً قائل نہیں ہیں۔ خرم غفرلہ) اور جو علم بواسطہ کا قائل ہو یعنی خدا کی عطا کے واسطہ کا، وہ کافر نہیں اگر چہ وہ علم محیط ہی کا قائل ہو۔ (افاضات یومیہ، ج:۸، ص:۶۷، مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہی تھانوی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ۔علم غیب جو بلاواسطہ ہو، وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو، وہ مخلوق کیلئے ہوسکتا ہے (حفظ الایمان مع بسط البنان صفحہ ۲۱ مطبوعہ شرف الرشید شاہکوٹ)

پھر لکھتے ہیں: اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور ﷺ کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا کون انکار کرسکتا ہے (تغیر العنوان ص ۲۱) مولوی سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں: ۔اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کیلئے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں" (تنقید متین ص ۱۹۷)

پاک وہند میں غیر مقلدین کے معتمد اور مسلمہ قاضی شوکانی اللہ تعالیٰ کے ارشاد فلا یظھر علی غیبه احدا کی تفسیر میں کہتے ہیں۔

سوال: قرآن پاک کی ایک دلیل سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں پر جس غیب کو چاہتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے تو کیا

Marfat.com

جس رسول پر اللہ تعالیٰ نے جو غیب چاہا فرما دیا، جائز ہے کہ وہ اس غیب کی خبر اپنی امت کے بعض افراد کو دے دیں؟
جواب: ہاں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس سلسلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی احادیث وارد ہیں جو سنت مطہرہ کے عالم سے مخفی نہیں ہیں (احادیث بیان کیں ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے امور غیبیہ کی خبر دی) پھر کہتے ہیں جب یہ ثابت ہو یا تو اس امر میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو غیبی خبریں اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائیں ان میں سے کچھ اس امت کے صالحین کو خصوصی طور پر عنایت کی جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض امتیوں کو بتائیں اور وہ بعد والوں میں سے بعض کو بتا دیں لہذا اولیاء اکرم کی کرامات ہیں اس قبیلے سے ہوں گی یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا فیض ہے (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۱۲ مطبوعہ بیروت)

معتبر مفسرین کرام اور مخالفین کی آراء پیش کرنیکے بعد قرآن کریم سے رہنمائی لیتے ہوئے اثبات علم غیب کی آیات کی طرف آتے ہیں خدا کے علاوہ کسی کیلئے ذاتی علم غیب کی نفی والی آیات سے معلوم ہوا کہ غیب اللہ ہی کیلئے ہے کوئی از خود غیب نہیں جانتا اور نہ بغیر عطائے الٰہی کسی کے پاس اللہ کے خزانے ہیں ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے کہیں یہ نہ فرمایا کہ یہ علم غیب ہم کسی کو عطا نہیں فرماتے اور یہ خزانے ہم کسی کو نہیں دیتے۔ یہی سب سے اہم نکتہ ہے جس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔'' (جن ۲۶) ''اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے اے عام لوگو کہ تمھیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔'' (آل عمران ۱۷۹)

اس آیت اور اس سے پچھلی آیت کے شان نزول پر ایک نظر کرنے سے بہت سی حقیقتیں سامنے آتی ہیں یہ کہ حضور ﷺ کے علم غیب پر منافقین لوگ اکثر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور آپ ﷺ کے علم شریف کا مذاق اڑاتے تھے لوگوں سے یہ کہتے تھے کہ ہم حضور ﷺ کے قریب رہتے ہیں اگر ان کو ہمارے نفاق کا علم ہوتو ہمیں باہر نہ نکال دیں؟ اس لئے آپ ﷺ کو کوئی علم نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے ''اللہ تعالیٰ مومنین کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک کہ علیحدہ نہ کرے گندوں کو ستھرے سے'' اس آیت کے شان نزول کو ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ علاؤالدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں ''بقول سدی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدمؑ پر پیش کی گئی اور میں نے جان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ پس یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انھوں نے برائے استہزا کہا کہ محمد ﷺ کا یہ گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ لوگ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ (تفسیر خازن، جزاوّل، مطبوعہ مصر)

اس آیت و تفسیر سے واضح ہو گیا کہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو امت کے حالات کا علم نہیں یہی وجہ ہے کہ منافقین کا گروہ علم مصطفٰے ﷺ میں طعن کیا کرتا تھا چنانچہ جب منافقین کی یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی کہ منافقین میرے علم کا استہزا اڑا رہے ہیں کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کے ایمان اور کفر کا علم ہو جائے یہ تو محمد ﷺ کا گمان ہے اب ملاحظہ فرمائیے کہ جب منافقین نے علم نبوی ﷺ پر طعن کیا تو سرور کائنات ﷺ نے اس کا کیا جواب فرمایا ''ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے جو چاہو سوال کرو میں خبر دوں گا۔''

چنانچہ علامہ بغوی صاحب معالم التنزیل اسی آیت (ما کان اللہ لیذر المومنین) کے تحت فرماتے ہیں ''پس یہ خبر رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمھیں اس کی خبر نہ دوں جو بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں تمھیں اس کی خبر دوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر سوال کیا میرا باپ کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمر کھڑے ہوئے انھوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ کی ربوبیت پر اسلام کے ایک دین ہونے پر، قرآن کے امام ہونے پر اور آپ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے ہم کو معاف فرمایئے اللہ آپ کو معاف فرمائے گا۔ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ نے فرمایا کیا تم باز آجاؤ گے پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے (تفسیر معالم التنزیل، جز اول، ص: ۴۵۶، مطبوعہ مصر)

اس تفسیر سے یہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور ﷺ کو قیامت تک کی ہر شے کا علم ہے اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا، جو پوچھو گے میں اس کی تمھیں خبر دوں گا۔" تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کو قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کا علم ہے دوسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان کا حضور ﷺ کے بارے میں عالم ما کان و ما یکون ہونے پر ایمان تھا، تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ کے علم شریف میں طعنے کرنے والا منافقین ہی کا گروہ تھا جس پر خدا کے پیارے حبیب ﷺ فرماتے ہیں "ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنہ کرتے ہیں" آج کل جو لوگ نبی کریم ﷺ کے علم پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں انھیں خود فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ یہ روش اختیار کر کے وہ کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔

فیصلہ خداوندی : انبیاء علیھم السلام کو علم غیب پر مطلع کیا جاتا ہے۔

چنانچہ جب منافقین نے حضور ﷺ کے علم غیب شریف کا استہزاء اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے اسکا جواب فرما دیا کہ میں اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کے علم سے مطلع کرتا ہوں "اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمھیں غیب کا علم دے ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تمھارے لیے بڑا ثواب ہے (آل عمران ۱۷۹)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کو وحی کے ذریعے غیب پر مطلع فرماتا ہے حتیٰ کہ وہ انکی نبوت کی دلیل ہوتا ہے (تفسیر السمرقندی ج ا ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنکو میں نے منتخب کر لیا اور آپکو اس غیب پر مطلع فرما دیا (الوسیط ج ا ص ۵۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔ زجاج وغیرہ نے بیان کیا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیھم السلام کے سوا کسی کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا جنکو اس نے پسند کر لیا (زاد المسیر ج ا ص ۵۱۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں لیکن ان غیب کی باتوں کو با علام اللہ جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے پھر لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ تم سب کو غیب کا عالم نہیں بنائے گا جیسے رسول کو علم ہے حتیٰ کہ تم رسول سے مستغنی ہو جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رسالت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور باقی لوگوں کو ان رسولوں کی اطاعت کا مکلّف کرتا ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ) علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کرنے کے لئے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۸۹ مطبوعہ اشتہارات ناصر خرو ایران ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفّٰی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جن پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اسکی طرف وحی کے ذریعہ ہے سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے (البحر المحیط ج ۳ ص ۴۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ) صاحب تفسیر جمل اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:۔ لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے یعنی برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر (التفسیر جمل) صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: لیکن انتخاب کر لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے جسکو چاہتا ہے علم غیب پر'' (التفسیر الخازن) اس آیت اور تفاسیر کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو علم غیب سے مطلع کر دیتا ہے۔ اب قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو لفظ الغیب آیا ہے یہ اسم جنس بصرف بالام ہے اور لام استغراق کا ہے معہود کوئی نہیں (کما تقرر فی علم الاصول وا لمعانی والنحو)

حیث قال اسم الجنس المعرف (سواء کان و باللام او الا ضافة اذا استعمل و لمه قرینه تخصصه ببعض ما یقع علیه مهو الظاهر فی الاتستغراق دفعاً للبترجیح بلا مرجع (شروح کافیه)

اور فاضل لاہوری ضربی زیداً قائماً کے معنی میں فرماتے ہیں ''اے جمیع افراد الغرب'' اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ الغیب سے مراد تمام غیوب ہوں گے جب غیب جزئی مراد نہیں ہوسکتا تو یقیناً استغراق مراد ہو گا اور لفظ ''لکن'' استدراک کے لئے ہوتا ہے اور دو متنافی اور متضاد کلاسوں کے درمیان ہوتا ہے چنانچہ صاحب تفسیر حسینی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نہیں، اللہ تعالیٰ اطلاع دیوے تمھیں منافقو اور کافرو، تمام مغیبات پر اے ما کان و ما یکون پر۔ لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تمام مغیبات پر اطلاع ای ما کان و ما یکون پر نبیوں میں سے اس پیغمبر کو جسے چاہے تو اب صاف معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو جمیع غیوب ما کان و ما یکون کا علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

اب اتفاقی طور پر سب کو علم ہے کہ خداوند پروردگار کے بعد اگر کوئی افضل ہے تو وہ ذات بابرکات سید المرسلین ﷺ ہی ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ ہی اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرما دیا ہے کیا آیت میں یہ قید ہے اتنا دیا ہرگز نہیں۔ بلا قید و تخصیص یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرما دیتا ہے اسکو کل غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف یہ بات کہی گئی ہو اور ''علم غیب'' عطا نہ کیا گیا ہو۔ نہیں نہیں! اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو یہ علم عطا بھی فرمایا جس کا قرآن حکیم میں تفصیل سے ذکر ہے مثلاً یہ آیات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء) کے نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا (بقرہ:۳۰)

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے فرمایا ''اسے جو چاہا سکھایا (بقرہ:۲۵۱)''

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جو عطا فرمایا اس کا انھوں نے اس طرح ذکر فرمایا ''اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا (نمل:۱۶)

۴۔ حضرت لوط علیہ السلام کیلئے فرمایا ''اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا (انبیاء:۷۴)

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے فرمایا ''اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے (یوسف:۶۸)

۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود بھی اپنے بیٹوں کے سامنے اس عطائے ربانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے (یوسف:۹۶)

Marfat.com

۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے فرمایا ''اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا (یوسف:۲۲)

۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ (یوسف:۵۵)

۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا ''اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور پورے زور پر آیا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا (قصص:۱۴)

۱۰۔ حضرت خضر علیہ السلام کے لئے فرمایا ''تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (الکہف:۶۵)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو ''علم غیب'' عطا فرمایا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ان حضرات قدسیہ نے کبھی کبھی اس علم کا اظہار بھی فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں

۱۱۔ اور تمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو (آل عمران:۴۹)

یعنی جس جس نے جو کچھ اپنے گھر میں کھایا اور جو کچھ گھر میں رکھا سب آپ کی نظر میں تھا حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے فرما رہے ہیں

۱۲۔ یوسف نے کہا جو کھانا تمھیں ملا کرتا ہے وہ تمھارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمھیں بتادوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ (یوسف:۳۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا ہے اس عطائے خاص سے انکار قرآن سے انکار ہے یہ علم کوئی معمولی علم نہیں بڑے اہتمام اور تیاری کے بعد عطا فرمایا جاتا ہے اور جسکو عطا فرمایا جاتا ہے اس کے آگے اور پیچھے فرشتوں کے پہرے لگا دیئے جاتے ہیں:۔ ارشاد فرماتا ہے ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ انکے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے'' بے شک جس کو یہ علم عطا کیا گیا اسکو بہت کچھ عطا کیا گیا۔ تمام انبیاء کرام ؑ کو یکساں علم غیب حاصل نہیں بلکہ جس طرح انبیاء و رسل میں درجات ہیں (بقرہ ۲۵۳) اس طرح ''علم غیب'' بھی درجہ بدرجہ عطا کیا گیا ہے قرآن حکیم سے اس کی تصدیق ہوتی ہے حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی اور حضرت موسیٰ نے وہ علم غیب سیکھنے کی درخواست کی جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا حضرت خضر نے درخواست منظور کی مگر یہ ہدایت فرمائی ''مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اسکا ذکر نہ کروں (کہف:۷۰) حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کرتے گئے حضرت موسیٰ نہ سمجھ سکے۔ آخر رہا نہ گیا پوچھ لیا حضرت خضر نے راز سے پردہ اٹھا دیا مگر پھر حضرت موسیٰ کو ساتھ نہ رکھا۔ یہ پوری تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے (کہف:۶۵) اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یکساں ''علم غیب'' نہیں دیا گیا۔

سابقہ صریح آیات اور احادیث جو آگے آ رہی ہیں جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضور انور ﷺ کو بھی ''علم غیب'' عطا فرمایا گیا یہ ''علم غیب'' آپکا بہت بڑا معجزہ تھا مختلف انبیاء کو مختلف معجزات دیئے گئے مگر حضور ﷺ کو یہ معجزہ عطا فرمایا۔ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو جو علم غیب دیا گیا وہ سب آپکو عطا کیا گیا اور اسکے سوا جو کچھ دیا وہ سوائے اللہ کے کسی کو نہیں معلوم حضور انور ﷺ تمام انبیاءؑ کی صفات حسنہ کے جامع تھے اور ان کے علوم و معارف کے بھی جامع تھے۔ حضور ﷺ کو جو کچھ دیا گیا اس کے متعلق ارشاد فرمایا ''اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے'' (النساء ۱۱۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب کوئی چیز ایسی نہ رہی جو آپ نہ جانتے

Marfat.com

ہوں اس لئے اس نعمت کو اللہ نے ''فضل عظیم'' کہا ہے۔اس کی تفسیر میں جلیل القدر مفسرین کی تصریحات میرے سامنے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ترک کر رہا ہوں حضور انور ﷺ کو جو کچھ پڑھایا ہے اللہ نے پڑھایا فرمایا ''اب ہم تمھیں پڑھائیں گے تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے''۔ (الاعلیٰ۔۶،۷)

اگر استاد شاگرد سے یہ کہے ''میں نے تم کو پڑھایا ہے تم تو کچھ نہ جانتے تھے'' تو یہ حق ہے گستاخی و بے ادبی نہیں۔لیکن اگر کوئی شاگرد، اپنے استاد سے یہ کہے ''تم تو کچھ نہ جانتے تھے تمہارے استاد نے تم کو پڑھایا ہے'' تو یہ سراسر بے ادبی، گستاخی ہوگی۔تاریخ انسانیت میں ایسا بے ادب شاگرد نظر نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عطا سے پہلے کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا ''مَا کُنتَ تَدرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ '' تو یہ اللہ کی شان کے لائق ہے ہمیں زیب نہیں دیتا کہ بے ادب و گستاخ شاگرد کی طرح آپکے حضور وہ بات کہیں جو حق تعالیٰ جل مجدۃ نے آپ سے فرماتی بے شک اللہ نے آپکو ''علم غیب'' عطا فرمایا جو شخص فضل الٰہی کا انکار کرتا ہے یا اس کی تخفیف کرتا ہے وہ اللہ کے فضل کا انکار کرتا ہے اور اللہ کے فضل کی تخفیف کرتا ہے جو ایسا کرتا ہے اسکو کون مسلمان کہہ سکتا ہے موحد کی شان تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے ہر ہر حکم کا احترام کرتا ہے اس پر خود عمل کرتا ہے اور دوسروں کو عمل کرواتا ہے حضور انور ﷺ کا دربار بڑا دربار ہے ان کے حضور بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں ان کی محفل مبارک سے بلا اجازت اٹھنے والے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی جارہی ہے آپ بھی سنئے ! ارشاد ہوتا ہے ''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے (نور:۔۶۳) آپ خود اندازہ لگائیں جس محفل مبارک کا یہ ادب ہو اس میں رونق محفل سرکار دو عالم ﷺ کا کیا ادب ہوگا ؟ صحابہ کرام اس محفل پاک میں سر جھکائے دم بخود بیٹھے رہتے تھے بات بات پر کہتے ''یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہر سوال کا ایک ہی جواب تھا ''اللہ اور اسکا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں'' بے شک حضور ﷺ کو ان کے پروردگار نے علم غیب عطا فرمایا اس حقیقت کو تین جہتوں سے سمجھا جاسکتا ہے

(۱) آپ کو براہ راست علم غیب عطا فرمایا گیا

(۲) آپکو قرآن عطا فرمایا گیا جو علم غیب کا خزانہ ہے

(۳) آپکو شاہد بنا کر بھیجا گیا اور شاہد وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود بھی ہوا اور دیکھ بھی رہا ہو یعنی اسکو ہر بات کا عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔

حضور انور ﷺ کے علم غیب کو پہلی جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات آپ کے ''علم غیب'' کی تصدیق کرتی ہیں

۱۔ یہ غیب کی خبریں ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہیں (ھود:۴۹)

۲۔ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہیں۔(یوسف:۱۰۲)

۳۔ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں (تکویر:۲۴)

حضور انور ﷺ کے علم غیب کو دوسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں۔

۱۔ اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔(نحل:۸۹)

۲۔ یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔(یوسف:۱۱۱)

Marfat.com

۳۔ ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا (انعام:۳۸)

۴۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (مائدہ:۱۵)

۵۔ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔(نمل:۷۵)

۶۔ اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔(انعام:۵۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا ان آیات میں پہلے "کتاب مبین" قرآن حکیم کا ذکر فرمایا پھر یہ فرمایا کہ اس روشن کتاب میں کیا کچھ ہے۔غور فرمائیں روشن کتاب جس میں زمین و آسمان کی ہر شے کا بیان ہے جس ذات قدسی پر اتری اس کے علم و دانش کا کیا عالم ہوگا۔

حضور انور ﷺ کے "علم غیب" کو تیسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات کریمہ ہم کو ایک نئے جہان میں لے جاتی ہیں جہاں ہم حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں مگر جو کچھ کہا گیا اس پر دل و جان سے ایمان لاتے ہیں کہ اگر ایمان نہ لائیں تو کہیں کے نہ رہیں گے۔ان آیات پر خوب غور فرمائیں اور علم مصطفٰے ﷺ کی وسعت و پنہائی کا اندازہ لگائیں۔اللہ اکبر! ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں ان کا رب کریم ہی جانے کہ اس نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو کس قدر "علم غیب" عطا فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

۱۔ بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا (فتح:۸)

۲۔ اور اے محبوب تمھیں اب سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں (نساء:۴۱)

۳۔ بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں۔(مزمل:۱۵)

۴۔ اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گروہ انھیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب تمھیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔(نحل:۸۹)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حضور انور ﷺ نہ صرف اپنی امت بلکہ دوسرے انبیاء کی امتوں کے اعمال کی بھی گواہی دیں گے اور گواہی وہی دیتا ہے جس کے سامنے کوئی کام یا کوئی بات ہوئی ہو ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔وہ ہمارے احوال و اعمال سے بے خبر نہیں

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے ۔۔۔ دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تری نظر ۔۔۔ ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ۔۔۔ جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا "رحمٰن نے قرآن کی تعلیم فرمائی، انسان یعنی حضور ﷺ کو پیدا کیا ان کو بیان ما کان و ما یکون تعلیم فرمایا" اس آیت کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں شیخ المفسرین فرماتے ہیں "ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں علمہ البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرما دیا گیا اس لئے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر بھی رکھتے ہیں (تفسیر معالم التنزیل جز سابع مطبوعہ مصر)

سند المفسرین علامہ علاؤالدین علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر خازن میں زیر آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَان فرماتے ہیں" کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں آپ کو مَا كَانَ وَ مَا يُكُون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا علم دیا گیا اولین آخرین قیامت کی بھی خبریں آپ کو دی گئی ہیں۔(تفسیر خازن جز سابع مطبوعہ مصر)

Marfat.com

اس مندرجہ بالا تفسیر سے، ملتے جلتے معنی ان مفسرین وعلماء نے بھی نقل کئے ہیں:۔

۱۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفّٰی ۶۷۱ھ
۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفّٰی ۸۵۳ھ
۳۔ علامہ سید ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفّٰی ۳۱۰ھ
۴۔ جلال الملت والدین علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ
۵۔ قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفّٰی ۵۴۴ھ
۶۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفّٰی ۱۲۷۳ھ
۷۔ قاضی محمد ثناء اللہ مظہری حنفی متوفّٰی ۱۲۲۵ھ
۸۔ علامہ عمر بن احمد خرپوتی
۹۔ علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفّٰی ۹۲۳ھ
۱۰۔ محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفّٰی ۱۱۲۴ھ
۱۱۔ ملا علی قاری حنفی متوفّٰی ۱۰۱۴ھ
۱۲۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی
۱۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفّٰی ۱۰۵۲

مخالفین اس آیت پر بھی بڑا زور دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے (لقمٰن:۳۴)

حارث بن عمرو رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی خبر دیجئے کہ بارش کب برسے گی اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتایئے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے یہ تو مجھے معلوم ہے کہ، گزشتہ دن میں نے کیا کیا مجھے یہ بتایئے کہ آئندہ کل کیا کروں گا یہ بھی جانتا ہوں کہ کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتایئے کہ کہاں مروں گا (تفسیر الخازن روح البیان ج۷ص۱۰۳ مطبوعہ کوئٹہ)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کے متعلق جب حارثہ بن عمرو نے حضور انور ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا ان کو وہی جانتا ہے سائل اس قابل نہیں کہ ان کے ایسے امور کی خبر دی جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ نازل فرما کہ واضح فرمادیا کہ کفار آئندہ ایسے سوال کرنے کہ مجاز نہ رہیں

(۱) علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر ان چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے (المفہم ج ا ص ۱۵۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

(۲) علامہ بدر الدین عینی حنفی (۳) علامہ ابن حجر عسقلانی (۴) علامہ احمد قسطلانی (۵) ملا علی قاری حنفی

(۶) اور شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے بھی اپنی اپنی شروح میں بھی علامہ قرطبی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے (عمدۃ القاری،

Marfat.com

ج:۱،ص:۲۹۰، فتح الباری، ج:۱،ص:۱۲۴، ارشاد الساری، ج:۱،ص:۱۳۸، مرقات، ج:۱،ص:۶۵، فتح الملہم، ج:۱،ص:۱۷۲)

(۷) علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو۔ قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اس طرح کہا ہے (فتح الباری، ج:۸،ص:۴۰۳) علامہ قسطلانی نے بھی ارشاد الساری ج:۷،ص:۲۰۳ پر اسے نقل کیا ہے۔

(۹) علامہ زرقانی (شرح مواہب میں اور الدنیہ، ج:۱،ص:۲۶۵)

(۱۰) علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں اور بعض علماء نے بھی یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا اور آپ کو مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے (شرح الصدور ص:۳۱۹، الخصائص الکبریٰ ج:۲،ص:۳۳۵)

(۱۱) علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے اس وقت تک پردہ نہیں فرمایا جب تک اللہ نے آپ کو پانچ علوم یعنی علوم خمسہ پر مطلع نہیں فرمایا لیکن آپ ﷺ کو ان علوم کو مخفی رکھنے کا حکم فرمایا (تفسیر صاوی، ج:۳،ص:۲۱۵)

قرآن وسنت اور تمام انعام یافتہ لوگوں کی اتنی صحیح تصریحات کے باوجود منکرین علم غیب مصطفےٰ ﷺ کا انکار کیوں کرتے ہیں اس سوال کا جواب مجھ کو درج ذیل حوالہ جات ملنے کے بعد مل گیا کہ منکرین کے امامِ اکبر مولوی اسماعیل قتیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں "جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے کر لیجیئے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے (تقویۃ الایمان ص:۱۴، (کلاں) مطبوعہ علیمی لاہور)

جس ذات کی شان عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے دریافت کی کیا ضرورت ہے دریافت تو وہ کرتا ہے جسے پہلے کچھ معلوم نہ ہو اور معلوم کرنے کیلئے دریافت کرے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق دریافت کرنے سے پہلے (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) اللہ جاہل ہوتا ہے اور تو اور مولوی حسین علی واں بھچراں وی دیوبندی جو مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے شاگرد اور مولوی غلام اللہ خاں دیوبندی کے استاد ہیں لکھتے ہیں "خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو علم ہوتا ہے" (بلغۃ الحیران ص:۱۵۷)

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت کی شان وعظمت میں اس سے بڑھ کر گستاخی کیا ہو سکتی ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں ہاں اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کرے اور استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کا علم بھی پہلے سے نہیں ہوتا جب بندے اچھا برا کام کر لیتے ہیں تو اسے علم ہوتا ہے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کیلئے علماء کرام نے متفقہ طور پر کیا فتویٰ دیا ہے" یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اس کو عجز یا نقص یا جہل کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے" (فتاویٰ عالمگیری جز الثانی ص:۵۸) جب یہ صاحبان خدا تعالیٰ کے علم شریف پر ایسا ناپاک حملہ کرنے سے ذرا سا بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے تو کیا اسی خدائے ذوالجلال کے برگزیدہ محبوب ﷺ کے علم شریف میں ایسی بات کہنے سے ان کو ذرا احساس تک بھی ہو سکتا ہے؟ جیسے براہین

Marfat.com

قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے مصنف خلیل احمد انبیٹھوی نے شیطان کے علم کو تسلیم کیا مگر فخر عالم ﷺ کے لئے کوئی نص ان کو نظر نہ آئی اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے قائد المرسلین ﷺ کے علم کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم سے نعوذ باللہ تشبیہ دی۔ جب یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بے علم لکھنے میں کوئی عار نہیں جانتے تو سرکار مدینہ ﷺ کے علم کے متعلق ایسا غلیظ وملعون عقیدہ رکھنا کچھ تعجب کی بات نہیں۔

پچھلی تمام مباحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جن آیات کا ذکر ہے اور اُن میں اللہ تعالیٰ نے غیب کا اپنے لئے ذکر فرمایا ہے اور وہ غیر خدا سے غیب کی نفی میں وارد ہیں اور بعد والی تقریباً دو درجن سے زیادہ آیات جو کہ تمام انبیاء کرام کے لئے بالعموم اور بالخصوص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم اور علم غیب ظاہر کر رہی ہیں ان میں تعارض یعنی ٹکراؤ ناممکن ہے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے (النساء:۸۲) ناجی گروہ اہلسنت و جماعت کے علاوہ تمام فرقوں کی گمراہی کی بڑی وجہ قرآن پاک کی بعض آیات کا اقرار اور بعض کا انکار ہے جبکہ اہلسنت و جماعت کے مسلمہ علماء نے مندرجہ بالا قرآنی اصول کے مطابق وہ آیات جو بظاہر آپس میں متعارض نظر آتی ہیں ان میں چھپے ہوئے اصل راز کی نشاندہی کرتے ہوئے علم وحکمت کے جو موتی بکھیرے ہیں اُن کے مطابق نفی والی تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی لامتناہی سرمدی، ثباتی واستمراری وقدیم علم مراد ہے جبکہ اثبات والی آیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے عطائی علم غیب کا ثبوت ہے جو کہ اُن کے رب عزوجل کی عطاء سے ہے اُس کی عطاء کا حال قرآن پاک سے ملاحظہ کیجئے۔

(1) بنی اسرائیل (الاسراء آیت ۲۰) (2) الکوثر آیت 1 (3) الضحیٰ آیت ۵ (4) ھود آیت ۱۰۸ (5) سورہ صٓ آیت ۳۹)

اور یہودیوں کا نظریہ توحید آجکل کے گمراہ فرقوں کے نظریہ توحید سے ملتا جلتا ہے اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (مائدہ:۶۴) لیکن جو توحید رب کو پسند ہے اور اہل ایمان اہلسنت و جماعت کا بھی یہی نظریہ ہے وہ یہ ہے ''بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جسے چاہے'' (مائدہ:۶۴)

علامہ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ''یعنی اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ وسیع فضل والا ہے اور بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ اس کے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں'' (تفسیر ابن کثیر سورہ: مائدہ) علامہ محمود آلوسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ''یعنی اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں وہ عطا کرتا ہے جو چاہے لہٰذا وہ حسب حکمت جسے چاہے ظاہری علوم بھی عطا کرتا ہے اور باطنی علوم بھی عطا فرماتا ہے جس کو وہ ان کا اہل جانتا ہے (روح المعانی سورہ مائدہ) صرف نفی والی آیات کو بیان کرنا اور اثبات والی تمام آیات کا یکسر نظر انداز کرنا'' افتومنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض ''تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو'' نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی سرہ النورانی فرماتے ہیں ''یعنی علم غیب جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے'' (مکتوب ۳۱۰ دفتر اوّل) ''حروف مقطعات قرآنی سب کے سب حالات کی حقیقتوں اور اسرار کی باریکیوں کے متعلق رموز اور اشارے ہیں جو محبّ اور محبوب کے درمیان وارد ہیں اور کون ہے جو ان کو پا سکے'' (مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ ایک حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں ''میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے کوئی فخر

Marfat.com

نہیں اور آدم علیہ السلام اور ان کے سوا سب قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے مجھے تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے''
(مکتوبات شریف جلد سوئم مکتوب ۱۲۲)

''نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی (اثبات النبوۃ ص ۲۷ مطبوعہ کراچی)

''عارف جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حصول ظلیت کی قید سے نکل جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ یعنی عرض و جوہر اور آفاق و انفس اس کے لیے گویا غیب الغیب کا دروازہ کھل جاتا ہے (مکتوب ۱۱۰ دفتر سوم)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

''وہ جو نبی سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ خدا کی عطا سے ہو تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمائی اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے زیاں کار ہونے کے لیے کافی ہے'' (الدولتہ المکیہ : ص:۳۰۹ مطبوعہ کراچی)

خالص الاعتقاد میں فرماتے ہیں ''یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک مبارک دامنوں سے وابستہ ہے احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء واولیاء ائمہ صحابہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے (خالص الاعتقاد ص:۵۶)

اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے منکرین کے تمام اعتراضات کے رد کے لیے ایک قاعدہ بیان فرما دیا ہے جس سے مخالفین کی بڑی بڑی کتابوں کا چند الفاظ میں رد کیا جا سکتا ہے انھوں نے اپنے رسالہ ''ازاحتہ العیب لسیف الغیب'' میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

''فقیر نے قرآن عظیم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون یعنی روز اول سے آخر تک کی ہر شے ہر بات کا علم عطا فرمایا اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد (یعنی ایسی حدیث جس کے تمام راوی ثقہ ہوں لیکن اس حدیث کا شمار خبر واحد میں ہوتا ہو) بھی مسلم نہیں ہو سکتی (یعنی اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا) اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم: واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم: اس دلیل سے رأساً عدم حصول علم ثابت ہو کر مخالف مستدل ہے اور محل ذلول میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحتہً نفئ علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا۔ آگے فرماتے ہیں۔

ان شبہات اور ان کے امثال کے رد کو یہی چار جملے بس ہیں اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روز اول سے قیام قیامت تک یعنی ان حوادث سے جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعویٰ ہے۔ امور متعلقہ ذات و صفات و ابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث

Marfat.com

سے خروج اور دائرہ جنون وسفاہت میں صریح ولوج ہے۔ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق احادیث مبارکہ:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں ''نبی اکرم نور مجسم ﷺ کو جس قدر غیوب پر مطلع فرمایا گیا تھا اس باب میں احادیث کا ایک سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور آپ ﷺ کا یہ معجزہ ان معجزات میں سے ہے جو ہم کو یقینی طور پر معلوم ہیں کیونکہ وہ احادیث معناً متواتر ہیں اور ان کے راوی بہت زیادہ ہیں اور ان احادیث کے معانی غیب کی اطلاع پر متفق ہیں (الشفاء،ج:۱،ص:۲۴۹ مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

۱۔ حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو امور پیش ہونے والے تھے آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب امور بیان کر دیئے جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا جب میں ان کو دیکھا تو یاد آ گئیں جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، مسند احمد، جامع الاصول، مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن)

۲۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی ابتدا سے خبریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ اہل جنت کے جنت میں جانے اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق، مسند امام احمد ج:۱۴ رقم الحدیث ۱۸۱۴۰ راوی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ)

۳۔ امام ترمذی نے کہا اس باب میں حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو مریمؓ، حضرت زید بن اخطب اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے احادیث مروی ہیں انھوں نے ذکر کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو قیامت تک تمام ہونے والے امور بیان کر دیئے (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۹۸)

حضرت ابو زید عمرو بن اخطبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فجر (صبح) کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ہمیں ما کان وما یکون (جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے) کی خبریں دیں پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا (صحیح مسلم الجنہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵، مسند عبد بن حمید ۱۰۲۹، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۹۲، جامع الاصول ج ۱ رقم الحدیث ۸۸۸۵، الاحاد المثانی ج ۴ رقم الحدیث ۲۱۸۳، مشکوٰۃ، باب المعجزات دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۳)

۴۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے پس آپ نے قیامت کا ذکر شروع کیا ''اس میں بڑی سنگین چیزیں ہوں گی۔ پھر فرمایا جو شخص کچھ پوچھنا چاہتا ہو پوچھ لے میں یہاں کھڑے کھڑے اسے بتا دوں گا لوگوں نے کثرت سے گریہ وزاری شروع کر دی اور آپ نے بار بار ہی فرمایا ''مجھ سے پوچھو'' عبد اللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور عرض کی میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ آپ نے پھر فرمایا ''پوچھو تب عمرؓ دوزانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی ہم اللہ کے رب اسلام کے

Marfat.com

دین اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے اس وقت آپ خاموش ہو گئے بعد ازاں فرمایا جنت اور دوزخ میرے سامنے ابھی دیوار کے گوشے میں لائی گئیں ایسی عمدہ اور مکروہ چیز کبھی نہیں دیکھی'' (بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، کتاب العلم، کتاب الفتن) حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے اور ایک جگہ قسمیہ ارشاد فرمایا فَوَ اللّٰہِ لا تَسْاَلُونی عَنْ شَیٍٔ ۔۔۔۔۔الخ خدا کی قسم تم جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا فرمایا دوزخ۔ اسی مقام پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمھیں بری لگیں (صحیح بخاری: کتاب الاعتصام)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات پوچھے یہاں تک کہ بہت زیادہ سوالات کیئے، پس ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا پوچھو اور تم جو بھی پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا (یہاں تک کہ حضرت انسؓ نے کہا) پس ایک آدمی مسجد سے اٹھا جس کے نسب پر لوگ طعن کرتے تھے اور اسے اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے تو اس نے عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ میرا باپ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے (یعنی اس کا نسب صحیح ہے) (صحیح مسلم ج:۲،ص:۲۶۳)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''کرکرہ'' نامی شخص اسباب نبوی کی حفاظت پر معمور تھا جب اس کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ جہنمی ہے۔ پس لوگ اس عبرت افروز بات کی وجوہات تلاش کرنے لگے تو اس کے سامان سے ایک عبا نکلی جو اس نے چوری کر رکھی تھی۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد)

۶۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے غزوہ خیبر میں ایک آدمی دیکھا جس کے بارے میں سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا یہ دوزخی ہے جب میدان حق و باطل گرم ہوا تو اس آدمی نے مسلمانوں کی طرف سے بہت جوانمردی دکھائی آخر سخت زخمی ہو گیا پس بعض حضرات کو فرمان رسالت میں شک گذرنے لگا لیکن جب آدمی کو زخموں نے تنگ کیا تو اس نے بے قرار ہو کر تیر سے خودکشی کر لی۔ کچھ مسلمان بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچ کر دکھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اعلان کروا دیا جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر ایمان والا بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین اسلام کی مدد فرماتا ہے۔ (بخاری شریف کتاب المغازی)

۷۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس کے متعلق علم کا ذکر کیا (مسند احمد ج:۵،ص:۱۵۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۶۴۷، مسند البزار رقم ۱۴۷، صحیح ابن حبان رقم ۲۶۵، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی صحیح ہیں (مجمع الزوائد ج:۸،ص:۲۶۴، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۵۱۰۹)

۸۔ حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لئے سکیڑ دیا ہے سو میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور میری امت کی حکومت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کی زمین میرے لئے سکیڑ دی گئی ہے اور مجھے سرخ و سفید دو خزانے دیئے گئے ہیں (صحیح مسلم الفتن، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، دلائل النبوت للبیہقی)

۹۔ سمیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امیر معاویہؓ نے دوات پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا اے معاویہؓ اگر تم کو کسی علاقہ کا والی بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہؓ نے فرمایا مجھے اس وقت سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی منصب کا والی بنایا جائے گا اور اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک تھا۔ (مسند احمد ج:۴،ص:۱۰۱، دلائل النبوت ج:۶،ص:۴۴۶، البدایہ والنہایہ ج:۸،ص:۱۲۳)

Marfat.com

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۸۸۸، دلائل النبوت ج:۶ ص:۴۴۷)

۱۱۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں بنو فلاں اور بنو فلاں کا نام لوں۔ (صحیح مسلم الفتن، صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۰۵، ۳۶۰۴، دلائل النبوت)

۱۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسریٰ فوت ہوگیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس کی ذات قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (صحیح مسلم الفتن، سنن الترمذی، صحیح البخاری، صحیح ابن حبان، مسند احمد، مسند شافعی، مسند الحمیدی، مصنف عبدالرزاق، السنن الکبریٰ للبیہقی)

۱۳۔ حضرت انس اور ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے لئے اٹھا لیا اور میں دنیا کی طرف اور قیامت تک دنیا میں جو کچھ ہونیوالا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ان ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے روشن ہیں۔ اس نے اپنے نبی ﷺ کے لئے ان کو روشن کیا جس طرح پہلے نبیوں کیلئے روشن کیا تھا۔ (الجامع الکبیر، رقم الحدیث، ۴۸۴۹، حلیۃ الاولیاء، ج:۶ ص:۱۰۱، کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۹۷۹، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے، مجمع الزوائد ج:۸، ص:۲۸۷)

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے یہ آیت پڑھی "و آخرین منهم لما يلحقو بهم (الجمعہ:۳) اور وہ نبی ﷺ ان میں سے دوسروں کو بھی (کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے اور ان کا باطن صاف کرتے ہیں) جو ابھی ان سے لاحق نہیں ہوئے تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ کون ہیں نبی ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا حتیٰ کہ اس نے دو یا تین مرتبہ سوال کیا اور ہم میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی تھے تو نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو ان کی طرف کے لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۸۹۷، صحیح مسلم فضائل الصحابہ، سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۳۱۷)

۱۵۔ حضرت سفینہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت تیس سال رہیں گی پھر اللہ جن کو چاہے گا ملک دے دے گا (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۶۴۶ مسند احمد ج ۵ ص ۴۴ دلائل النبوت ج ۶ ص ۴۳۱) حضرت ابو بکرؓ کی خلافت دو سال چار ماہ رہی (دس دن کم تھے حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال چھ ماہ چار دن رہی حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت بارہ دن کم بارہ سال رہی اور حضرت علیؓ کی خلافت دو یا تین ماہ کم پانچ سال رہی (دلائل النبوت ج ۶ ص ۳۴۲۔۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۱۶۔ حضرت سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اپنے مرض الموت میں فرمایا میرے لیے ابو بکرؓ کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی (خلافت کی) تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں (خلافت کے) زیادہ لائق ہوں اور اللہ اور مؤمنین ابو بکرؓ کے غیر کا انکار کردیں گے (صحیح مسلم فضائل الصحابہ، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۴۶۵ مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۸ دلائل النبوت ج ۶ ص ۳۴۳)

Marfat.com

۱۷۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ احد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ تھے وہ پہاڑ لرزنے لگا نبی ﷺ نے فرمایا (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں (صحیح البخاری، سنن الترمذی، سنن ابوداؤد، مسند احمد، دلائل النبوت)

۱۸۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی اسکی عبادت کریں لیکن وہ ان میں اختلاف اور نزاع پیدا کرنے کے لئے مایوس نہیں (صحیح مسلم، المنافقین، سنن الترمذی رقم:۱۹۴۴، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

۱۹۔ حضرت سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کو بلایا ان سے سرگوشی کی وہ رونے لگیں پھر دوبارہ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کیا سرگوشی کی تھی جن پر آپ روئیں اور پھر سرگوشی کی تو آپ ہنسیں حضرت سیدتنا فاطمہؓ نے فرمایا مجھ سے سرگوشی کر کے مجھے اپنی وفات کی خبر دی تو میں روئی کہ سرگوشی کر کے یہ خبر دی کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ لاحق ہوں گی تو پھر میں ہنسی (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۲۵ صحیح مسلم فضائل صحابہ سنن الکبریٰ للنسائی مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۲ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۴۷ دلائل النبوت ج ۶ ص ۳۶۵)

۲۰۔ حضرت مرہ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزرا نبی ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ نے فرمایا ہاں (سنن الترمذی، صحیح ابن حبان، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد المعجم الکبیر)

۲۱ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۷۲۸)

۲۲ ابو سہلہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں حضرت عثمان غنیؓ اپنے گھر میں محصور تھے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اس پر صابر ہوں (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۷۳۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۶۹۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۴، مسند امام احمد ج ۱ (رقم الحدیث ۴۰۷ طبع جدید)

۲۳ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا جس وقت وہ خندق کھود رہے تھے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اے ابن سمیعہ افسوس ہے تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا (صحیح مسلم الفتن سنن، الکبریٰ للنسائی دلائل النبوۃ)

۲۴۔ حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف متوجہ ہوتے آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میرا یہ بیٹا سید یعنی سردار ہے امید ہے کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرما دے گا (صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۷۰۴ مشکوٰۃ رقم الحدیث ۶۱۴۴ مسند احمد ج ۵ ص ۴۹)

۲۵ حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں آنے کے لئے تاخیر سے

Marfat.com

تشریف لائے حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے پھر رسول اللہ ﷺ جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی رسول اللہ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی پھر آپ نے سلام پھیر کر با آواز بلند ہم سے فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز میں آنے سے کیوں دیر ہوگئی میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے اتنی رکعات نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آ گئی پھر مجھے گہری نیند آ گئی اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا اس نے فرمایا اے محمد ﷺ میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا آپ نے کہا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا (سنن الترمذی ص ۴۶۶ مطبوعہ کراچی) امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۶۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض کی مقدار اتنی ہے جتنا ایلا اور یمن کے صنعاء میں فاصلہ ہے اور اسکے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہے (صحیح مسلم کتاب الفضائل رقم الحدیث ۵۸۷۶)

۲۷۔ حضرت عقبیٰ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ احد کے شہیدوں پر تشریف لے گئے آپ نے وہاں ایسی نماز پڑھی جیسا کہ میت پر پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر پلٹ آئے اور فرمایا میں حوض پر تمہارا پیشرو ہوں گا اور میں تمہاری گواہی دوں گا اور بخدا لاریب میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے (صحیح البخاری ج ا ص ۱۷۹، صحیح مسلم، کتاب الفضائل رقم الحدیث ۵۸۵۷ سنن نسائی رقم ۱۹۵۴)

۲۸۔ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی اور اسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہوگی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بھگا دے گا وہ اسلام کی چادر سے نکل جائے گا اور اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دے گا اور اس پر شرک کے طعنے مارے گا راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کہ نبی ﷺ شرک کا زیادہ حق دار کون ہوگا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی یا شرک کی تہمت لگانے والا تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حق دار ہوگا (صحیح ابن حبان ج ا ص ۲۴۸ (رقم ۸۱) مسند البزار کشف استار 99 (رقم ۱۷۰) مشکل الاثار ج ۲ ص ۳۲۴ (برقم ۸۶۵ و المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۸۸ (رقم ۱۲۹) مسند الشامین ج: ۲، ص: ۲۵۴ (برقم ۱۲۹۱) کتاب المعرفۃ والتاریخ للفسوی ج: ۲، ص: ۳۵۱، عن معاذ بن جبل۔ تفسیر ابن کثیر ج: ۲، ص: ۲۶۵)

۲۹۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانے میں (ایسے) لوگ نکلیں گے جو دین کے نام پر دھوکا دیتے ہوئے دنیا حاصل کریں گے وہ لوگوں کے سامنے بھیڑوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہوں گے کہ اس قدر (بھیڑ کی طرح) نرم ہو جائیں گے اور ان (بھیڑ نما لوگوں) کے دل بھیڑیوں والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم میرے متعلق دھوکہ کرتے ہو بلکہ مجھ پر جرأت کرتے ہو مجھے اپنی عزت کی قسم کہ میں ان پر ایسا فتنہ مسلط کروں گا کہ وہ فتنہ بڑے زیرک و حلیم آدمی کو حیران پریشان کر کے رکھ دے گا (ترمذی شریف ج: ۲، ص: ۶۳)

۳۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری ظاہری حیات

Marfat.com

تمھارے لئے سراپا خیر ہے تمھیں کوئی معاملہ پیش آجاتا ہے تو اس کے لئے حکم آجاتا ہے اور میرا وصال بھی تمھارے لئے سراپا خیر ہے (کیونکہ) تمھارے اعمال میری بارگاہ میں پیش کئے جاتے رہیں گے۔ جب اچھے کام دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمھارے لئے اللہ رب العزت سے مغفرت وبخشش مانگوں گا۔ (مسند بزاز، کامل ابن عدی، المطالب العالیہ للعلامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، مجمع الزوائد، البدایہ والنہایہ للامام ابن کثیر، طرح التقریب فی شرح التقریب، مسند حارث بن ابی اسامہ تمیمی (متوفی ۲۸۲ھ) فصل الصلوٰۃ علی النبی

۳۱۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا آج رات کو نیند میں میرا رب عزَّ وجلَّ حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کررہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں (مسند احمد ج:۱،ص:۳۶۸)

۳۲۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھا کر رکھ دی اور میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں (رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد ج:۸،ص:۲۷۷، بیروت)

۳۳۔ حضرت سواد بن قاربؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ کی شان میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ وانک مامون علی کل غائب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ ہر غیب پر مامون ہیں

حضرت سواد بن قارب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے آپ کے چہرہ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے فرمایا اے سواد! تم کامیاب ہوگئے (دلائل النبوت لابی نعیم ج:۱،ص:۱۱۴، دلائل النبوت للبیہقی ج:۲،ص:۲۵۱، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج:۲،ص:۱۲۴، الروض الانف ج:۱،ص:۱۴۰، الوفا ج:۱،ص:۱۵۳، السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج:۱،ص:۳۴۶، عمدۃ القاری ج:۱۷،ص:۸، الخصائص الکبریٰ ج:۱،ص:۱۷۱، انسان العیون ج:۱،ص:۳۲۴، سبل الہدیٰ والرشاد ج:۲،ص:۲۰۹، مختصر سیرت الرسول لابن امام الوہابیہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی، ص:۶۹)

۳۴۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا پھر حضرت انسؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا کوئی شخص اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوا (اسی جگہ گر کے مرا) پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ مسلم ونسائی کی روایت میں ہے کل رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار بدر کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے کل فلاں یہاں گرے گا (سنن ابوداؤد رقم ۲۶۸۱، صحیح مسلم المنافقین ۷۰۸۸، سنن النسائی رقم ۲۰۷۳، مسند احمد ج:۳،ص:۲۱۹، مشکوٰۃ 5938)

۳۵۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے اس وقت بڑے زور سے

Marfat.com

آندھی چلی لگتا تھا کہ سوار دفن ہو جائیں گے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی بھیجی گئی ہے، جب ہم مدینہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔ (صحیح مسلم المنافقین ۶۹۰۸، مسند احمد ج:۳، ص:۳۱۵، مسند عبد بن حمید رقم ۱۰۲۹، جامع الاصول رقم ۸۸۸۵)

۳۶۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرلو جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور حتیٰ کہ تم ترکوں سے قتال نہ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ناک چپٹی ہوگی اور ان کے چہرے ہتھوڑوں سے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۸۷، صحیح مسلم والفتن، سنن ابو داؤد ۴۳۰۴، سنن الترمذی ۲۲۲۲، سنن ابن ماجہ ۴۰۹۶، مسند احمد ج:۲، ص:۲۳۹، مسند حمیدی رقم ۱۱۰۰، جامع الاصول ج:۱۰، رقم ۷۸۷۰)

۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم یہود سے قتال کرو گے اور تم ان پر مسلط ہو جاؤ گے حتیٰ کہ ایک پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلمان میرے پیچھے ایک یہودی ہے۔ اس کو قتل کر دو (صحیح البخاری ۳۵۹۳، صحیح مسلم الفتن، مسند امام احمد بن حنبل ج:۲، ص:۴۱۷)

۳۸۔ حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کل میں یہ جھنڈا ضرور اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا ور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ صبح سرکار مدینہ ﷺ نے حضرت علی کو طلب فرما کر ان کی آنکھوں کی تکلیف کو اپنے لعاب دہن مبارک کی برکت سے سرفراز کیا اور دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے۔ (بخاری ۳۷۰۱، مسلم ۶۱۰۶، سنن کبریٰ للنسائی ۸۴۰۳، جامع الاصول ۶۴۹۵)

۳۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں ایک رات میں عشاء کی نماز پڑھائی اور جب سلام پھیر لیا تو فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا جو روئے زمین پر اب زندہ ہیں۔ (صحیح البخاری رقم ۶۰۱، صحیح مسلم فضائل الصحابہ، سنن ابو داؤد ۴۳۴۸، سنن الترمذی ۲۲۵۸، سنن الکبریٰ للنسائی رقم ۵۸۷۱)

۴۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے سر پر (صدی کی انتہا یا ابتدا پر) اس امت کے لئے اس شخص کو مبعوث کرے گا جو ان کے لئے ان کے دین کی تجدید کرے گا۔ (یعنی بدعات کو مٹائے گا اور جن احکام پر مسلمانوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا تھا ان پر عمل کروائے گا) (سنن ابوداؤد رقم ۴۲۹۱، جامع الاصول ج:۱۱، ص:۸۸۸۱)

۴۱۔ حضرت ابی سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عدل و انصاف سے کام لیجئے، تو حضور ﷺ نے اس گستاخ کو ان الفاظ میں جواب فرمایا، افسوس ہے تجھ پر میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا، بے شک تو نا امید اور ٹوٹے میں رہا، اگر میں انصاف نہ کروں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے اس لئے کہ اس شخص کے کچھ لوگ تابعدار ہوں گے اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے اور وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہ جائے گا اور یہ دین سے اس طرح نکلے ہوں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں سے گزر جاتا ہے (ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کی

Marfat.com

پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو اللہ کی کتاب کو بڑے مزے لے لے کر پڑھیں گے لیکن قرآن عزیز ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کی نشانی سر منڈانا ہے۔ وہ ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری ٹولہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب وہ تمھیں ملیں (مقابلہ پر آئیں) تو انھیں خوب قتل کرنا وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ زبانی کلامی حق کی بات کریں گے جبکہ حق ان کی اس جگہ (گلے) سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مکروہ لوگ ہوں گے ایک روایت میں یوں ہے کہ شیطان ان کے پاس آئے گا (حملہ آور ہوگا) ان کی دین کی طرف سے (بخاری ج:۱،ص:۵۰۹، مسلم شریف ج۱،ص:۳۴۰، سنن نسائی ج:۱،ص:۱۷۳، فتح الباری شرح صحیح بخاری ج:۲،ص:۲۹۴)

۴۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ ادھر ہے اللہ کی قسم تمھارے رکوع اور خشوع مجھ پر مخفی نہیں اور میں تم کو پس پشت دیکھتا ہوں (بخاری شریف)

۴۳۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں ''حتیٰ کہ سیدنا و مولانا محمد ﷺ سدرۃ المنتھیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک (بخاری ج:۲،ص:۱۱۲۰، مطبوعہ کراچی)

۴۴۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا (مسند امام احمد بن حنبل ج:۱،ص:۲۹۰۔۲۸۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ) اس کی سند صحیح ہے (مجمع الزوائد ج:۱،ص:۷۸، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت ۱۴۰۲)

۴۵۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا میں نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا (رویت باری تعالیٰ) آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا وہ نور ہی نور تھا (مسلم ج:۲،ص:۹۹)

۴۶۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے ؛ میں اس وقت آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں۔ (مسند احمد عن ابی ذر، مستدرک حاکم، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، کتاب العظمۃ لابی شیخ الاصبھانی متنکل الآثار للامام طحاوی، شعب الایمان، دلائل النبوۃ للامام ابونعیم، فردوس الاخیار للامام الدیلمی، حلیۃ الاولیاء للامام ابونعیم، شرح السنۃ للامام بغوی، کنز العمال امام علاؤ الدین الھندی)

۴۷۔ حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں کہ لوگ نہیں دیکھتے اور ہر حاضری کی جگہ اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں اور اگر وہ کسی دن غیب کی بات فرمادیں تو اس کی تصدیق اسی دن یا اگلے دن دوپہر تک ہو جائے گی (مستدرک حاکم، دلائل النبوۃ للامام البیھقی، المعجم الکبیر، البدایہ والنھایہ، مجمع الزوائد)

وَ اٰخر دعوانا ان الحمد لِلّٰہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام عَلٰی سیدنا وَ مولانا خاتم النبین افضل الانبیآء و المرسلین قائدِ الْغرِ الْمُحجَّلِین و عَلٰی اٰلِہٖ الطیبین الطاھرین و اصحابہ الکاملین الراشدین و ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین و علی العلماء الراسخین اجمعین اِلٰی یوم الدین.

Marfat.com

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

محمد ناظم بشیر نقشبندی ایم-اے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴)

ترجمہ: اورتم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائے اوراچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کرے اور وہی لوگ مرادکو پہنچے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ (سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جولوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہواور برائی سے منع کرتے ہواوراللہ پرایمان رکھتے ہواوراگرکتابی ایمان لاتے توانکا بھلاتھاان میں کچھ مسلمان ہیں اورزیادہ کافر۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورۃ الحج آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگرہم انھیں زمین میں قابودیں تو نماز برپارکھیں اورزکوۃ دیں اور بھلائی کاحکم اور برائی سے روکیں اوراللہ ہی کیلئے سب کاموں کاانجام۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ط نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ط اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورہ التوبہ آیت نمبر ۶۷)

ترجمہ: منافق مرداورمنافق عورتیں ایک تھالی کے چٹے بٹے ہیں برائی کاحکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اوراپنی مٹھی بندرکھیں وہ اللہ کوچھوڑ بیٹھے اوراللہ نے انھیں چھوڑدیا بےشک منافق وہی پکے بےحکم ہیں۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ہ (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۷۱)

ترجمہ: اورمسلمان مرداورمسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کاحکم دیں اور برائی سے منع کریں اورنماز قائم رکھیں اورزکوۃ دیں اوراللہ رسول کاحکم مانیں یہ ہیں جن پرعنقریب اللہ رحم کرے گا۔ بےشک اللہ حکمت والا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ہ (سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۹۹)

Marfat.com

ترجمہ: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

(سورہ لقمٰن آیت نمبر ۱۷)

ترجمہ: اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے کوئی خلاف شرع امر دیکھے اسکو ہاتھ سے روکے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اسکی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدوں میں سستی کرنے والے ان میں پڑنے والے کی مثال اس قوم کی مانند ہے جو کشتی میں بیٹھے اور قرعہ ڈالا بعض کشتی کے نیچے چلے گئے اور کچھ اسکے اوپر چلے گئے نچلے رہنے والے پانی لیکر ان لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں جو اوپر تھے ان کو تکلیف ہوتی نیچے والے نے کلہاڑا لیا اور کشتی کو نیچے سے کھودنا شروع کیا وہ اس کے پاس گئے اور کہا تجھے کیا ہے اس نے کہا میرے اوپر آنے کی وجہ سے تم نے تکلیف محسوس کی ہے اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں گے اور اس کو نجات دلائیں گے تو خود بھی نجات پا جائیں گے اگر چھوڑ دیں گے اسکو ہلاک کریں گے اور اپنی جانوں کو بھی ہلاک کریں گے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کوئی بات خلاف شرع دیکھیں اور اس کو نہ ہٹائیں تو عنقریب اور عنقریب اللہ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عرس بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو مگر وہ اسے ناپسند کرتا ہو تو اس آدمی کی مثل ہے جو وہاں موجود نہیں اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن اس کو پسند کرتا ہو تو اس آدمی کی مثل ہے جو وہاں موجود ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو جو ایسا ایسا ہے اسکے باشندوں سمیت الٹ دو جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان باشندوں میں فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے تو خدائے تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ مکرر حکم دیتا ہوں کہ اس پر اور کل باشندوں پر شہر الٹ دو اسلئے کہ اس کا چہرہ گناہوں کو دیکھ کر میری خوشنودی کے لئے ایک لحہ بھی متغیر نہیں ہوا (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی شب میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں میں نے پوچھا جبرائیلؑ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے یعنی خود نیک کام نہیں کرتے تھے (شرح السنہ، مشکوٰۃ)

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس

Marfat.com

کی آنتیں فوراً پیٹ سے نکل کر آگ میں گر پڑیں گی پھر وہ انہیں پیسے گا یعنی اس کے گرد چکر کاٹے گا جیسے پن چکی کا گدھا آٹا پیتا ہے تو دوزخی دیکھ کر اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں تیرا کیا حال ہے یعنی یہ تو کیا کر رہا ہے کیا تو ہم کو نیک کام کرنے اور برے کام سے باز رہنے کا حکم نہیں دیتا تھا وہ کہے گا ہاں میں تم کو نیک کام کا حکم دیتا تھا اور برے کام سے تم کو روکتا تھا اور خود اس کو کرتا تھا (بخاری و مسلم)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "یعنی اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو امر و نہی کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا موجب عذاب ہے لیکن یہ عذاب عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے امر و نہی کی وجہ سے نہیں ہے اسلئے کہ اگر امر و نہی بھی نہیں کرے گا تو دو واجب ترک کرنے کے سبب اور زیادہ مستحق عذاب ہوگا۔ آپ مزید فرماتے ہیں "یعنی امر بالمعروف کے واجب ہونے میں خود آمر کا بھی عامل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ بغیر عمل بھی امر بالمعروف جائز ہے اس لئے کہ اپنے آپ کو امر بالمعروف کرنا واجب ہے اور دوسروں کو امر بالمعروف کرنا دوسرا واجب ہے اگر ایک واجب فوت ہو جائے تو دوسرے واجب کا چھوڑنا ہرگز جائز نہ ہوگا اور جو قرآن مجید پارہ 29 میں " لما تقولون ما لا تفعلون" آیا ہے اگر اسے امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کے بارے میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو عمل نہ کرنے پر زجر و توبیخ مراد ہے نہ کہ کہنے پر۔ اس میں شک نہیں کہ اگر خود عمل کرے تو بہتر ہے اسلئے کہ ایسے شخص کا امر بالمعروف کرنا اثر نہیں کرتا جو خود بے عمل ہے"

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں زیر تحریر موضوع کی اہمیت کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کی راہنمائی کیلئے اپنے نائبین یعنی حضرات انبیاء علیھم السلام مبعوث فرمائے جن کی زندگی کا مشن و مقصد انسان کو حقیقت سے آگاہ کرنا تھا اور یہ ان کے اولین فرائض میں تھا کہ لوگوں کو خیر کی دعوت دیں اور شر کے کاموں سے منع کریں عام طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معنی نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا، کیے جاتے ہیں اور اس موضوع کے حوالے سے محدود تصورات اذہان میں بیٹھ جاتے ہیں یہ موضوع حقیقتاً بہت وسعت کا حامل ہے

امر بالمعروف میں توحید سے لیکر راستے کا کانٹا ہٹانے تک اور نہی عن المنکر میں شرک سے لیکر چھوٹی سے چھوٹی برائی روکنے تک اسی حکم کے دائرے میں آتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مختلف طبقات اس حکم کی توجیہ اور تعمیل اپنی سوچ کے مطابق کرتے ہیں۔ مثلاً ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو صرف نمازوں کا حکم کر کے یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا فریضہ ادا کر دیا اور اسی طرح حجرہ نشینوں کو جب دعوت دی جائے کہ آؤ مل کر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری کیلئے تدابیر کریں جس سے معاشرے کی اصلاح ہو سکے تو وہ اس سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان فرائض اور ذمہ داریوں سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تاکیداً فرمایا کہ تم میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کیلئے گروہ ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی طبقہ یا حلقہ و گروہ ان فرائض کو کلی طور پر ادا کرنے سے قاصر ہے تو اپنے دائرہ کار کے مطابق معاونت کرے لیکن عملی طور پر اس عنوان کو محدود نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ذمہ لگایا کہ معاشرہ میں کسی قسم کے خلا کو پر کرنے کیلئے تدابیر کریں اور اپنے وسائل بروئے کار لائیں اگر ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے کوششیں کی جاتی ہیں اور اہل کفر سے نبرد آزما ہونے کیلئے ایٹم بم بنایا جاتا ہے تو یہ سب اسی موضوع کے تحت ہی آتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے "تمہاری قوت سے اللہ کے دشمن ڈریں اور تمہارے دشمن بھی ڈریں" (سورۃ التوبہ)

Marfat.com

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر کوئی شخص ملک کی حفاظت کیلئے سرحد پر پہرہ دیتا ہے تو سو سال کی عبادت سے بہتر ہے''
تسبیح اور ذکر الٰہی کو تو عبادت سمجھا جاتا ہے لیکن رزق حلال کی جستجو پر زور نہیں دیا جاتا۔ مسجد اور بازار کی یکسر تقسیم کر دی جاتی ہے حالانکہ جو اللہ مسجد میں ہے وہی بازار میں ہے اگر مسجدوں میں نیکی کا کام کیا جائے اور برائی نہ کی جائے تو بازار میں بھی ایسے کاموں سے اجتناب کیا جائے جو خالق کائنات کو ناپسند ہیں۔ اور خرید و فروخت میں بھی اللہ کا خوف قلوب و اذہان میں بدستور رکھا جائے۔

نبی پاک ﷺ کی زندگی کا مشن ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر تھا۔ آپ ﷺ کا عمل، آپ ﷺ کا کردار انھی معنوں کی تکمیل کرتا ہے۔ پوری کائنات آپ ﷺ کے عمل کی خیرات مانگتی ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کے عمل کی خیرات مانگتے ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کیلئے پہلے اپنے کردار کی اصلاح شرط اول ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''بنی اسرائیل کی بربادی کا سبب امر بالمعروف سے منہ موڑنا تھا۔'' (پارہ ۴، رکوع ۴ آخری حصہ) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ''وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہ (پ ۴)'' (ترجمہ) اس طرح زندگی بسر کرو کہ موت آئے تو حالت اسلام میں آئے''

اس سے صرف یہ مراد لینا کہ جب موت آئے تو حالت سجدہ ہو یا حالت رکوع ہو، تسبیحات میں مصروف ہو، بلکہ جب موت آئے تو ہمارے اجسام پر شریعت کا پہرہ ہو اور ہمارے قلوب خوف الٰہی سے معمور ہوں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے ''لوگو تم اس سے ڈر رہے ہو جو تمھیں دیکھ نہیں رہے اور تم اس ذات سے نہیں ڈرتے جو تمھیں ہر حال میں دیکھ رہا ہے (تمھارے ساتھ ہے)۔''

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ انسان کو متنبہ کیا کہ ''قیامت کے روز انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اس کے افعال کی گواہی دیں گے۔''

یہ لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی بداعمالیوں کے چھپا لینے کو فن سمجھتے ہیں اور دفاتر میں رشوت لینے والے غور و فکر کریں کہ ان کا رب انھیں دیکھ رہا ہے۔

مسلمانوں کے کردار میں سب سے بنیادی چیز تفرقہ بازی سے اجتناب ہونا چاہیئے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو''

حضرت لقمانؑ نے جب اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تو پہلے نماز کی ادائیگی کا حکم دیا اور اس کے بعد امر بالمعروف کی تاکید کی۔ یعنی پہلے کردار کی اصلاح کی جائے اور عمل کو پختہ کیا جائے اور پھر اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف قدم بڑھایا جائے۔

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ ہمارے اسلاف اپنی اولاد کو نماز، امر بالمعروف اور صبر کی تلقین فرماتے تھے لیکن دور حاضر کے والدین سوچیں کہ وہ اپنا فریضہ اس حوالے سے ادا کرنے میں کس حد تک سنجیدہ ہیں۔ آج کے دور میں اولاد برائی کرنے میں ماں باپ کے وسائل ضائع کرے اور اسلامی معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنے تو والدین فخریہ اس بات کو بیان کرتے ہیں، بڑے بڑے سکول، کالجز کے نام لیکر اور لوگوں پر اپنے مال و شہرت کا رعب ڈالتے ہیں، لیکن جب اولاد نماز پڑھے، قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرے اور سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے تو اسے احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ بے سود ہے۔ روٹی کیسے کماؤ گے؟ داڑھی رکھو گے تو شادی نہیں ہوگی۔ باپ اپنی بیٹی کے بے پردہ گھومنے پھرنے کو اپنی class کی ضرورت سمجھتا ہے۔ آج والدین کی اکثریت اسلامی تعلیمات

Marfat.com

سے بے خبری و دوری کی وجہ سے اولاد کے دین پر چلنے کو عیب سمجھتی ہے اور تمام تر مشکلات اسی کیلئے کھڑی کی جاتی ہیں، جو نبی پاک ﷺ کے عظیم مشن پر چلنے کیلئے دلچسپی رکھتا ہے اور اس بچے کی حوصلہ افضائی کی جاتی ہے جو پیسہ کمانے کی مشین بن جاتا ہے۔ اس کا عیب خوبی دکھائی دینے لگ جاتا ہے، ماں باپ اولاد سے امتیازی سلوک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت آج کے والدین کیلئے مشعل راہ ہے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر اولاد کا حقیقی خیر خواہ کون ہوسکتا ہے۔

دوسری طرف کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ معاشرہ ہمارا مذاق اڑاتا ہے فلاں مخصوص داڑھی کے متعلق نازیبا الفاظ کہتا ہے، فلاں "مولوی" کہتا ہے اور فلاں "مسیتڑ"۔ تو یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ یہ عمل نبی پاک ﷺ کی سنت ہے اور اتباع سنت ایک عظیم نعمت ہے اور ہمیں شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی گواہیاں ہمارے حق میں اکٹھی کر رہا ہے لوگ ہمیں چوڑا کو تو نہیں کہتے۔ زانی و شرابی تو نہیں کہتے۔ ہمیں یہ عمل شعوری سطح پر اختیار کرنے چاہئیں اور ویسے بھی اس پرفتن دور میں مردہ سنت پر عمل کرنے کا اجر کئی سو گنا بڑھا کر ملتا ہے۔ کیا ہمارے نبی پاک ﷺ کو دعوت حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں مشکلات پیش نہیں آئیں؟ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ نے کوئی ایسی تکلیف پیدا نہیں فرمائی جو مجھ پر آزمائی نہ گئی ہو" جب بھی ایسا معاملہ ہو تو ہماری نظریں نبی پاک ﷺ کی سیرت پر ہونی چاہئیں۔ یہاں علماء بہت خوبصورت مثال پیش کرتے ہیں کہ جس نے پستی سے بلندی کی طرف جانا ہو اسے زیادہ قوت صرف کرنا پڑتی ہے اور جس نے بلندی سے پستی کی طرف آنا ہو اسے قوت صرف نہیں کرنا پڑتی۔ قرآن حکیم نے اسلام کو چوٹی سے تعبیر فرمایا ہے۔ ابو جہل کے راستے میں طائف نہیں آیا، ابو جہل کو پتھر نہیں کھانا پڑے، اگر طائف کسی کے راستے میں ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ہے۔

امر بالمعروف پر کام کرنے والے یہ سمجھ لیں کہ یہ پھولوں کی سیج نہیں یہ کانٹوں کا راستہ ہے۔ اگر کوئی جدید علوم کے حوالے سے ملک وقوم کی خدمت کر رہا ہے تو وہ بھی امر بالمعروف کے دائرے میں ہے، اگر کوئی کالم نگار اپنا قلم معاشرتی برائیوں کی نشان دہی کیلئے اٹھاتا ہے تو اسی فریضے کی ادائیگی اور معاونت ہے۔ کوئی شخص (مسلمان) دنیا میں بولی جانے والی زبانوں پر عبور حاصل کر کے انھیں اسلام کا پیغام پہنچاتا ہے تو یہ بھی امر بالمعروف کی ایک صورت ہے۔ آپ دیکھیں کہ عہد نبوی ﷺ میں مختلف زبانوں میں خط و کتابت کا سلسلہ رائج تھا تو آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذمہ لگایا کہ وہ ان زبانوں کو سیکھیں، چنانچہ آپؓ نے ۷ ایوم میں ان زبانوں پر عبور حاصل کر لیا۔

آپ ﷺ کی ذات کریمہ ہر زبان جانتی ہے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر، چرند، پرند، غرضیکہ ہر ایک شے کی بولی سے بخوبی واقف تھے۔ اور بعض جانور تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی تکالیف کے ازالہ کیلئے عرض کرتے تو آپ ﷺ ان کی تکالیف کا سد باب فرماتے۔ بے جان تنا آپ ﷺ کی فرقت میں تو مضطرب ہوا تو آپ ﷺ نے نہ صرف اس پر شفقت فرمائی بلکہ اسے جنت میں اپنی رفاقت و معیت کی نوید سنائی۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کے غلبہ کیلئے دنیا میں بولی جانے والی زبانیں سیکھنا بھی امر بالمعروف کی ادائیگی ہی کا ایک ذریعہ ہے اگر اسلام کا پیغام افریقہ کے جنگلوں میں رہنے والوں تک پہنچانا ہے تو ہمیں ان کی زبان جاننا انتہائی ضروری ہے۔

یہ اصولی امر ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی مؤثر ادائیگی کیلئے عمل بنیادی شرط ہے۔ اور اس فریضے کی ادائیگی کیلئے آغاز گھر سے شروع کیا جائے کہ حکم خداوندی ہے " قُوْ اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِيْکُمْ نَارًا "۔ مفسرین کرام یہاں " اَهْلِيْکُمْ " سے مراد یہ لیتے ہیں

Marfat.com

کہ جو تمھارے دائرہ کار میں ہے مثلاً والدین اپنی اولاد کو، شوہر اپنی بیوی کو، افسر اپنے ماتحت کو، پیر اپنے مرید کو، غرضیکہ ہر ایک سے اس کے دائرہ کار میں آنے والے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب مکرم ﷺ کے ان کی امت پر چار حقوق گنوائے ہیں۔ جن میں

۱۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ایمان

۲۔ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کی جائے

۳۔ جو تعلیمات مشن نبوی ﷺ لے کر آئے ہیں اس مشن کی معاونت کی جائے

۴۔ آپ ﷺ کی تابع داری کی جائے

آج کے دور میں جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے راستے کو اختیار کیا جاتا ہے تو ریا کاری کو اس کا جزو لازم سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ریا کاری اعمال کی تباہی کا سبب ہے اور اس مشن کی تکمیل کیلئے ہر عمل ریا کاری سے پاک ہونا چاہیئے۔ نبی پاک ﷺ کی سیرت سے یہ بات دیکھی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں گھل مل کر تشریف فرما ہوتے تھے اور نمائش کو پسند نہ فرماتے تھے اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب نے بھی اسی طریق پر اپنی حیات مبارکہ بسر کیں۔ حضرت حسنؓ کا قول ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروقؓ کا خطبہ سنا ان کی قمیض میں ۳۵ ٹاٹ کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ آج ہم فرائض کی بجائے عمل کا تمام تر زور مستحبات کی پیروی میں خرچ کر دیتے ہیں اور کثیر رقوم ان مستحبات کی پیروی میں خرچ کر دیتے ہیں حالانکہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی خوشنودی کیلئے مسلمان امت کو نعروں کی بجائے عمل کو اپنانا چاہیئے اور نمود و نمائش سے بچنا چاہیئے، اور نیکی اور خیر کی بات کی تلقین خدا وحدہ لاشریک کی خوشنودی اور رضا کیلئے کرنی چاہیئے۔ اس طرح جب تک آپ کی بات سن کر کوئی نیکی پر لگا رہے گا آپ کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اندراج ہوتا رہے گا۔ مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہے کہ آپ ﷺ نے برائی کے خلاف عملی جہاد کو ایمان کا بلند ترین درجہ قرار دیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! جب ایسا دور آجائے کہ لوگ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈریں تو ایسے وقت میں ڈرو کہ کہیں اللہ کا عذاب تمھیں اچانک نہ پکڑ لے۔''

استاد مکرم مفسر قرآن جناب پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب نے اس موضوع کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اپنے اعمال کا جائزہ لیا جائے۔ اور جو خرابیاں ہمارے معاشرے میں پیدا ہو چکی ہیں اسے دور کرنا صرف علماء ہی کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر فرد اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔''

انسان جبلی طور پر نیکی اور بدی کے اثرات کو محسوس کرتا ہے اور اس میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ '' قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ '' ترجمہ ''ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے''

ایک صحابیؓ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں سوال عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟ فرمایا نیکی وہ ہے، جس پر تیرا دل مطمئن ہو جائے اور بدی وہ جس پر تیرا دل بے چینی میں مبتلا رہے۔'' (ترمذی)

امر بالمعروف کے حوالے سے مؤثر اور ٹھوس کام صوفیاء کرام کا ہے ان کے طریقہ اصلاح میں ظاہر و باطن دونوں قوتیں مصروف عمل ہوتی ہیں یہ عوام الناس کی وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ اپنی نگاہ فیض سے بھی اصلاح فرماتے ہیں اور قلوب کی دنیا میں ایک انقلاب

Marfat.com

برپا کرتے ہیں ایک قول ہے ''ھم جساسۃ القلوب'' (ترجمہ) یہ اللہ والے دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

یہ خانقاہی نظام اسی لئے زیادہ مؤثر اور انقلاب آفرین ہے کہ یہاں بقول میرے پیر و مرشد جناب صوفی غلام سرور صاحب نقشبندی مجددی کہ ''یہ خانقاہیں انسان ساز کارخانے ہیں'' یہاں آنے والوں کی ظاہر باطن دونوں حوالے سے تربیت اور اصلاح کی جاتی ہے اور یہاں سے اصلاح اور تربیت پانے والے معاشرے کے مثالی انسان اور شخصیت کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ انسان ساز کارخانے جاگیرداری نظام کی صورت اختیار کر چکے ہیں، نا اہل مشائخ عظام بجائے اس کے کہ سیرت مصطفےٰ ﷺ کو مشعل راہ بناتے، تکیے لگا کر حصول دنیا میں مشغول و مصروف ہیں اور جو مریدان کی خواہشات کی تکمیل میں جس قدر معاون ہے شیخ کی نظر میں محبوب و مقرب پیکر اخلاص اور جنت کا خریدار بن جاتا ہے اور کمزور اور غریب عقیدتمند نظر التفات سے محروم اپنی حاجات اور تکلیفات پیر صاحب کی ناراضگی کے خوف سے سینے میں لئے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ آج اسی بلند پایہ منصب پر براجمان یہ نا اہل لوگ نبی پاک ﷺ کا قیمتی فرمان بھول گئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے '' **سید القوم خادمھم** '' (ترجمہ) قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔

اور اللہ کریم کے اس ارشاد کو یکسر بھلا دیا گیا کہ '' اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ہ'' (ترجمہ) اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

لیکن ان نا اہلوں کے نزدیک عزت والا صاحب ثروت یا پھر صاحب منصب ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ خاص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کی پیروی کرتے، اپنی نفسانی خواہشات اور عارضی شہرت کیلئے اپنے حقیقی مشن اور ذمہ داریوں سے روگردانی اور غفلت کے مرتکب نہ ہوتے۔ بزرگان دین کے اعراس مبارکہ کی تقاریب دراصل امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی ہی ایک مؤثر ذریعہ تھی تاکہ اصحاب مزارات، جن کی پاکیزہ زندگیاں اللہ کے فرمان اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی نقیب تھیں، آنے والے زائرین کو ان کی تعلیمات و خدمات سے آگاہ کیا جائے۔ لیکن علوم شرعیہ سے نابلد اور نا اہل جانشینوں کی غیر ذمہ داری اور چشم پوشی کی وجہ سے یہ پاکیزہ محافل نمود و نمائش اور فضول و لغو امور سے نہ صرف متاثر ہوئیں بلکہ نقشہ ہی بدل گیا ہے جاہا کیا تھا نظر کیا آ رہا ہے۔ اصلاح احوال کے پیش نظر اگر کوئی صاحب درد یہ مشورہ دے کہ ان مواقع پر روایتی مقررین اور غیر ذمہ دار نعت خوانوں کی بجائے پڑھے لکھے لوگوں کو تقریر کا موقع دیا جائے تاکہ لوگوں کی کثیر تعداد جو عقیدت کے پیش نظر ان مواقع پر حاضر ہوتے ہیں انھیں قرآن و سنت کا پیغام پہنچایا جائے۔ تو خوشامدی ٹولہ نہ صرف رکاوٹیں ڈالتا ہے بلکہ صاحب سجادہ کو اس سے بدظن کر کے اسے کھڈے لگا دیتا ہے اور اس میں اپنی فتح سمجھتا ہے اور پھر خوشامدیوں کا یہ گروہ صاحب سجادہ کے معتمد و منظور نظر بن جاتے ہیں۔ میں یہاں یہ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ الحمد للہ میں نے جس ہستی سے روحانی تعلق کا شرف حاصل کیا ہے وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے کیلئے دن رات مصروف عمل ہے۔ اس بات کی تائید صرف میں ہی نہیں بلکہ پاکستان کے فاضل، جید علماء، یونیورسٹیوں اور مختلف کالجز کے ڈاکٹر اور پروفیسرز اور صحافی تمام آپ کی مخلصانہ دینی کاوشوں اور ٹھوس خدمات کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ میں گزشتہ ۱۲ سال سے آپ کے حلقہ سے منسلک ہوں اور مجھے بحمدہٖ تعالیٰ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں ساتھ رہنے کے کئی مواقع ملے، مگر میں نے آپ کو ہر حال میں ہمیشہ ویسا ہی پایا جیسا آپ کا ظاہر ہے۔ آپ کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔ آپ کی سب سے بڑی خصوصیت حق گوئی ہے اور اس میں آپ کسی مصلحت سے کام نہیں لیتے۔ آپ نے اپنے بچپن سے لیکر عمر کے اس حصہ تک خواہ خاندان ہو یا دفتری زندگی، یہاں تک کہ دینی معاملات ہو یا دنیاوی

Marfat.com

امور ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ حق کی بات کی ہے اور حق کا ساتھ دیا ہے اور کسی قسم کے نقصان کو خاطر میں نہ لائے۔ الحمد للہ مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی خوف نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو اگر عملی اور صحیح تناظر میں پیہم مشاہدہ کرنے کی سعادت مجھے آپ ہی کے زیر سایہ تعمیر کردہ مسجد ''جامع مسجد قادریہ شیر ربانی ؒ'' ، ۲۱ ایکڑ سکیم سمن آباد لاہور'' میں میسر آئی جہاں تبلیغ کے حوالے سے تمام شعبے مستقل کام کر رہے ہیں۔ آج کے اس پرفتن اور مہنگائی کے دور میں جب کہ نمائش (ریا) ہمارے خون میں سرائت کر چکی ہے بغیر چندے کے مسجد بنانا کیا یہ عملی طور پر امر بالمعروف کے زمرے میں نہیں آتا۔ فاضل علماء، ڈاکٹر پروفیسرز اور دیگر سکالرز کی ہر ماہ منتخب موضوعات پر تقاریر یز یر تحریر عنوان کے دائرے میں نہیں؟ غرض تربیت کا کوئی انداز ایسا نہیں جو یہاں اختیار نہ کیا گیا ہو۔ ماہانہ، ہفت روزہ بلکہ ہر روز یہاں تعلیم وتربیت کا سامان میسر ہے۔ لوگوں سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا جاتا اگر مطالبہ ہے تو یہ کہ ان قیمتی مواقع سے فائدہ اٹھایا جائے اور علم دین سے فیض یاب ہوا جائے۔ آپ کے عظیم کارناموں میں ایک بہت عظیم کارنامہ مسجد کے ساتھ مدرسے کا قیام ہے جہاں عمر، تعلیم، اور حیثیت سے بالاتر ہو کر دینی تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع بلا معاوضہ فراہم کئے گئے ہیں۔ الحمد للہ یہ مدرسہ جو جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی ؒ کے نام سے موسوم ہے۔ 17 جنوری 2002 کو قیام عمل میں لایا گیا جہاں ایک سالہ کورس کو چار چار ماہ کے تین یکساں سمسٹرز میں پڑھایا جاتا ہے۔ ان کلاسز میں تفسیر قرآن، علم حدیث، علم فقہ اور عربی زبان وادب کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ الحمد للہ مجھے بھی اس جامعہ سے سال اول میں تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جس کی بعد ازاں دستار بندی ہوئی اور اسناد بھی تقسیم کی گئیں۔ اس کے علاوہ اس مسجد میں شعبہ حفظ وناظرہ فاضل حفاظ کے زیر اہتمام اپنی پوری جانفشانی سے کام کر رہا ہے۔

میرے پیر ومرشد جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب جو اس جامعہ کے مہتمم اعلیٰ بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مجدد الف ثانی ؒ سوسائٹی لاہور کے صدر بھی ہیں۔ اور تعلیمات حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی ترویج واشاعت کیلئے بھی دن رات مصروف عمل رہتے ہیں۔ ہر سال صفر المظفر کے مہینہ میں یوم حضرت مجدد الف ثانی ؒ کو نہایت عقیدت واحترام سے ملکی سطح پر منایا جاتا ہے جس میں پاکستان کے ہر شعبے کے دانشور آپ ؒ کی حیات طیبہ پر اظہار خیال فرماتے ہیں اور آپ ؒ کی شخصیت پر لکھے گئے مقالوں اور مضامین کی اشاعت کیلئے پورے پاکستان کے اخبارات سے بذریعہ ڈاک رابطے کئے جاتے ہیں اور متعلقہ مواد فراہم کیا جاتا ہے اس کے علاوہ جہاں کہیں ملک اور بیرون ملک آپ ؒ کی شخصیت پر کام ہو رہا ہے عملی طور پر اس کام سے معاونت کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قبلہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت پانے کے بعد آپ کی تمام تر قوتیں اور توانائیاں سلسلہ عالیہ کی خدمت میں صرف ہو رہی ہیں اور اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ یقیناً امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بے مثل عملی نمونہ ہیں ان کے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے کبھی صحت، گھربار اور کاروبار حیات کی فکر نہیں کی لیکن ساتھ یہ بھی واضح کرنا چاہوں گا کہ آپ کی دن رات دینی وروحانی مصروفیات کے باوجود گھریلو اور نجی معاملات میں کوئی خلا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دین کا کام کرنے والے کے دنیاوی معاملات اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود درست فرما دیتا ہے۔ لین دین کے معاملات سے لے کر وعظ ونصیحت تک آپ کی کارکردگی مشعل راہ ہے۔ میں اس مضمون کے ذریعہ اپنے قارئین سے درخواست کروں گا کہ آئیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عظیم فریضے کی ادائیگی میں ایسی شخصیات سے عملی معاونت کیجیئے اور ان کے زیر سایہ اپنی زندگیاں با مقصد بسر کیجئے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حوالے ایک اور اہم شعبہ ارباب اقتدار ہیں۔ ابتداً قرآن حکیم کی سورۃ الحج میں ارباب اقتدار

Marfat.com

کی ذمہ داری کا ذکر کیا گیا۔ ارباب اقتدار کی ذمہ داریوں میں اہم ذمہ داری نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نفاذ ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی ہے۔ یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ آخر قرآن حکیم میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے پہلے نماز و زکوٰۃ کے نظام کے نفاذ کا حکم کیوں دیا گیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ نماز کے بنیادی اثرات میں ایک اثر یہ ہے کہ نماز برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے" اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ہ"

دیکھا جائے تو نماز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی کا اہم ذریعہ ہے، دوسری طرف نظام زکوٰۃ کا نفاذ ہونے سے لوگوں کے دلوں میں مال و دولت کی محبت کم ہوگی اور خرچ کا جذبہ بڑھے گا اور وہ طبقہ جو غربت کی وجہ سے بے شمار سماجی برائیوں کے ارتکاب کا شکار ہو رہا ہے ان سب سے نجات حاصل ہو جائے گی اور ریاست حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست کی شکل اختیار کر جائے گی جب ان دونوں نظاموں کا نفاذ ہو جائے گا پھر تیسری بات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نفاذ کے لئے قدم اٹھایا جائے مثلاً دور حاضر میں خاص طور پر فحاشی عریانی چور بازاری رشوت ستانی جوا شراب زنا کی روک تھام اور میڈیا پروگراموں کی اصلاح بنیادی اقدامات ہیں اس کے علاوہ سود کو حرام قرار دینا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے اور تمام شعبوں کو اس لعنت سے پاک کرنا بھی اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ہے اس کے علاوہ نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں اور علماء کو بھی چاہیئے کہ اس سلسلے میں اگر حکومت معاونت بھی چاہے تو اس کی رہنمائی کی جائے ورنہ غیر اسلامی طرز حکومت کی مؤثر اور ٹھوس اصلاح کی جائے اور حکومت کو اس کی بنیادی ذمہ داریوں کا شدت سے احساس دلایا جائے۔ حدیث مبارکہ میں اسی حوالے سے ارشاد ہے " انصر اخاک ظالماً او مظلوماً " اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ تو صحابہ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ظالم کی مدد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ہمیشہ قائم رہنے والے دین کی خدمت کی سعادت عطا فرمائے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عظیم فریضہ کو ادا کرنے والوں کی معاونت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ نبی الکریم ﷺ)

Marfat.com

غزوہ خندق، اسباب واقعات اور نتائج

از: اسامہ سعید بی اے، ایل ایل بی

غزوہ خندق یا غزوہ احزاب کفار کے ساتھ مسلمانوں کی تیسری بڑی لڑائی تھی، جو ۵ ہجری میں وقوع پذیر ہوئی اس لڑائی میں یہود کی سازش سے مختلف قبائل عرب اور قریش مکہ نے مل کر اپنی متحدہ قوت سے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا اس بنا پر یہ جنگ، غزوہ احزاب کہلاتی ہے اس جنگ کو غزوہ خندق اسلیئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس بار مسلمانوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر اپنے دفاع کے لئے، مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی۔

غزوہ کیا ہے؟ ایسا معرکہ جس میں حضور ﷺ نے شمولیت اختیار فرمائی "غزوہ" کہلاتی ہے جبکہ ایسی لڑائی جس میں آپ ﷺ نے اپنے کسی صحابیؓ کو قیادت سونپی ہو "سریہ" کہلاتی ہے، غزوات وسرایا کی کل تعداد ۸۱ ہے جس میں سے ۲۷ غزوات ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے

۱۔ غزوہ ودان یا غزوہ ابواء	۲۔ غزوہ بواط	۳۔ غزوہ سفوان	۴۔ غزوہ ذوالعشیرہ
۵۔ غزوہ بدر الکبریٰ	۶۔ غزوہ قینقاع	۷۔ غزوہ سویق	۸۔ غزوہ قرقرلکدر
۹۔ غزوہ غطفان یا غزوہ انمار	۱۰۔ غزوہ احد	۱۱۔ غزوہ حمراؤ الاسد	۱۲۔ غزوہ بنونضیر
۱۳۔ غزوہ بدر الاخریٰ	۱۴۔ غزوہ دومتہ الجندل	۱۵۔ غزوہ بنومصطلق	۱۶۔ غزوہ خندق وغزوہ احزاب
۱۷۔ غزوہ قریظہ	۱۸۔ غزوہ لحیان	۱۹۔ غزوہ ذی فردہ یا غابہ	۲۰۔ غزوہ حدیبیہ
۲۱۔ غزوہ خیبر	۲۲۔ غزوہ وادی القریٰ	۲۳۔ غزوہ ذات الرقاء	۲۴۔ غزوہ حنین
۲۵۔ غزوہ طائف	۲۶۔ غزوہ تبوک	۲۷۔ غزوہ (فتح مکہ)	

غزوہ خندق، غزوات کی فہرست میں ۱۶ ویں نمبر پر ہے۔

اسباب

۱۔ قریش مکہ احد کی لڑائی میں غزوہ بدر کے نقصان کا بدلہ نہ لے سکے تھے نہ وہ مدینہ منورہ جو کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کر رہا تھا اسے فتح کر سکے، نہ مسلمانان مدینہ کو گزند پہنچا سکے تھے۔ ان کی سیاسی پوزیشن اور نام نہاد مذہبی وقار دونوں خطرے میں تھے، مزید برآں ان کا شام سے تجارتی رابطہ بھی منقطع تھا۔

۲۔ دین اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی نے اس زمانے میں رائج قبائلی نظام اور اخلاقی گمراہی کو شدید نقصان پہنچایا۔ عرب کے تمام بڑے سردار اسلام کا خاتمہ چاہتے تھے جبکہ دوسری طرف مدینہ منورہ کے یہود اور قبائلی سرداروں نے اس سلسلے میں کفار مکہ کا ساتھ دیا۔

۳۔ بنونضیر اور قینقاع قبائل یہود جو مدینہ منورہ سے نکالے گئے تھے انھوں نے نہ صرف قریش کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب

Marfat.com

دی بلکہ دوسرے قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور خود بھی قریش کے مددگار ثابت ہوئے، مدینہ منورہ میں رہائش پذیر یہود قبیلے ''بنو قریظہ'' کو بڑی اہمیت حاصل تھی اس نے کفار کی حوصلہ افزائی کی اور مسلمانوں کیلئے پریشان کن حالات پیدا کئے۔

۴۔ ابوسفیان نے جنگ احد کے اختتام پر حضور ﷺ کو پکار کر کہا تھا کہ آئندہ برس بدر کے میدان میں پھر طاقت آزمائی ہوگی۔ حضور ﷺ نے چیلنج قبول کیا، قریش خشک سالی اور قحط میں گرفتار تھے تاہم ابوسفیان لشکر لے کر نکلا مگر مقابلہ نہ کر سکا اس ناراضی کو دور کرنے کیلئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنا لازمی تھا۔

۵۔ مسلمانوں نے قریش مکہ کے تمام تجارتی راستوں کو بند کر دیا، قریش کے پاس اب صرف دو ہی راستے تھے اول یا تو مدینہ کی اطاعت کو مان لیتے یا مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتے۔ انھوں نے دوسری راہ اختیار کی اور منہ کی کھائی۔

واقعات

۱۔ یہود کی شر انگیزی سے عرب قبائل بنو غطفان، کنانہ وغیرہ اور کفار مکہ کا بہت بڑا لشکر جمع ہوا جس کی تعداد ۱۰،۰۰۰ سے ۲۴،۰۰۰ تک بیان کی جاتی ہے ابوسفیان کی سرداری میں مدینہ پر حملہ آور ہوا۔

۲۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر اسلامی فوج کو محفوظ جگہ پر اکٹھا کر کے شہر کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا

۳۔ خندق کی کھدائی شام کی طرف سے، شروع کی گئی۔ ۳۰۰۰ مسلمانوں نے ۲۰ دنوں میں ۳۰ ہاتھ گہری اور ۴۰ ہاتھ چوڑی خندق کھودی۔ آپ ﷺ نے بھی اس کھدائی میں حصہ لیا۔

۴۔ یہودی قبیلے ''بنو قریظہ'' نے بدعہدی اور غداری کرتے ہوئے قریش کا ساتھ دیا۔

۵۔ کفار نے ایک ماہ تک مدینے کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار اس نے ایک جگہ جہاں سے خندق کم چوڑی تھی حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے خندق پار کر کے کفار حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۶۔ بنو قریظہ نے مسلمان عورتوں اور بچوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے کمال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک یہودی کا سر کاٹ کر یہود کی طرف پھینک دیا وہ سمجھے کہ یہاں بھی مرد ہیں تو دوبارہ حملہ کرنے کی جرآت نہ کی۔

۷۔ نصرت الٰہی نے اس بار پھر مسلمانوں کا بھر پور ساتھ دیا۔ رات کو اس زور سے ہوا چلی کہ خیمے اکھڑ گئے نہ آگ جلتی تھی نہ ہانڈیاں ٹکتی تھیں، خوراک اور پانی کے ذخائر خراب ہو گئے، نتیجتاً فوج کا مورال بری طرح نیچے آیا۔

۸۔ مسلمانوں کے ۶ آدمی شہید ہوئے حضرت سعدؓ بن معاذ بھی جنگ میں زخمی ہوئے جس کی وجہ سے وہ چند روز بعد شہید ہو گئے۔

۹۔ لشکر کفار مختلف گروہوں اور قبیلوں پر مشتمل تھے اور ایک دوسرے پر اعتماد نہ رکھتے تھے۔ دوسرے نبی ﷺ کی حکمت عملی سے

Marfat.com

ان کی باہمی خلیج مزید وسیع ہوگئی اوران کی اتحادی قوت پارہ پارہ ہوگئی، اور وہ ایک دوسرے سے مکمل بدظن ہوگئے۔

۱۰۔ مسلمان سامان جنگ کی کمی کے باوجود ثابت قدم رہے۔

نتائج واثرات

۱۔ قریش کی بالادستی کا پول کھل گیا اور سب سے پہلے ابوسفیان وہاں سے فرار ہوا۔

۲۔ اللہ کی غیبی امداد کے باعث مسلمانوں کی قوت ایمانی میں بھرپور اضافہ ہوا

۳۔ کفار کی اقتصادی حالت بدتر ہوگئی کیونکہ وہ اپنا تمام سامان اس میں ضائع کر چکے تھے۔

۴۔ مدینہ منورہ کو آئے دن جارجیت سے نجات ملی، صلح حدیبیہ کی وجہ سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا اور اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور حضور ﷺ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھرپور طریقہ سے شروع کیا یہاں تک کہ بادشاہوں کو خطوط کے ذریعے دعوت حق دی گئی۔

متبنیٰ بنانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ سورت احزاب میں اس بارے میں کیا حکم ہے؟

متبنیٰ لے، پالک یا Adopted child ایک ہی معنیٰ میں استعمال کئے جاتے ہیں، عرب میں ظہور اسلام سے قبل یہ رسم تھی کہ اگر وہ لوگ کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتے تھے تو اسے اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح جائیداد کا وارث قرار دیتے تھے اور ان کی بیویوں سے نکاح کو معیوب سمجھتے تھے۔ لہٰذا حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ لے پالکوں کو حقیقی بیٹوں کی طرح قرار نہیں دیا جا سکتا اور فرمایا گیا کہ یہ صرف تمھارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ حق بیان فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو حضور ﷺ نے اپنا بیٹا بنایا تھا اور لوگ انھیں زید بن محمد کہتے تھے اس حکم کے نزول کے بعد ارشاد باری ہوا کہ انھیں (لے پالکوں کو) ان کے باپوں کے نام سے پکارو اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست ہیں، تو وہ زیدؓ بن حارثہ کہلائے۔ آپ ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بیٹی حضرت زینب بنت جحش سے کیا تھا، کسی طرح دونوں میاں بیوی میں نہ بن پائی اور حضرت زیدؓ نے انھیں طلاق دے دی۔ حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ کی دلجوئی کیلئے انھیں پیغام نکاح دیا، تو انھوں نے جو حد درجہ عابدہ زاہدہ تھیں کہا کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں تو اللہ نے آپ ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کر دیا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ جب زیدؓ ان سے اپنی غرض پوری کر چکے تو ہم نے اسےؓ آپ کے نکاح میں دے دیا۔ اس میں حضرت زینبؓ کی بڑی عظمت ہے۔ سورت احزاب کی آیات ۳۵ تا ۴۰ میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ اور اعتراضات کی جڑ کاٹ دی اور اس واہمہ کا خاتمہ کر دیا کہ متبنیٰ کی بیوی حقیقی بہو ہے جب متبنیٰ حقیقی بیٹا ہی نہیں تو اس کی بیوی کیونکر حقیقی بہو ہوگئی اور اس سے نکاح کیسے باطل اور ممنوع ہوا۔ تو اس سے ان جاہلانہ خیالات اور رسوم کا خاتمہ ہوگیا۔

Marfat.com

غزوہ خندق

از: تاج الدین احمد

مدینہ منورہ جس کا نام رسول اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے یثرب تھا، آپ ﷺ کی آمد سے مدینۃ النبی میں بدل گیا۔ مدینہ منورہ کو تین اطراف سے احد پہاڑ نے گھیر رکھا ہے، جس کی وجہ سے ہر طرف سے حملے کا خطرہ نہیں صرف ایک طرف ہی ایسی ہے جو میدانی ہے جہاں سے ہر طرف کو آنا جانا ہوتا ہے اسی طرف سے حملے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔

رسول کریم ﷺ کی آمد سے پہلے یہاں بھی یہود آباد تھے۔ جن کو آپ ﷺ کی آمد بہت ناگوار گذری۔ بنی نضیر کے یہود کی شرانگیزیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ آخر کار ان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ یہودی بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے ہر قوم میں پھرے اور ان کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ انھوں نے نہ صرف قریش کو مسلمانوں پر حملہ کی ترغیب دی بلکہ دیگر قبائل کو بھی اسلام روز افزوں ترقی نے مروجہ قبائلی نظام اور اخلاقی بے راہ روی پر کاری ضرب لگائی۔ پورے عرب کے ممتاز قبائلی شیوخ اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے لہٰذا یہودیوں اور قبائلی سرداروں نے اس سلسلے میں کفار مکہ کا ساتھ دیا۔

جو یہودی مدینہ کے اندر یعنی بنی قریظہ جن کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی شرقی جانب تھا۔ پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ نضیری یہود کی ترغیب اور ترتیب سے آخر کار وہ بھی معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر حملہ آوروں کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے۔

ابوسفیان نے جو جنگ احد کے اختتام پر نبی کریم ﷺ کو پکار کر کہا تھا کہ آئندہ برس بدر کے میدان میں پھر طاقت آزمائی ہو گی۔ حضور ﷺ نے اس چیلنج کو قبول فرمایا اور آپ ﷺ اگلے برس مقررہ میعاد پر میدان بدر میں پہنچے۔ قریش خشک سالی اور قحط میں گرفتار تھے۔ تاہم ابوسفیان لشکر لیکر نکلا مگر مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس خفت کو دور کرنے کے لئے بھی مدینہ پر حملہ ناگزیر تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے قریش مکہ کے تمام تجارتی راستوں کی ناکہ بندی کردی تھی قریش کیلئے اب دو ہی راہیں تھیں

(۱) حکومت مدینہ کی اطاعت قبول کرلیں (۲) مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد کردیں۔

انھوں نے دوسری راہ اختیار کی اور منہ کی کھائی۔ یہود کی شرانگیزی سے کفار مکہ اور قبائل عرب کا بہت بڑا لشکر جس کی تعداد بارہ ہزار سے اوپر تھی پورے ساز وسامان سے آراستہ اور طاقت کے نشہ میں ابوسفیان کی سرداری میں مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے صلاح مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر اسلامی فوج کو محفوظ جگہ پر اکٹھا کر کے شہر کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ خندق کی کھدائی شام کی جانب سے شروع کی گئی۔ تین ہزار مسلمانوں نے بیس دن میں پانچ پانچ گز گہری خندق کی کھدائی مکمل کی۔ آپ ﷺ نے بھی اس کھدائی میں شرکت فرمائی۔ سخت جاڑے کا موسم تھا۔ غلہ کی گرانی تھی۔ بھوک کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور خود سرور عالم ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ مگر عشق الٰہی کے نشہ میں سرشار سپاہی اور ان کے سالار اعظم ﷺ اس سنگلاخ زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے۔ محاصرہ کے دوران بنی قریظہ کے یہودیوں نے غداری کرتے

Marfat.com

ہوئے قریش کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں کو اس بدعہدی سے پریشانی ہوئی۔

کفار نے ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار انھوں نے ایک جگہ جہاں سے خندق کم چوڑی تھی حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے خندق پار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس دوران بنوقریظہ نے مسلمان عورتوں اور بچوں پر حملہ کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے قلعہ تک پہنچنے والے یہودی کا کام تمام کر دیا اور سر کاٹ کر یہودی کی طرف پھینک دیا۔ وہ سمجھے کہ یہاں بھی مسلمانوں کی فوج ہے۔ اس لئے پھر کسی نے ادھر کا رخ نہ کیا۔ جوں جوں محاصرہ طول پکڑتا گیا۔ مسلمانوں کی نسبت کفار کی تکلیف بڑھتی گئی۔ اتنی بڑی فوج کیلئے سامان رسد مہیا کرنا آسان نہ تھا۔ باوجود کثرت تعداد کے کفار سے بن نہ پڑا کہ شہر پر عام حملہ کر دیتے۔ البتہ دور سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میدان مبارزہ میں بھی دو دو ہاتھ دکھانے لگتے تھے۔ مشرکین اور یہودی بنی قریظہ کے درمیان مسلمانوں کی جمیعت محصورین کی حیثیت رکھتی تھی تاہم انہوں نے سب عورتوں اور بچوں کو شہر کی مضبوط اور محفوظ حویلیوں میں پہنچا کر خود بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ شہر کی حفاظت و مدافعت کا فرض انجام دیا۔

محاصرہ کے دوران مسلمانوں میں جو منافقین شامل تھے وہ حیلے بہانے کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب جھوٹی بات بنائی تھی۔ غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ ﷺ اجازت دیتے رہے کچھ پرواکثیر تعداد کی نہ کی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ ﷺ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے۔ آخر کار نعیم ابن مسعود الاشجعیؓ کی ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے مشرکین اور یہودی بنوقریظہ میں پھوٹ پڑ گئی ادھر کفار کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کا غیر مرئی لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات خوفناک جھکڑ ہوا کا چلا دیا۔ پرواہوا سے ریت اور سنگریزے اڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے ان کے چولہے بجھ گئے، دیگچے زمین پر جا پڑے۔ کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ لشکر پریشان ہوگیا۔ سردی اور آندھی ناقابل برداشت بن گئی۔ آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی طبل رحیل بجا دیا۔ ناچار سب اٹھ کر بے نیل و مرام واپس چل دیئے۔ و کفی اللہ المومنین القتال و کان اللہ قویاً عزیزاً ۔ یہ جنگ ''احزاب'' کہلاتی ہے اور جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔

جنگ خندق کے نتائج اور اثرات میں قریش کا عرب بھر میں بڑا بھرم تھا وہ کھل گیا۔ اس جنگ سے سب سے پہلے ابوسفیان نے راہ فرار اختیار کی تھی لہٰذا اسکا اعتماد رخصت ہوا۔ عرب میں قریش پر اعتماد نہ رہا اور ان کی روحانی بالادستی ختم ہوگئی۔ جنگ خندق میں دشمن کی ناکامی کا آخری فیصلہ آندھی نے کیا۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے باعث مسلمانوں کی قوت ایمانی مزید قوی ہوئی۔ کفار کی اقتصادی حالت تباہ ہوگئی۔ حضور ﷺ نے جنگ کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا ''حملہ آور آئندہ مدینہ کا رخ نہیں کریں گے اب ہم ان کا قصد کریں گے'' اس جنگ سے آس پاس کے قبائل پر بڑا اچھا اثر پڑا۔ اس طرح اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ مدینہ کے یہودی قبیلہ بنوقریظہ کے خلاف سخت کاروائی کی بالغ مرد موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ عورتوں اور بچوں اور اموال کو مسلمانوں میں بانٹ دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے خندق کھود کر جدید حکمت عملی اختیار کی۔ اسکے علاوہ نعیم بن مسعودؓ نے دشمنوں کے مابین جس طرح نفاق پیدا کیا یہ بھی ایک اہم ترین جنگی چال تھی۔

Marfat.com

سورت الاحزاب کی روشنی میں غزوہ خندق کے اسباب و واقعات اور نتائج

از علی فرحان

تعارف:

غزوہ خندق یا غزوہ احزاب مسلمانوں کی کفار کے ساتھ تیسری بڑی جنگ تھی۔قرآن پاک میں باقاعدہ ایک سورت غزوہ خندق کے بارے میں ہے جس میں غزوہ خندق کا مختصر بیان ہے۔اس جنگ کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ کی پیش کردہ تجویز پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں نے مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی اس لئے اس کو جنگ خندق کہتے ہیں۔غزوہ خندق ماہ شوال ۵ ہجری میں ہوا۔

غزوہ احزاب کے اسباب:

قرآن پاک کی روشنی میں غزوہ احزاب کے اسباب درج ذیل ہیں۔

ا۔ بنی نضیر کی جلاوطنی:

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے آباد تھے۔ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا۔ان کے نام بنی نضیر اور بنی قریظہ تھے۔بنی نضیر نے حضور ﷺ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی اور ناکام ہوئے۔حضور ﷺ نے ان کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔غزوہ احد کے بعد ان کے حوصلے بلند تو تھے ہی اور اب ان کے سینوں میں انتقام کی آگ اور بڑھ گئی۔اس قبیلے کی طرف سے ایک وفد مکہ پہنچا اور قریش کو حضور ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کیلئے اکسایا۔

۲۔ قریش کی مسلم دشمنی:

قریش مدینہ میں مسلمانوں کی ترقی اور اسلام کے پھلنے پھولنے پر خوش نہ تھے۔وہ مسلمانوں کے خلاف غلط ارادے رکھتے تھے۔وہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں اور اسلام کا نام ختم کرنا چاہتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب بنی نضیر کی طرف سے وفد ان کے پاس آیا تو انھوں نے ان کا استقبال خوش دلی سے کیا اور جنگ کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔

۳۔ تجارتی راستوں میں مشکلات:

مسلمانوں نے قریش مکہ کے تمام تجارتی راستے بند کر دیئے تھے۔لہٰذا ان کے نزدیک مسلمانوں کے ساتھ جنگ ہی اس مسئلہ کا حل قرار پائی۔اس کے علاوہ ابوسفیان نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ چیلنج کیا تھا جو اس جنگ کے نتیجے میں سامنے آیا۔اشاعت اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کا غم بھی ان کو کھاتا جا رہا تھا۔قبائلی نظام کے خاتمے کا خدشہ بھی تھا اس لئے کفار مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر تل گئے۔

غزوہ احزاب کے واقعات

کفار مکہ کا بارہ ہزار کا لشکر مدینہ پر حملے کیلئے اور اسکو تباہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا اس جنگ میں چونکہ کئی قبیلے تھے اس لئے اس کو جنگ احزاب کہا گیا ہے کہ حزب کی جمع احزاب ہے جس کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔

Marfat.com

ا۔ مدینہ کے گرد خندق کھودنا:

جب حضور ﷺ کو اس لشکر کی خبر ملی تو آپ نے بھی اس کا بھرپور مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کفار کا لشکر جو ابوسفیان کی قیادت میں مسلمانوں کی طرف بڑھ رہا تھا تعداد میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھا حضرت سلمان فارسیؓ کے خندق کھودنے کے مشورے کو حضور ﷺ نے خود اور تمام صحابہ نے پسند فرمایا اور خندق کھودنے کا عمل شروع ہو گیا۔ تین ہزار صحابہ نے چھ دن کی محنت سے پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری اور تقریباً ۱۲۰۰ گز لمبی خندق کھودی۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اپنے حصے کی خندق کھودی۔ خندق کھودنے کے دوران ایک شاندار واقعہ پیش آیا۔ کچھ صحابہ کے حصے میں چٹان کا ایک سخت حصہ آ گیا جو ٹوٹتا نہ تھا رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے آپ ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ضرب لگائی تو چٹان سے ایک شعاع نمودار ہوئی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا اور چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے روم و شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ جب کدال سے دوسری ضرب لگائی تو پھر ایک شعاع نکلی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا اور چٹان کا ایک اور بڑا حصہ ٹوٹ گیا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایران کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اس کے بعد تیسری ضرب لگائی تو پھر ایک شعاع نکلی جس سے پھر سارا مدینہ روشن ہو گیا اور باقی ماندہ چٹان کا حصہ بھی ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یمن کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں اور کچھ ہی عرصہ بعد یہ تمام ممالک فتح ہو گئے۔ کافروں کے لشکر نے جب اتنی چوڑی اور گہری خندق دیکھی تو حیران ہو گئے اور خندق کے دوسری طرف ان کو ڈیرے ڈالنے پڑے اور مسلمان خندق کے پرے محفوظ رہے۔

۲۔ عمرو بن عبدود کا قتل:

عرب کا مشہور شاہسوار عمرو بن عبدود کا گھوڑا خندق پھلانگ کر اندر آ گیا حضرت علیؓ نے اس کا بہادری سے مقابلہ کیا اور عمرو کو قتل کر دیا اس کے بعد کسی نے خندق کے اندر آنے کی جرأت نہ کی۔

۳۔ نعیم بن مسعود کی سازش (جنگی چال):

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ''اور جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔ جب خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے، تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔'' کفار نے مسلمانوں کے خلاف ایک تباہی کا پروگرام بنایا جس کے تحت وہ مسلمانوں کے آگے اور پیچھے سے حملہ کریں گے اور مسلمان درمیان میں پس کر رہ جائیں گے اللہ نے مسلمانوں کی یہاں پر مدد فرمائی۔ نعیم بن مسعود حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایمان لے آیا ہوں لیکن ابھی اس کا کفار کو پتہ نہیں ہے اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں ایک ایسی چال چلوں گا جس سے ان کا ارادہ خاک میں مل جائے گا۔ حضور ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور واقعی اس (نعیم بن مسعود) نے وہ کام کر دکھایا جو آسان نہ تھا اس طرح کفار کا غرور خاک میں مل گیا۔

۴۔ آندھی کا طوفان:

ایک رات آندھی کا ایسا طوفان آیا جس نے کفار کے خیموں کو الٹ کر رکھ دیا، ہانڈیاں الٹ گئیں، گھوڑے بھاگ گئے، سارے لشکر میں افراتفری پھیل گئی، اس آندھی نے ان کو تباہ کر دیا، ابوسفیان، جو اس لشکر کا سردار تھا سب سے پہلے بھاگ گیا اس کے پیچھے اس کے

Marfat.com

ساتھی بھی بھاگ گئے اس آندھی نے انھیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جب تم پر لشکروں کے لشکر چڑھ آئے تھے تو ہم نے تم پر ہوا بھیجی جن کو تم دیکھتے نہ تھے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔''

اس طرح کفار خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے منافق شرمسار ہوئے اور مسلمانوں کا رعب و دبدبہ سارے عرب میں پھیل گیا۔

۵۔ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی فوج:

اللہ نے آندھی کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے نظر نہ آنے والی افواج بھیجی جو مسلمانوں کی مدد کے لئے تھی، انھوں نے کفار کے قدم اکھاڑ کر رکھ دیئے، شراب کے مٹکے توڑ دیئے، گھوڑوں کے رسے توڑ دیئے اور ان کے خیمے اکھاڑ کر رکھ دیئے۔ اس طرح اللہ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

نتائج

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ خندق میں فتح نصیب فرمائی، یہ جیت اسلامی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہے اس جنگ میں کفار کا غرور خاک میں مل گیا۔ اس جنگ کے بعد جو نتائج منظر عام پر آئے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

ا۔ مسلمانوں کا اعتماد اور توکل علی اللہ مزید پختہ ہو گیا:

اس جنگ کے بعد مسلمانوں کا اللہ پر ایمان اور توکل مزید مضبوط ہوتا چلا گیا چونکہ اس جنگ کا آخری فیصلہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی آندھی نے کیا۔

۲۔ کفار کی بربادی:

یہ جنگ کفار کی بربادی کے نتیجے کے طور پر سامنے آئی اس جنگ کے بعد کفار کی اقتصادی حالت تقریباً تباہ ہو کر رہ گئی اور وہ اسلام کو مٹانے کا عزم لے کر آئے تھے خود بخود ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے۔

۳۔ اسلام کا فروغ:

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں بڑی شاندار کامیابی عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا فروغ ہوا اور مدینہ کے آس پاس کے قبائل میں اسلام تیزی سے پھیلا یعنی دوسرے لفظوں میں اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح، کفر کی ہزیمت، اور طاغوتی قوتوں کی بربادی کا باعث ہوئی اور لوگوں کو قبول اسلام میں آسانیاں میسر آئیں اور وہ کفار کے زہریلے پراپیگنڈے سے آزاد ہوئے اور حقائق کو سمجھنے لگے۔

۴۔ مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی:

اس جنگ میں اللہ نے مسلمانوں کو شاندار کامیابی عطا کی۔ مسلمانوں نے ایک بڑی طاقت کو شکست دی، اس طرح مسلمانوں کی دھاک سارے عرب میں بیٹھ گئی اور ان کی طاقت بڑھ گئی غلبہ اسلام کا آغاز ہو گیا۔

Marfat.com

متبنّٰی کا شرعی حکم:

قرآن پاک میں متبنیٰ کے لئے سورہ احزاب میں واضح احکام آئے ہیں۔ سورہ احزاب کی پانچویں آیت مبارکہ اسی کے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام کے ساتھ پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی درست ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں تمھارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دلی سے کرو (اس پر مواخذہ ہے) اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

عربوں میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی آدمی کسی کو اپنا متبنیٰ بنالیتا تو اسے اپنے حقیقی بیٹے کی طرح اسے متبنیٰ بنانے والے کی طرف منسوب بھی کیا جاتا۔ اس طرح اس کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے جو متبنیٰ بنانے والے کے حقیقی بیٹے کو حاصل ہوتے۔ اس طرح بہت سی مشکلات اور الجھنیں پیدا ہو جاتیں اور کئی مستحق لوگوں کی حق تلفی ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس رواج کو ختم کیا، قرآن نے کہا کہ کسی کو اپنا بیٹا کہہ دینے سے وہ اپنا بیٹا نہیں بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ متبنیٰ کو اس کے اپنے اصل باپ کے نام سے بلاؤ۔ یہ حکم جب نازل ہوا تو زیدؓ بن محمد ﷺ کو زیدؓ بن حارث کہا جانے لگا۔ حضرت زیدؓ کو ان آیات کے اترنے سے پہلے زیدؓ بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے: "جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا۔ ایسی صورت میں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے اس پر جنت حرام ہے۔" بعض اوقات ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو اپنا متبنیٰ بنالیتا ہے اور اس کے ماں باپ کا علم نہیں ہوتا یعنی وہ یہ نہیں جانتا کہ جس کو میں نے متبنیٰ بنالیا ہے اس کے ماں باپ کا نام کیا ہے۔ تو ایسی صورت میں بھی متبنیٰ بنانے والے آدمی پر یہ چیز ہرگز لاگو نہیں ہوتی کہ وہ اس متبنیٰ کو اپنا بیٹا کہے، وہ اس کو اپنا دوست یا بھائی کہہ کر پکارے۔ قرآن پاک نے اس بات سے سختی سے روک دیا ہے کہ کوئی جان بوجھ کر کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہے، یہ صرف ہمارے منہ کی باتیں ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں۔ بہت سی احادیث میں حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا ہے۔ اسلام کا ایک اصول ہے کہ کوئی بھی کام اگر کوئی مسلمان کرتا ہے اور اس میں اسلام نے کوئی ممانعت نہیں رکھی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جیسے ہی کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر حکم نازل ہوگیا تو اب اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر پکڑ ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متبنیٰ کو اپنا بیٹا کہنا اسلام میں منع ہے۔ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے حضرت زیدؓ کو زیدؓ بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا لیکن اس حکم کے نازل ہونے کے بعد ان کو زیدؓ بن حارث کے نام سے پکارا جاتا۔

دوسرے اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے متبنیٰ کی زوجہ سے جبکہ متبنیٰ نے اسے طلاق دیدی ہو، متبنیٰ بنانے والے کا نکاح اس سے جائز قرار دیا اس لئے کہ جب منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں تو اس کی زوجہ کیونکر حقیقی بہو ہوسکتی ہے، نکاح حقیقی بہو سے حرام ہے، نہ کہ غیر حقیقی سے۔ لہٰذا اس صورت میں مفصل بیان ہے کہ حضور ﷺ نے زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش قریشیہ سے کروادیا تھا مگر جب ان میں نباہ نہ ہوسکا کہ وہ زید کو غلام سمجھتی تھیں جبکہ وہ خود معزز قریشیہ تھیں حالانکہ زید بھی قریشی تھے لیکن ایام طفولیت میں اغوا ہو کر بصورت غلام بک گئے تھے تو اسطرح ان پر غلامی کا داغ تھا جسے حرہ عورت (زینب) اپنے مرتبہ کے برابر نہ جانتی تھیں حالانکہ حضور ﷺ نے انھیں آزاد کردیا تھا۔ آپ دونوں کو بدستور سمجھاتے رہے لیکن نباہ نہ ہوا اور علیحدگی ہوگئی تو اللہ نے زینب رضی اللہ عنھا کا نکاح حضور ﷺ سے کردیا جیسا کہ ارشاد باری ہے "فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَٰكَهَا" تو اس سے دوسری رسم جاہلیت (یعنی متبنیٰ کی بیوی سے نکاح نہیں ہوسکتا) کا بھی قلع قمع ہوگیا۔

Marfat.com

متبنّٰی کا شرعی حکم کیا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی روشنی میں

از: تاج الدین احمد

دنیا کے خطہ عرب میں اسلام کے ظہور سے پہلے بہت سی غلط رسومات تھیں۔ جیسے اپنی بیوی کو ناراضگی یا غصے کی حالت میں ماں کی مشابہت کہہ دینا جس سے مرد کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی تھی۔ یا لے پالک بیٹا اور اصلی بیٹے کے حقوق میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا تھا وہ اصلی بیٹوں کی طرح جائداد کا وارث قرار دیا جاتا وغیرہ وغیرہ

اللہ عزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی (قرآن مجید) میں ان رسومات کو سورۃ الاحزاب میں بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ "نہ بیوی ماں کہہ دینے سے ماں ہو جاتی ہے اور نہ منہ بولا بیٹا اصلی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے" یہ سب تمھارے منہ کی باتیں ہیں اور خدا تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔ مومنو! لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو کہ خدا کے نزدیک یہی بات درست ہے اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دل سے کرو اس پر مواخذہ ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"
اسکے بعد ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ زیدؓ ایک شریف قریشی النسل عرب تھے۔ جو بچپن میں اغوا ہو گئے تھے اور جوانی کے قریب بحالت غلامی مکے میں آ کر فروخت ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے ہاں رکھا۔ حضرت زیدؓ پر غلامی سے آزاد کا لفظ بولا جاتا تھا۔ اور آپ حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ کرم میں بہت عزت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہا آپ نے ان کو متبنّٰی کر لیا آپ ﷺ جانتے تھے کہ غلام ہو کر فروخت ہونے سے اصلی شرافت میں فرق نہیں آ سکتا۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان کا حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کر دیں تاکہ آپ کے خاندان میں ان کی وقعت زیادہ ہو۔ نیز آپ کا یہ بھی مقصود تھا کہ غلام آزاد مذہب اسلام میں حقیر نہ سمجھے جائیں اور ان کی عزت بھی احرار کی طرح کی جائے۔ یعنی آزاد اور غلام میں جو اہل عرب امتیاز کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں نہ ہو چنانچہ ان ہی امور کو پیش نظر رکھ کر آپ نے حضرت زیدؓ کا عقد حضرت زینبؓ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت زینبؓ آخر عورت تھیں اور خیالات قدیم ان کے دل میں جاگزیں تھے انھوں نے ہمیشہ اپنے تئیں حضرت زیدؓ سے افضل سمجھا اور ان کو اپنے سے کم تر خیال کیا۔ یہ باتیں ایسی تھیں کہ میاں بیوی میں موافقت پیدا نہیں ہونے دیتی تھیں۔ آخر حضرت زیدؓ اس امر پر مجبور ہو گئے کہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور ﷺ کو بڑا اتر دد ہوا۔ آپ دل سے تو یہی چاہتے تھے کہ حضرت زینبؓ حضرت زیدؓ کی زوجیت میں ہی رہیں اور جس رشتے سے بڑی اصلاح مقصود تھی وہ بدستور قائم رہے۔ اسی واسطے آپ ﷺ حضرت زیدؓ کو سمجھاتے تھے کہ میاں خدا کا خوف کرو اور زینبؓ کو طلاق دینے سے باز رہو۔ لیکن آپ ﷺ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر ان میاں بیوی میں علیحدگی واقع ہوئی تو حضرت زینبؓ کے بارے میں بڑی مشکل پیش آئے گی کہ حضرت زیدؓ کی زوجیت میں رہنے کے بعد لوگ حضرت زینبؓ کے اعزاز و احترام میں کمی کریں گے اور یہ بات آپ کو منظور نہ تھی اور ہو سکتی بھی نہ تھی۔ جب آپ حضرت زیدؓ کی توقیر کرتے اور لوگوں سے کرانی چاہتے تھے تو حضرت زینبؓ کی تحقیر کیونکر گوارا کر سکتے تھے۔ آخر الامر حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کا تعلق منقطع ہو کر رہا۔

Marfat.com

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تین اور اصلاحیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ اسلام میں متبنیٰ کا وہ حق نہ سمجھا جائے جو اصلی بیٹوں کا ہے اور دونوں قسم کے تعلقات میں جو فرق ہے وہ ظاہر کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتیں اصلی بیٹوں کی عورتوں کی طرح حرام نہ سمجھی جائیں۔ چنانچہ خدا کے حکم سے حضور ﷺ نے خود حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا۔ اور خدا نے فرمایا "فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وطراً زوجنکها لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاهم اذا قضو منهن وطراً وکان امر الله مفعولاًط"

متبنیٰ بنانا ایک رسم قدیم ہے اور اسلام نے جائز رکھا ہے لیکن متبنیٰ بیٹوں کو اصلی بیٹوں کے سے حقوق نہیں دیئے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اصلی بیٹوں کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کے برابر سمجھا، تیسرے یہ کہ غلاموں کی مطلقہ عورتوں کی حیثیت جن کو شریف اہل عرب اپنی زوجیت میں لینے سے دریغ اور مضائقہ کرتے تھے۔ وہی قرار دی جائے جو احرار کی مطلقہ عورتوں کی ہے یعنی ان سے بے پس وپیش نکاح کر لیا جائے اور یہ تینوں اصلاحیں نبی کریم ﷺ ہی کی ذات بابرکات سے شروع ہوئیں۔

Marfat.com

فضائل درود وسلام (سورۃ الاحزاب کی روشنی میں)

از: حافظ اللہ بخش

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

صلوٰۃ کا معنی: صلوٰۃ بمعنی دعا کے ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اچھی تعریف کرنے والا۔

لغت میں: اچھی تعریف۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کی منقبت بیان کرنا۔

صلوٰۃ کن کے لئے ہے؟

۱۔ صلوٰۃ اللہ کے لئے ہے اللہ کی صلوٰۃ کیسی ہے۔ اللہ رب العزت کی صلوٰۃ ایسی ہے جس کو مقید نہیں کیا جا سکتا ہے یعنی مہربانی کرنا، رحم کرنا، رحمت بھیجنا، یہ تمام چیزیں لامتناہی اور لامحدود ہیں اس کی رحمت کی حد نہیں اس کی مہربانی کی کوئی حد نہیں۔

۲۔ فرشتوں کے لئے صلوٰۃ: کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے لوگوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔ جو بندہ میری سرکار ﷺ پر درود پاک بھیجتا ہے اللہ کے فرشتے اس انسان کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔

۳۔ مومنوں کے لئے معنی ہے کہ دعا کرنا یعنی مومن بندے اللہ کے حضور محبوب پروردگار کے مرتبے درجات کی بلندی کی دعائیں کرتے ہیں۔

محمد ﷺ کے معنی

اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کی بار بار تعریف کی جائے تو معلوم ہوا کہ درود وہ ہوگا جو حضور ﷺ کی اچھی تعریف پر مشتمل ہو۔

آیت کریمہ میں اسمیہ جملے کا استعمال:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ اس ٹکڑے میں اسمیہ جملہ استعمال کیا گیا ہے اور اسمیہ جملہ دوام واستمرار کا غماض ہے۔ چونکہ اسمیہ جملہ کا استعمال ایسے موقع پر کیا جاتا ہے جہاں کسی کام کا ہمیشہ کے لئے ہونا ہو اور چونکہ یہاں پر جملہ اسمیہ استعمال ہوا ہے لہٰذا مفہوم ظاہر ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ پر نزول رحمت و درود ازل سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

پوری زندگی میں درود کا پڑھنا:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا قول: زندگی میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے تکرار سے پڑھنا واجب اور ''کنز الایمان'' میں ہے کہ زیادہ مقدار میں پڑھنا مستحب ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے۔

مجلس میں درود پاک پڑھنا:

ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والوں پر بھی اور سننے والوں پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے۔ یہی قول زیادہ معتمد ہے۔ اور جمہور کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

نماز کے اندر درود پاک پڑھنا:

نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد درود پاک سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی آپ کے نام کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے اور مستقل طور پر حضور اکرم ﷺ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا صحیح نہیں ہے۔

درود پاک میں اللہ کی طرف سے تکریم:

درود شریف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی تکریم ہے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" کے معنی علماء کی نظر میں:

علماء نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں کہ یا رب محمد ﷺ کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما اور ان کی شریعت کو بقاء عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء و مرسلین وملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند فرما۔

حدیث پاک کی روشنی میں درود پاک کی فضیلت

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے جب بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ فرمایا کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ جامع ترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے " رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصلی علی" ترجمہ: فرمایا غبار آلود ہو ناک اس شخص کی جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔

کشف الغمہ صفحہ نمبر 272 اور افضل الصلوٰۃ صفحہ نمبر 45 میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا" ویل" ہے یعنی اس شخص کے لئے تباہی ہے جو قیامت کے روز میری زیارت سے محروم رہے گا، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے استفسار کیا یارسول اللہ ﷺ اس شخص کی نشاندہی فرمایئے جو روز محشر آپ کی زیارت سے محروم رہے گا۔ وہ کون بدنصیب ہوگا۔ جو آپ کے دیدار کی سعادت حاصل نہ کر پائے گا۔ فرمایا وہ شخص جو کہ بخیل ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کون سے بخیل کے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں۔ جواب ملا ایسا بخیل جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ "شفاء" کے صفحہ نمبر 62 پر منقول ہے "من ذکرت عندہ فلم یصلی فقد شقی" جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا بے شک وہ بد بخت ہے۔ سنن ابن ماجہ میں مروی ہے "من ذکرت عندہ فلم یصلی اخطاء الطریق الجنۃ" جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔ درود پاک پڑھنے سے گناہ مٹتے ہیں اور درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَاحِد صَلَّ اللہ علیہ وسلم عَشَر صَلٰوٰت و خطت عنہ عشر خطیات و رفعت لہ عشر درجات" (مشکوٰۃ. نسائی) جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے اس کے دس گناہ مٹ جاتے

Marfat.com

ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

الصلوٰۃ علی نور علی الصراط فمن صلی علی یوم الجمعۃ ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوب ثمانین سنۃ" الحدیث جواہر. جلد ۱۰، صفحہ ۱۶۳) مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر نور ہوگا۔ جو شخص جمعہ کے دن ۸۰ مرتبہ درود پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ مزید فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن دس مرتبہ یا سو مرتبہ درود خلوص دل سے پڑھتا ہے تو میں اس کا درود خود سنتا ہوں۔ ارشاد نبوی ہے "اسمع صلوٰۃ اھل محبتی" میں اہل محبت کا درود خود سنتا ہوں تو مجھ پر جمعہ کے روز درود شریف کی کثرت کرو۔

الشیخ الجلیل مخدوم عبدالعزیز دباغ مصریؒ الابریز میں فرماتے ہیں کہ درود پاک جو شخص بھی پڑھتا ہے وہ قطعی طور پر قبول ہوتا ہے۔ کہ تمام اعمال میں درود پاک کی زیادہ فضیلت ہے اور فرمایا یہ ان ملائکہ کا بھی ذکر خصوصی ہے جو ہر وقت اطراف جنت میں رہتے ہیں اور جب وہ درود پاک پڑھتے ہیں تو اس کی برکت سے جنت کشادہ ہو جاتی ہے۔

جب فرشتے قبر میں جلوہ دکھائیں آپ کا　　ہو زباں پر پیارے آقا الصلوٰۃ و السلام ﷺ

افضل الصلوٰۃ میں ارشاد نبوی ہے "ان اللہ تعالیٰ لینظر الی من یصلی و من نظر اللہ تعالیٰ الیہ لا یعذبہ ابدا" بے شک اللہ تعالیٰ نظر کرم فرماتا ہے ہر اس شخص پر جو مجھ پر درود بھیجتا ہے اور جس شخص پر اللہ نگاہ رحمت فرمادے تو پھر اسے عذاب نہیں دے گا۔ اور اسی کتاب کے صفحہ اٹھارہ پر منقول ہے "ثلثلہ تحت ظل عرش اللہ یوم القیٰمۃ یوم لا ظل الا ظلہ قیل من یارسول اللہ قال من فرج ممن مکروب من امتی و احیی سنتی و اکثر الصلوٰۃ علی" تین قسم کے لوگ روز محشر عرش الٰہی کے سایہ تلے ہوں گے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عرض کی وہ کون ہیں؟ فرمایا جو شخص کسی مصیبت زدہ کی سختی دور کرے اور وہ جو میری سنت کا احیا کرے اور وہ جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھے۔

جواہر البحار میں علامہ نبہانیؒ نقل فرماتے ہیں "من صلی علی کنت شفیعہ یوم القیمۃ" جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا۔ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں زیر آیت "یخلق مالا تعلمون" لکھا ہے کہ ایک فرشتہ ہے جس کا نام "روح" ہے اس کے ستر ہزار سر ہیں اور ستر ہزار سروں میں ستر ہزار چہرے ہیں اور ستر ہزار چہروں میں ستر ہزار منہ ہیں اور ستر ہزار ہزار موہوں میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ اور ہر زبان پر ستر ہزار کلمات ہیں تو جس کثرت سے وہ کلمات ذکر ہوتے ہیں اس کے بقدر فرشتوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ امام احمد رضاؒ نے شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کی تصنیف "تکمیل الایمان" کے حاشیہ میں بحوالہ امام رازی نقل کیا ہے ایک نہر ہے جسکا نام حیات ہے اور اس نہر میں حضرت جبریل روزانہ غسل فرماتے ہیں اور حضرت جبریل کے 600 پر ہیں غسل کے بعد وہ انھیں جھاڑتے ہیں تو ہر بازو سے جو قطرے ٹپکتے ہیں ان میں سے ہر قطرے کے بدلے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ مزید رقمطراز ہیں کہ جب کوئی بندہ مومن سرکار دو عالم ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو اس سے بھی فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور وہ فرشتے درود پڑھنے والے کیلئے بخشش مانگتے ہیں اور جب درود پڑھنے والا بندہ مومن مرجاتا ہے تو فرشتے اس کی قبر پر قیامت تک بخشش مانگتے رہتے ہیں۔

آداب نبوی کی رعایت کا تقاضا

اسلام میں دنیاوی زندگی اور معاشرت کے حوالہ سے ہر انسان کو باہمی ادب و احترام کی تلقین کی گئی ہے یہاں تک کہ بیوی کو ہدایت کی گئی ہے کہ خاوند کا ادب کرے اسے نام لیکر نہ پکارے تو سرور کائنات ﷺ جو تخلیق کائنات کا باعث ہیں ان کے لئے کتنا ادب

Marfat.com

چاہیئے۔ کسی بندہ مومن کو یہ لائق نہیں کہ آپ کو صرف اسم عَلَمْ محمد یا احمد سے پکارے بلکہ لازم ہے کہ اچھے سے اچھے اعلیٰ القاب کے ساتھ یاد کرے جیسے یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للعٰلمین یا سید المرسلین، یا شفیع المذنبین، یا انیس الغریبین، یا راحۃ العاشقین، اور اپنی زبان و بولی میں اسی کی کما حقہ رعایت رکھے کہ قرآن حکیم میں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ "لاَ تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً" کہ اللہ کے رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب کو جس طرح اپنی کتاب میں یاد فرمایا ہے اس کو پیش نظر رکھیں اللہ پاک نے کبھی اپنے محبوب کو "یا محمد" کہہ کے نہیں پکارا بلکہ جس حال میں دیکھا اسی حال کی مناسبت سے یاد فرمایا، جیسے یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، والضُّحٰی، اور کہیں آپ کے شہر کی، کہیں آپ کے عہد رسالت مآب کی اور کہیں نطق و کلام کی اور کہیں حیات مبارکہ کی قسم یاد فرمائی ہے۔ محبت کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ انسان اپنے محبوب کو پیار سے، ادب سے اچھے لفظوں سے یاد کرتا ہے، تو جب عام انسان اپنے پیاروں کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا تو وہ ذات جو خالق کائنات کی محبوب ہے تو انہیں کیونکر اور کیسے عمومی اور معمولی الفاظ سے پکارا جا سکتا ہے یہ بات نہ صرف محبت کے خلاف ہے بلکہ ایمان کے منافی ہے کہ ایمان نام ہی آپ ﷺ کی بکمال و تمام محبت کا ہے۔ عامیانہ الفاظ سے نبی ﷺ کو پکارنا یا اپنے جیسا کہنا اور ان کی عظمت و توسل کا انکار کرنا واضح کر دیتا ہے کہ اس کا دل رسول ﷺ کی محبت سے بیگانہ ہے اور وہ دل زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔ کہ دلوں کی زندگی و طمانینت تو آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے ذکر کی باادب کثرت ہے۔ امام احمد رضاؒ کا شعر ہے کہ

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

اللہ رب العزت کو پیار

اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ سے بڑھکر کوئی ذات و شے محبوب نہیں اور اسی محبت کا اظہار ہے کہ ارشاد باری ہے کہ "صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً"۔ صَلُّوْا کے معنی کی رعایت سے یہ کہ حضور ﷺ کی تعظیم کرو آپکی تعریف بیان کرو۔ محبوب پاک کی یہ شان ہے کہ احادیث مبارکہ میں بکثرت وارد ہے کہ آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ساق عرش، قصور جنت کی پیشانیوں اور حور و غلمان، جنت کی جبینوں غرضیکہ ہر درخت کی ڈالیوں، پتوں پر لکھا ہوا ہے بلکہ اسمه مكتوب مرفوع فی الوح و القلم۔ حدیث صحیح میں ہے اللہ پاک کو جب بندہ لفظ "اَللّٰھُمَّ" سے با اخلاص پکارتا ہے تو وہ راضی و خوش ہو جاتا ہے۔ اس جملہ سے واضح ہوا کہ جب اللہ کریم جو کسی تعریف کا محتاج نہیں جب بندہ ان الفاظ سے پکارے تو وہ اس پر بے حد درجہ راضی ہوتا ہے تو جس محبوب کی خاطر ساری کائنات معرض وجود میں لائی گئی جب بندہ ان کو اچھے الفاظ کے ساتھ، محبت و اخلاص کے ساتھ یاد کرے تو وہ کس قدر راضی ہوگا جبکہ اس کا اپنا ارشاد عالی قدر ہے "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ"، اور ہم نے آپکی خاطر آپ کے ذکر کو اونچا کر دیا۔ اللہ نے اونچا کیا کس قدر؟ کیا انسانی عقل اس الٰہی فرمان کا ادراک کر سکتی ہے حق تو یہ ہے کہ

کوئی حد ہے ان کے عروج کی بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ

نماز کے اندر جب بندہ تشہد میں بیٹھ کر التحیات پڑھتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہماری تمام عبادتیں، مالی زبانی، جسمانی اے اللہ تیرے لئے ہیں پھر محبوب علیہ السلام پر سلام عرض کرتا ہے کہ (اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی ﷺ! آپ پر سلام ہو۔ لیکن تکمیل تشہد کے بعد عرض کرتا ہے کہ اے ہمارے رب! تو درود بھیج۔ خود کیوں نہیں بھیجتا یا کہتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ محبّ اور محبوب کا جو تعلق ہے وہ ہمیں معلوم نہیں اس لئے کہ محبّ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا محبوب کیسا ہے اور محبوب کو بھی علم ہوتا ہے کہ میرا محبّ مجھے کتنا چاہتا ہے تو اس

Marfat.com

لئے ہم محبوب پروردگار کی شان کو نہیں سمجھ سکتے۔ بجز اس کے کہ

کمال خلاق شان اس کی بشر نہیں عظمت بشر ہے

ہم ناتواں بندے ہیں ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ شان محبوبی کی حقیقت تک پہنچ سکیں یہ شان صرف اسی کو معلوم ہے۔ جس کا ارشاد ہے کہ (کذافی الحدیث) ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو ظاہر کردوں تو میں نے محبت کی یعنی اپنے نور سے نبی کے نور کو پیدا فرمادیا۔ یہ گذارش اسلئے ہے کہ اے اللہ تو اپنے محبوب ﷺ کا مرتبہ دان ہے لہٰذا تو ہی ان کی شان کے لائق درود بھیج ۔ اور صرف دنیا میں ہی نہیں اللہ رب العزت نے آسمانوں کی دنیا سے گذار کر عرش مُعلّٰی پر بلا کر سلام بھیجا یہ محبتوں میں محبت کی ایک بہت بڑی نشانی اور بہت بڑا معجزہ ہے۔ محبّ اور محبوب میں جو راز و نیاز ہوئے کائنات میں کسی کو خبر نہیں ۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے '' فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوحٰی''

ہم نبی ﷺ پر درود و سلام کے ذریعہ اور آپ کی محبت کے توسل و توسط سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور یہی وہ وسیلہ ہے جو نجات اخروی کا سرمایہ اور ضامن ہے۔ ایک صحابیؓ نے میری سرکار کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی تو ارشاد فرمایا تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اور تو کوئی تیاری نہیں کی مگر یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں ۔ تو ارشاد فرمایا ''اَلْمَرءُ مَعَ مَنْ اَحبَّہٗ '' فرمایا آدمی حشر میں اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہوگا۔ محبت رسول ہی وہ جذبہ ہے جو درود و سلام عرض کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ بجز محبت کے درود و سلام کیونکر پڑھا جا سکتا ہے ۔ ترک درود بخل، محرومی، اور راہ جنت سے فرار ہے جبکہ درود و سلام کی کثرت فلاح دارین اور نعماء جنت کے حصول کی کنجی ہے بقول شاعر:

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد — میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ و السلام (جمیل قادری)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (علامہ اقبال)

Marfat.com

غزوہ خندق

از: محمد آصف ریاض

جب حضور ﷺ کو اس بات کا علم ہوا کہ کفار جنگ کی تیاریاں کر کے آنے والے ہیں جنگ کرنے کیلئے، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کیا اور سب سے مشورے لئے لیکن حضرت سلمانؓ فارسی کا مشورہ سب سے زیادہ پسند آیا اور پھر آپ ﷺ کے حکم کے مطابق شہر مدینہ کے باہر خندق کھودنے کا حکم دے دیا اور اس کی کھدوائی کے لئے چالیس گز خندق کھودنے کیلئے دس دس آدمی مقرر کیے۔ عورتوں اور بچوں کو خیموں میں محفوظ کر دیا۔ مسلمانوں میں شدید خوف پیدا ہو گیا اور وہ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

یہ واقعہ ایک ماہ تک رہا دونوں فریق صرف تیراندازی اور سنگباری کے مقابلے پر نہیں آئے دشمن خندق کے پرے تیراندازی اور سنگباری کرتا رہا اور مسلمان ادھر سے جواب دیتے رہے۔ ان میں سے چند گھوڑے سوار تنگ راستوں سے چلے اور گھوڑوں کو ایڑ لگائی جس سے ان کے لئے خندق کے درمیان راہ بن گئی تو حضرت علیؓ مسلمانوں کی ایک جماعت کیساتھ نکلے اور ان کے سردار کو پکڑ لیا اور ان میں سے کچھ کو قتل کر دیا ایک روایت میں ہے کہ نوفل کو خندق میں پا کر مسلمانوں نے تیر اور پتھر مار کر اسے مار دیا۔ ان کے ساتھیوں نے لاش خریدنے کو کہا اور آپ ﷺ کے پاس دس ہزار بھیجے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ لاش تمھارے آدمی کی ہے لے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے کفار پر ہوا بھیجی جو اتنی سرد تھی کہ انھیں ٹھٹرا دیا اور اتنی تیز تھی کہ ان کے چہروں پر مٹی چڑھ گئی اور ملائکہ کو حکم ہوا کہ ان کی میخیں اکھاڑ دیں اور آگ سرد کر دیں اور سامان الٹ پلٹ کر دیں۔ گھوڑے بھاگ جائیں اور مشرکین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالیں۔ پھر اس آندھی سے بھگا دیں۔ اس میں مومنین ثابت قدم رہے اور مشرکین جنکے دل اسلام کی طرف مائل نہ تھے ان کے دلوں میں طرح طرح کے گمان آئے۔

جب صحابہ کرامؓ خندق کھود رہے تھے تو کھدائی میں ایک ایسی چٹان نکلی جو نہایت سخت پتھر کی تھی اور وہ ٹوٹ نہ رہی تھی تو صحابہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کدال لی اور چٹان پر ماری تو اس چٹان سے ایک بجلی سی چمکی جس نے مدینہ کے کنارے تک روشن کر دیئے گویا اندھیری رات میں چراغ روشن ہو گیا حضور ﷺ نے نعرہ تکبیر لگایا اور صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔ پھر وہی کدال دوبارہ پتھر پر ماری اور وہ ٹوٹ گئی اور اس سے اتنا تیز نور نکلا کہ سارا مدینہ روشن ہو گیا اور پھر تیسری دفعہ کدال ماری تو چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی اور پھر تکبیر کہی تو صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی اور سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر پہلی ضرب میں اللہ نے حیرہ کے محل اور کسریٰ کی بستیاں روشن فرمائیں اور جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ میرے امتی ان مقامات پر غالب آئیں گے۔ دوسری ضرب پر مجھ پہ روم کے قبیلہ حمیر کے محل روشن ہوئے۔ اور حضرت جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان پر غالب آئے گی۔ تم اللہ کی مدد سے خوش ہو جاؤ تو مسلمان خوش ہو گئے اور تیسری صنعا روشن ہوئی جیسے کتے کے کیلے چمکتے ہیں اور جبریلؑ نے بشارت دی کہ میری امت یہاں بھی غالب آئے گی اور ان میں سے جو منافقین تھے کہنے لگے کہ آپ ﷺ کس طرح کی بڑی بڑی بشارتیں دے رہے ہیں ان کے خیال میں مسلمانوں کا اب خاتمہ ہو جائے گا۔

مسلمان یہ جنگ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے جیت گئے اور مشرکین اور منافقین کے ناپاک عظائم مٹی میں مل گئے۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں اور منافقوں کا بھی پتہ چل گیا اور ان میں فرق واضح ہو گیا کیونکہ منافقین برے برے خیالات اور گمان کرنے لگے اور

Marfat.com

بری بری خبریں پھیلانے لگے اور مومنوں نے پھر یہ دیکھ لیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔

غزوہ خندق کا سبب:

غزوہ خندق کا سبب یہ تھا کہ قبیلہ بنو نضیر جو کہ جلا وطن کئے گئے تھے انھوں نے کفار مکہ کو جنگ کیلئے ابھارا اور اندرونی طور پر دوسرے قبیلوں سے بھی ساز باز کی بالآخر انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ٹھان لی اور جب انھوں نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں تو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس نازک موقع پر تمام صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ مانگا۔ سب نے مختلف مشورے دیئے لیکن آپ ﷺ کو حضرت سلمان فارسیؓ کا مشورہ سب سے بہتر لگا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس طرح سب مسلمانوں نے مل کر خندق کھودنا شروع کر دی اور رات دن کوششوں کے بعد شہر کو محفوظ رکھنے کے لئے خندق کھودی۔ تا کہ کافر اندر داخل نہ ہوں۔ جب کافر آئے تو انھوں نے وہیں پر ڈیرے ڈال لئے اور وہاں پر کئی دن قیام کے بعد ایک دن بہت سخت آندھی اور طوفان آیا اور ان کے خیمے اکھڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگ نکلے انھیں ایسا لگا کہ جیسے مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے اس پر کفار کا بڑے پیمانے پر نقصان ہوا اور یہ جنگ مسلمان جیت گئے اور اللہ نے کافروں کو پراگندہ کر دیا اور وہ بھاگ گئے انھوں نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔

ختم نبوت

ختم نبوت سے مراد ہے کہ اب نبیوں کے آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ تمام جہانوں کے سردار اور امام الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا پچھلی قوموں میں جتنے بھی انبیاء کرامؑ آئے وہ سب کے سب کسی نہ کسی قوم پر مبعوث کئے گئے تھے لیکن آپ ﷺ تمام لوگوں کے لئے نبی بن کر آئے قیامت تک صرف آپ ﷺ کی امت رہے گی اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کرے گی حضور ﷺ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہو گئی آپ ﷺ کو وہ دین کامل عطا فرمایا گیا جو تمام انسانیت کے لئے کافی ہے اس لئے اب کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (آیت سورۃ المآئدہ ۳، آیت) ترجمہ: "آج میں پورا کر چکا تمھارے لئے دین تمھارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تھارے واسطے دین اسلام۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اگر کوئی آیا تو وہ کذاب ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ مجھ پر بند کر دیا ہے اس لئے ہم لوگوں کو چاہیئے کہ ہم ختم نبوت پر مکمل یقین رکھیں اور ان کذاب دجالوں سے بچیں، خاص طور پر آج کل کہ قادیانی فرقہ سے، جو کہ کذاب دجال قادیانی کا پیروکار ہے۔ اگر کوئی اس طرح کا دعویٰ کرے تو اس کا سد باب فی الفور چاہیئے اللہ کی مخلوق کو دھوکہ نہ دے سکے۔

صحابہ کرامؓ کو ختم نبوت کا مکمل یقین تھا اس لئے وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جتنے لوگوں نے بھی نبی ہونے کا اعلان کیا صحابہؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۰) ترجمہ: "محمد (ﷺ) باپ نہیں کسی کے تمھارے مردوں میں سے لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں"

Marfat.com

آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ''بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیاء کیا کرتے تھے جب ایک نبی وصال فرماجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں۔ختم نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور جو منکر کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے یہاں تک کہ اگر کوئی کذاب سے دلیل مانگے تو وہ خود ہی کافر ہو جائے گا اس لئے کہ ارشاد باری اور فرمان نبوی کے بعد دلیل کا طلب کرنا گویا اپنے ایمان کی واضح نفی ہے۔

درود پاک کی فضیلت

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام کہو۔''

حضور ﷺ پر درود بھیجنا ہر مسلمان پر واجب ہے مسلمانوں پر ہر مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر کرنے والے اور سننے والے پر ایک مرتبہ درود واجب ہے اور ایک بار سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے۔مسلمان نماز کے اندر بھی درود پاک پڑھتے ہیں التحیات میں ''اَلسَّلامُ عَلَیکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد درود پاک پڑھا جاتا ہے وہ سنت ہے اس درود میں آل پاک پر بھی درود ہوتا ہے اور اس کے ماتحت اصحاب اور مومنین و اولیاء کاملین پر بھی درود بھیجا جائے تو مستحسن ہے البتہ اگر حضور ﷺ کا نام پاک لے کر درود بھیجے بغیر ان پر اگر درود بھیجا جائے تو مکروہ ہے اور درود میں حضور ﷺ کے ساتھ آل واصحاب کا ذکر متوارث ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ جس درود میں آل پاک کا ذکر نہ ہو وہ مقبول نہیں۔درود شریف میں چند پہلو ہیں۔ایک درود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے اور اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحمد کے معنی علماء کرام یہ کرتے ہیں کہ الٰہی محمد ﷺ کو عظمت عطا فرما اور دنیا میں ان کا دین غالب اور بلند فرما۔ان کی شریعت کو بقا دے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول کر کے اولین اور آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر انبیاء اور ملائکہ مقربین اور تمام خلائق پر ان کی شان بلند فرما۔

حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا درود خواں درود جب مجھ پر بھیجتا ہے تو اس کے لئے فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔''

مسلم شریف میں ہے ''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے''

ترمذی شریف میں ہے ''بخیل ہے وہ جس کے آگے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے''

درود پڑھنے کے اتنے زیادہ فضائل ہیں کہ انھیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔درود پاک پڑھنے سے بہت سے بیماریاں اور مشکلات دور ہو جاتی ہیں درود پاک کی کثرت انسان کو دوزخ کے عذاب اور قبر کے عذاب اور دنیا کی مشکلات سے بچالیتی ہیں، درود پاک سے قلب نورانی ہو جاتا ہے۔پڑھنے والے کی بخشش ہو جاتی ہے۔اس کا رتبہ بلند ہوتا ہے درجات بلند ہوتے ہیں دعا میں درود پاک کا پڑھنا ضروری بھی سمجھا جاتا ہے کیونکہ درود پاک کے بغیر دعا کرنے سے دعا آسمان اور زمین کے درمیان میں معلق رہتی ہے اور درود پاک کے پڑھنے سے دعا عرش تک چلی جاتی ہے۔حضرت عمر فاروق ؓ کے نزدیک اگر دعا میں درود پاک نہ ہو تو دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

عقیدہ ختم نبوت

از: توصیف النبی

عقیدہ ختم نبوت اور ردمرزائیت دو الگ الگ موضوع ہیں جنھیں بعض کم فہم ایک ہی معنی میں سمجھتے ہیں، سناتے یا لکھتے ہیں اور اس ضمن میں بعض اہل علم نے بھی اس کے حقیقی مفہوم سے تساہل برتا ہے اور غلط بحث کا شکار ہوئے۔ اس سے بعض سامعین، ناظرین رد مرزائیت کو ہی عقیدہ ختم نبوت کی تشریح سمجھنے لگے جیسا کہ بعض اہل علم اس اتحاد موضوعات پر ابھی تک حقیقی توجہ سے غافل ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت شریعت اسلامیہ کے مسلمہ اور بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے اور عصر حاضر میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے تحریروں اور تقاریر میں کتاب وسنت سے زیادہ سے زیادہ دلائل بیان کئے جائیں اور ان کی تشریح جامع طور پر کی جائے جس سے اس بنیادی عقیدہ کی عظمت واہمیت بخوبی اجاگر ہو جائے۔ ختم نبوت کے عقیدہ پر عہد نبوی سے اب تک اور سلف سے خلف تک پوری امت کا اجماع رہا ہے۔ حضور ﷺ نے جس سعی بلیغ سے امت کے سامنے کامل واکمل دین اسلام کو جس طرح تفصیل وتشریح بیان فرمائی ہے کہ کوئی شعبہ ایسا ہے ہی نہیں جس میں واضح ارشاد موجود نہ ہو۔ یہ فی نفسہ عقیدہ ختم نبوت کی کامل ترجمانی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ اور حضور ﷺ ہی اس سلسلہ نبوت ورسالت کی آخری کڑی ہیں اور آپ ہی کی شریعت کا اتمام واکمال کر دیا اور اللہ نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ تو آپ کی محبت والفت اور آپ کی کامل اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ جاہلیت کی ساری بری رسموں کا قلع قمع کر دیا جائے کیونکہ اگر باطل کا کوئی پہلو اصلاح سے محروم رہا تو یہ امر شرعی تقاضوں کے منافی ہو گا۔

ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر گوناگوں باہمی اختلافات کے باوجود اب تک ساری امت کا کلی اتفاق اور قطعی اجماع رہا ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ باہم تعصب نے بارہا ملت کے امن وسکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ وفساد کے شعلوں نے برے اور المناک حادثات کو جنم دیا۔ لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس ایک اور اہم بنیادی بات پر ہمیشہ متفق رہے ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ عہد نبوی ﷺ کے بعد جس نے بھی نبی بننے کا دعوی کیا اس کو کذاب اور مرتد قرار دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کے دعویٰ کی قلعی کھول دی گئی اور اس کی خود ساختہ نبوت کا پردہ چاک کر کے اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے نتائج کی پروا کئے بغیر اس کے خلاف بھرپور لشکر کشی کی اور اس وقت تک دم نہ لیا جب تک اس کذاب اکبر کو کیفر کردار تک نہ پہنچا دیا۔ فرنگی کے دور غلامی میں برصغیر میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح فرنگیوں کے اگائے ہوئے کذاب مرزا غلام قادیانی کے ذریعہ اسکی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر امت میں انتشار کی ناپاک سازش کی گئی اور انگریزوں نے اس دجال کی چالبازیوں اور مکاریوں کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں کھل کھیلنے کا موقع فراہم کیا۔ اور اس کے پیروکاروں پر بے بہا نوازشات کے نہ صرف دروازے کھولے بلکہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن علماء دین وملت اور زعماء شریعت نے

Marfat.com

اس کا ہر سطح پر مردانہ وار مقابلہ کیا اور علماء اسلام نے بالاتفاق نہ صرف اس مدعی نبوت کو کذاب اکبر، کافر اور دشمن ملت اسلامیہ قرار دیا اور اس کے کفر و ارتداد میں شبہ و شک رکھنے والے کو بھی کافر کہا۔ اور یہی ہر سچے مسلمان کا غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بد بخت اس کذاب کے دعوے کو مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کیلئے مقرر فرمائی ہے۔

اس بارے میں قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔ ''نہیں ہیں محمد ﷺ کسی کے باپ تمھارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (سورۃ الاحزاب، پ ۲۲، آیت ۴۰)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا اسم گرامی لے کر فرمایا کہ جناب محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں۔ یعنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ جب مولا کریم جو '' بِكُلِّ شَئيَ عَلِيم '' ہے نے فرمایا کہ محمد ﷺ نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں۔ تو حضور ﷺ کے بعد جس نے کسی کو نبی مانا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکذیب کی اور جو شخص اللہ کے کسی ارشاد کو جھٹلاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ خاتم النبین کا جو معنی یہاں کیا گیا ہے اہل لغت نے اس کا یہی معنی لکھا ہے۔ پہلے صراح کی عبارت پر غور کرتے ہیں: ختم اللہ لہ بخیر: خدا اس کا خاتمہ بخیر کرے۔ وختمت القرآن: بلغت آخرہ۔ یعنی میں نے قرآن آخر تک پڑھ لیا۔ اختمت الشیء: نقیض اضتتمہ: افتتاح کی نقیض اختتام ہے۔ والخاتمو الخاتم . بكسر التاء و فتح و الختام و الخا تامر كله بمعنى الشيء آخره یعنی خاتم۔ خاتم ختام۔ خاتامر، سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمہ الشیء کہتے ہیں۔ ومحمد ﷺ خاتم الانبیاء و علیھم الصلوٰۃ والسلام۔ حضور ﷺ تمام نبیوں سے آخر میں تشریف لے آئے۔

علامہ ابن منظور: لسان العرب میں لکھتے ہیں۔ ختام الوادی، اقصاۃ و ختامرہ خاتمهم و خاتمهم آخرهم و محمد ﷺ خاتم الانبياء علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ وادی کے آخری کونہ کو ختام الوادی کہتے ہیں، قوم کے آخری فرد کو ختام خاتم اور خاتم کہا جاتا ہے اسی مناسبت سے حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ لسان العرب میں التھذیب کے حوالہ سے لکھا ہے۔ و الخاتم والخاتم من اسماء النبى ﷺ و فى التنزيل العزيز و لكن رسول الله و خاتم النبين اى آخرهم و من اسماه العاقب ايضاً و معناه آخر الانبياء. یعنی خاتم اور خاتم نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبین۔ یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا اور حضور کے اسماء میں سے العاقب بھی ہے اس کا معنی آخر الانبیاء ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا محمد انا احمد وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی ''ت'' پر زبر ہو یا زیر اس کا معنی ''آخری'' ہے۔ اس معنی کی تائید میں اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔ وختامه مسک ای آخره مسک۔ یعنی اہل جنت کو جو مشروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انھیں کستوری کی خوشبو آئے گی۔

ختم نبوت کے منکرین اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ نے بیان کیا ہے (آخری) وہ یہاں مراد

Marfat.com

نہیں بلکہ اس کا دوسرا معنی مراد ہے اور یہ معنی بھی ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر بضد ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیق حق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم بھی اس آیت کو مانتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں گھڑتے تاکہ ہم پر تحریفِ قرآن کا الزام لگایا جائے، بلکہ لغت عرب کے مطابق ہی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

صحاح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مذکور ہے۔ آیت کا یہی معنی ابلغ اور شان رسالت کے شایان شان ہے کہ حضور ﷺ انبیاء پر مہر لگانے والے ہیں، جس پر حضور ﷺ نے مہر لگادی وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہوگا اور جس پر مہر نہ لگائی وہ نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہوسکتا۔

اس کے متعلق گذارش ہے کہ بے شک لغت کی کتابوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مرقوم ہے لیکن انھوں نے تصریح کر دی ہے کہ مذکورہ آیت میں، خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے۔ یہاں فقط یہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مصر ہوں کہ یہاں خاتم کا دوسرا معنی مراد ہے تو اس سے بھی انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مطالعہ کرتے ہوئے غور و تدبر سے کام نہیں لیا۔ انھوں نے مہر سے مراد ڈاکخانہ کی مہر یا کسی افسر کی مہر سمجھی ہے کہ لفافہ یا کارڈ پر مہر ٹھپہ لگایا اور اسے آگے بھیج دیا یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر ثبت کی اور اسے مناسب کاروائی کیلئے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا۔ حالانکہ مہر کا جو مفہوم اہل لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ کاش! انھیں بے جا تعصب اس امر کی اجازت دیتا کہ وہ آئمہ لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔

لسان العرب میں ہے۔ ختمه بحیمه ختماً و ختاماً. طبعه فهو مختوم و مختم شدد للمبالغه۔ یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگادی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مختم کہتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ و معنی ختم و طبع فی اللغته واحد و هو التغطیت علی الشی و الاشیشاق من ان لا ید خله شیء بما قال جل و علا امر علی قلوب اقفالها ۔ ختم اور طبع کا لغت میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے بند کر دینا کہ اس میں باہر سے کسی چیز کے داخلہ کا امکان ہی نہ ہو۔ اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی تاکہ کوئی کذاب دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اب احادیث نبویہ ﷺ کا بغور مطالعہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خاتم النبیین کے کلمات کا کیا مفہوم بیان فرمایا ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا ''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے، لوگ اس عمارت کے ارد گرد پھرتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اگر ہم اس حدیث پر غور کریں تو بلاغت نبوی کے اعجاز کا ہمیں اعتراف کرنا پڑے گا جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس

Marfat.com

میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا، ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قصر نبوت مکمل ہو گیا اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں۔ یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور ابوداؤد طیاسی نے اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔

حدیث ۲: رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے

۱۔ مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا

۲۔ رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی

۳۔ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا

۴۔ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا

۵۔ مجھے تمام مخلوق کیلئے رسول بنایا گیا

۶۔ اور اللہ نے میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا نہ کوئی نبی۔

سرور عالم ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا ور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور الحاد ہے۔

حدیث ۴: حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، وہ ضرور تمھارے اندر ہی نکلے گا۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے جس طرح حضور ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

حدیث ۵: امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا'' امام بخاری اور امام مسلم نے فضائل صحابہ کے عنوان کے نیچے یہ ارشاد نبوی ﷺ نقل کیا ہے۔

حدیث ۶: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپؓ کچھ پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ تمھاری وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

حدیث ۷: حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس کذاب ہونگے جن میں سے ہر ایک بزعم خویش یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد، کتاب الفتن)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں (ترجمہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اکرم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ

Marfat.com

حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تا کہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں: یعنی حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن وسنت نے کی ہے جس پر امت کا اجماع ہے پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو وہ واجب القتل ہے۔

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے امت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مدعی نبوت کو گردن زدنی قرار دیا۔

ختم نبوت کے عقلی دلائل:

جب حضور ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کیلئے اور قیامت تک کیلئے ہے جب حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے، جب سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح وتوضیح کر رہی ہے جب کہ شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے، جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے (**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً**) تو پھر کسی جدید نبی کی کونسی ضرورت اور فائدہ ہے اور اس کے ذریعے کس خفیہ اور اہم مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتاب محمدی ﷺ طلوع ہو چکا ہے، عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی کو روشنی کیلئے چراغ سمجھنا اور روشن جاننا کھلی حماقت اور جہالت ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ کھلا فریب و دجل ہے، گویا ایسا ہی ہے کہ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

مزید غور کرنے کی بات ہے جب کہ تاریخ انبیاء اور کتاب حکیم شاہد ہے کہ نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔ کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا اور ذی علم ہو یا دانا ہو اگر وہ کسی ایک بھی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مومنوں کی فہرست سے خارج ہو جائے گا۔ اور وہ کفار و منکرین کے زمرہ میں شمار ہو گا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہدایت کے حوالے سے اہم ترین امر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اپنا رسول بنایا اور پھر آپ کی ذات پاک پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے، دنیا کے حالات ہزاروں پلٹے کھائیں، معاشی اور سیاسی میدانوں میں کتنے ہی انقلاب کیوں نہ برپا ہوں ہر قوم کیلئے ہر زمانہ میں فلاح دارین کا راستہ دکھانے کیلئے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے اور نہ اس تصور کی کوئی صورت ممکن ہو سکتی ہے بلکہ محال قطعی ہے۔ سلسلہ نبوت بند کرنے کا فیصلہ کسی ایسی ہستی نے نہیں کیا جو آنے والے حالات سے بے خبر ہو، مختلف قوموں اور ملکوں کی ضرورتوں سے ناواقف ہو، بلکہ یہ فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کا خالق اور اس کی ہر چیز سے بخوبی واقف و آگاہ ہے اور یقیناً ان تمام امور سے بھی باخبر ہے جن پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عالم انسانیت کی فلاح و بقا کا انحصار ہے، پس اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کے فتنوں سے بچائے اور دجالوں کے مکر و فریب سے امان میں رکھے اور محبوب ختم المرسلین کے سچے غلاموں میں زندہ رکھے اسی پر موت دے اور اسی پر محشور فرمائے، اس لئے کہ محمد ﷺ کی نبوت آفاقی، عالمگیر، جہانگیر، ہمہ گیر اور دائمی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے " **قل یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا**" یہ دعویٰ صرف آپ ہی کا ہے اور آپ ہی کیلئے مخصوص و سزاوار ہے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین وحبیب الکریم ﷺ۔

Marfat.com

ختم نبوت

از:۔ محمد طاہر نقشبندی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

''نہیں محمد ﷺ کسی کے باپ تمھارے مردوں میں سے لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔''

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ ''نہیں محمد ﷺ کسی کے باپ تمھارے مردوں میں سے'' اس آیت میں اللہ کریم فرماتا ہے محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یعنی محمد ﷺ زید کے باپ نہیں کہ زید کی بیوی سے نکاح کرنا ان کے لئے حرام ہو۔ مشرکین یہ بکواس کرتے تھے۔ ''اِنَّ مُحَمَّد ﷺ تَزَوَّجَ زَوْجَۃَ اِبْنِہٖ زَیْدَ بُنْفِی کُوْن زَیْدَ اَبْنَہُ الَّذِیْ یُحَرِّمُ نِکَاحَ زَوْجَتَہٗ عَلَیْہِ'' کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

اس آیت کریمہ میں نفی فرما دی گئی کہ زید وہ بیٹے نہیں جس کی بیوی کا نکاح حضور ﷺ پر حرام ہو اس لئے کہ تمھارے رسم و رواج میں لے پالک، منہ بولا متبنیٰ بیٹا ہوتا ہے لیکن شریعت مطہرہ میں وہ بیٹا نہیں ہوتا بلکہ ہمارے حبیب محمد ﷺ کسی مرد کے تم میں سے باپ نہیں تو زید کے لئے وہ کیسے باپ ہو سکتے ہیں۔

☆ ایک سوال: قاسم بن رسول۔ ابراہیم بن رسول۔ عبداللہ بن رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے تھے اور حسن اور حسین صاحبزادے مانے گئے تھے پھر نفی ابوت کیسے صحیح ہے۔

جواب: تینوں صاحبزادوں کی وفات بچپن میں ہو چکی تھی کوئی حد بلوغ کو نہیں پہنچا کہ اس کو رجل کہا جا رہی یہ بات کہ جو حضرت حسنؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے اس طرح حضرت حسین کا رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہونا تو یہ بطور مجاز ہے، نہ واقع میں یہ دونوں بزرگ حضور ﷺ کے صلبی بیٹے تھے، نہ بنائے ہوئے بیٹے۔ رجالکم میں مخاطبین کی طرف اضافت ہے جو بتا رہی ہے کہ اس زمانے میں جو لوگ آیت کے مخاطب تھے ان میں سے کسی کے باپ رسول اللہ ﷺ نہیں تھے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں استدراک ہے اس امر کی نفی کے بعد کہ حضور ﷺ کسی بالغ مرد کے باپ ہیں اور ایسے باپ ہیں جو مقتضی حرمت معاہدہ ہو پھر اثبات فرمایا کہ حضور ﷺ امت کے فرد کے باپ ہیں جس کے لحاظ سے حضور ﷺ کی توقیر و تعظیم ہر امتی پر واجب ہے۔ اور شفقت و نصیحت ہر امتی حضور ﷺ کے ذمہ ہے اس لئے ہر رسولؑ اپنے امتی کا باپ ہوتا ہے تو اس استدراک سے یہ فائدہ ہوا کہ حقیقی باپ تو حضور ﷺ کسی بالغ مرد کے نہیں مگر مجازی باپ شان رسالت کے لحاظ سے حضور ﷺ سب کے باپ ہیں۔ اور پھر ارشاد فرمایا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ''اور لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ اللہ کے پیارے حبیب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، کوئی جدید نبی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہو سکتا اور من رجالکم ارشاد ہوا تا کہ یہ وہم بھی اٹھ جائے کہ حضور ﷺ اپنے صاحبزادوں میں سے ان کے بھی باپ نہیں جو مبلغ رجال تک پہنچ گئے ہوں بلکہ جتنے صاحبزادے ہوئے طفولیت میں انتقال کر گئے تو جب حقیقی صلبی صاحبزادے بھی طفولیت میں انتقال فرما گئے تو لے پالک متبنیٰ کا بیٹا ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر بعض روایتیں اس کی شاہد ہیں کہ اگر حضور ﷺ آخر النبیین نہ ہوتے تو آپ کے صاحبزادے جوان ہونے پر ضرور نبی ہوتے۔

ابراہیم اسدی حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ ابراہیمؓ ابن النبی ﷺ نے گود بھری اور اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے لیکن نہیں رہے اس لئے کہ تمھارے نبی آخر الانبیاء ہیں۔ دوسری روایت کچھ یوں ہے، بخاری میں بطریق محمد بن بشیر بن اسماعیل بن ابی

Marfat.com

خالد سے مروی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے میں نے عرض کیا آپ نے حضرت ابراہیم کی زیارت کی فرمایا وہ طفولیت میں انتقال فرما گئے اور اگر ان کا حضور ﷺ کے بعد رہنا مقدر ہوتا تو حضور ﷺ کے بعد وہ نبی ہوتے لیکن حضور ﷺ کے بعد نبی ہونا نہ تھا۔ ابن ماجہ میں ابن عباسؓ سے ہے جب حضرت ابراہیم صاحبزادہ والاشان نے انتقال فرمایا تو حضور ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا ان کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دایہ ہے اور اگر یہ زندہ رہتے تو ضرور صدیقین نبی ہوتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور بعض محدثین نے اس تمام روایتوں کو باطل ہی قرار دیا ہے۔ قسطلانی انہیں غریب بتاتے ہیں اور ابن منذر بھی انہیں غریب بتاتے ہیں۔ اس فرمان سے حضور ﷺ کا حضرت ابراہیم کی شان ظاہر کرنا مقصود تھا۔ حضور ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی اس لئے وہ حد بلوغ کو نہیں پہنچے (واللہ اعلم) حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو اس کی عمارت حسین ہو لیکن ایک اینٹ کی جگہ اس میں چھوڑ دی گئی ہو دیکھنے والے آ کر اس کے گرد گھومتے ہوں اور اس کی حسین تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، بس اس ایک اینٹ کے مقام کو میں نے درست کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کا خاتمہ ہوگیا۔ دوسری روایت میں آیا ہے وہ اینٹ میں ہی ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (متفق علیہ)

حضرت جبیر بن مطعمؓ کا بیان ہے میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی ہوں میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا اور میں عاقب بھی ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" انی عند اللہ الخاتم النبیین و ان آدم المنجدل فی طینتہ"۔ میں اللہ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین ہوں جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے (مسند احمد)

حضرت میسرہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا" مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا" آپ ﷺ کو نبوت کے درجہ پر کب فائز کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدُ" میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور دوسری روایت کے الفاظ اسی طرح وارد ہیں (ترمذی) اور ایک حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ممکن ہوتا تو عمرؓ ہوتے" لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضور ﷺ کی زندگی مبارکہ میں نبوت کے مدعی کذاب

حضور ﷺ جب حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو بعض شقی اور جاہل لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ان کذابوں میں مسیلمہ بن محمد، اسود بن کعب عنسی، طلحہ بن خویلد اسدی، اور ایک عورت سجاع بنت الحارث بن سوید تمیمیہ تھے۔ ان کذابوں نے لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی اور خود بھی کافر و گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ بالآخر ذلت کے انجام کو پہنچے۔ البتہ سجاع تائب ہو کر مسلمان ہوگئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں تشریف لائیں گے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر ہوں گے۔ اس لئے نزول عیسیٰؑ سے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی جرح نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰؑ کو تو رسول اللہ ﷺ سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ پر جدید نبوت کو ختم کر دیا گیا اگر گذشتہ نبی باقی رہے تو اس سے جدید نبوت کی نفی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ و کان اللہ بکل شئی علیما ہ" اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔" یعنی وہ جانتا ہے کہ کس پر نبوت کا خاتمہ کیا جائے اور اس کی کیا حالت ہونی چاہیئے۔ اور جو کہ پیارے حبیب کو خاتم النبیین نہیں مانتے بخوبی واقف ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد جو مسلمان شخص مدعی نبوت سے دلیل مانگے وہ فی الفور کافر ہوگیا اور جو ایسے کذاب کے کفر میں شک بھی کرے تو کافر ہے۔

Marfat.com

مقام مصطفےٰ ﷺ

از محمد نائل اسامہ

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

جس طرح سورج نکلتا ہے اور پورے عالم کو روشن کر دیتا ہے اسی طرح روحانیت کے نیرّ اعظم ﷺ قلب ونظر کو منور کر رہے ہیں۔ اس نیر درخشاں نے کفر وضلالت کو نور سعادت سے بدل دیا۔ آپ ﷺ نے کفروشرک کے اندھیروں کو مٹا دیا۔ آپ ﷺ وہ ہستی ہیں جن کیلئے اس کائنات کو پیدا کیا گیا جن کے مقام ومرتبہ کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آپ ﷺ تو وہ ہستی ہیں جو غار حرا سے نکل کر کائنات کی تنویر بن گئی۔ آپ ﷺ وہ عظیم الشان ہستی ہیں کہ جن سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی گئی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے اس وقت پیدا فرمایا جب یہ کائنات تخلیق نہیں کی گئی تھی، جب کوئی فرشتہ نہ تھا، جب کوئی نبی نہ تھا، جب کوئی جن وانس نہ تھا، جب، جب کا بھی وجود نہ تھا، کون ہے جو ان کی حقیقی تعریف کا حق ادا کر سکے۔ ہم تو کسی طور شان مصطفےٰ ﷺ کا اندازہ نہیں کر سکتے صرف اللہ تعالیٰ ہی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان اور مقام ومرتبہ کو جانتا ہے۔ ہم تو ان باتوں سے تھوڑا بہت اندازہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا، اپنی ذات کیلئے کسی سے بدلہ نہ لیا۔ اللہ تعالیٰ رسول پاک ﷺ پر اپنی رحمت کے خزانے لٹاتا ہے اور وہاں سے رحمت مخلوقات میں تقسیم ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی مقدس ہستی اور سیرت پاک تمام انسانی طبقوں کیلئے راہنمائی ہے۔ حضور ﷺ پر جب اہل طائف نے پتھر برسائے تو فرشتہ نے آکر پوچھا کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو ملا دوں تاکہ یہ بستی تباہ وبرباد ہو جائے۔ آپ ﷺ نے منع فرما دیا بلکہ ان کے حق میں دعا فرمائی۔ کون اس ذات پاک کی شان کا اندازہ کر سکتا ہے۔

دیکھی نہیں کسی نے اگر شان مصطفےٰ ﷺ
دیکھے کہ جبرائیلؑ ہے دربان مصطفےٰ ﷺ

ہوا، پانی، بحر وبر، جن وبشر، کوہ ودشت، زمین وآسمان، نباتات، حیوانات، اور کل کائنات کا ہر ذرہ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اور ان سب پر ہی حضور ﷺ کی سلطنت رسالت قائم ہے۔ اور جب سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ظہور ہے اسی وقت سے آپ ﷺ کی رسالت کا عمل چل رہا ہے۔ اور جاری رہے گا۔ گویا نہ ادھر کنارہ ہے اور نہ ادھر کنارہ ہے۔ شان مصطفےٰ ﷺ کی کوئی حد نہیں جس جس کا، جب سے، جب تک، اور جہاں جہاں تک اللہ، اللہ ہے، اس اس کا اسی وقت سے، اس وقت تک، اور وہاں تک، رسول ﷺ، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔

حضرت محمد ﷺ انسانیت کے سب سے بڑے معلم ہیں۔ انھوں نے اخلاقیات اور دائمی اقدار کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''اے محمد ﷺ آپ اخلاق میں سب سے اونچے درجے پر ہیں۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع ہیں، سخت مزاج اور سخت دل نہیں ہیں۔ بات بات پر شور

Marfat.com

نہیں کرتے۔ کوئی براحکم منہ سے نہ نکالتے۔ عیب جو اور تنگ نظر نہیں ہیں۔ کوئی ایسی بات جو آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔

رسول اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ ہم سب کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ آپ ﷺ قرآن کی عملی تصویر ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ پر ہی عمل پیرا ہو کر ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی محبت جس کسی کے بھی دل میں نہ ہو وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

آپ ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ بھی محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ بھی ان پر ایمان لائیں۔ کیونکہ محمد ﷺ وہ ہیں کہ اگر میں ان کو پیدا نہ کرتا تو نہ آدم کو پیدا کرتا اور جنت و دوزخ کو۔ جب میں نے پانی پر عرش بچھایا تو وہ ہلنے لگا جب میں نے اس پر "لا اله الا الله محمد رسول الله" لکھ دیا تو وہ ساکن ہو گیا۔

ایک دفعہ مدینہ کے کسی باغ میں ایک اونٹ تھا جو دماغی خلل میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی دہشت سے لوگ اس باغ میں نہ جاتے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ اس باغ میں تشریف لے گئے۔ جیسے ہی حضور ﷺ نے اس اونٹ کو آواز دی تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور حضور ﷺ کے سامنے اپنا ہونٹ زمین پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے اسے مہار لگا دی اور ارشاد فرمایا کہ نافرمان جن وانس کے علاوہ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو مجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور پاکیزہ زندگی ہی آخری دعوت ربانی اور آفاقی عالمگیر اور ابدی نعمت ہے اور ہمہ گیر راہنمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے آپ ﷺ کہہ دیں کہ اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے "اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور خدا کی طرف بلانے والے اور چراغ روشن۔"

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسیں، وہی طٰہٰ

رحمت محبت سے پیدا ہوتی ہے اور رحمت محبت چاہتی ہے اسی لئے ہم مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہمارا ایمان اس وقت تک نامکمل ہے جب تک تاجدار مدینہ ﷺ کی محبت ہماری نس نس میں سرایت نہ کر جائے۔ وہ موت جو حضور ﷺ کے قدموں میں آئے ہزار زندگیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہمارے دل میں حضور ﷺ کی محبت ہو اور حضور ﷺ ہمارے محبوب ہوں۔ محبت اور محبوب دونوں ہمارے دلوں میں ہوں، اسی سے ہماری سیرت اسلامی رنگ میں رنگ سکتی ہے۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔ ایک دفعہ صحابیؓ نے حضور ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے تو صحابیؓ بولے کہ تیاری تو کچھ نہیں بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "المرء مع من احبہ۔" آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہوگا۔ ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت و پیروی ہی میں نجات ہے۔ انھوں نے ہی ہمیں اللہ کی پہچان کرائی۔ اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھال سکتے ہیں اور ہم دین و دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ شہید کا مثالی دورِ خلافت

از: امتیاز سلیم

''شب عرفہ میں خدا نے آپؓ کو شفقت اور محبت کی نظر سے دیکھا اور آپ کو کلید اسلام بنا دیا''

خلافت سے پہلے آپؓ کا پیشہ تجارت تھا اور سلطنت کیلئے ذاتی کاروبار موقوف کر دیا۔ لوگوں کو جمع کر کے اس بات کا اظہار کیا کہ اس منصب پر تعینات ہو جانے سے کاروبار ممکن نہیں، عمرؓ کے کنبہ کی گذر بسر کیسے ہوگی؟ لوگوں نے مختلف روزینہ تجویز کیا، لیکن حضرت علیؓ خاموش تھے۔ آپؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے تجویز کیا کہ اتنی مقدار خلیفہ کو جائز ہے جس سے گذر بسر ہو سکے۔ آپؓ نے حضرت علیؓ کی تجویز سے اتفاق کیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا جب نبی کریم ﷺ نے رہنے کیلئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اس کی عملی مثال چھوڑی ہے تو کسی خلیفہ کو جائز نہیں کہ اس سے تجاوز کرے۔ آپؓ کی خلافت تقریباً دس سال رہی اور آپؓ نے سیاسیات اور عملی حکومت کی، حکمت عملی کے قوانین اور ترجیحات مقرر فرمائیں۔ مملکت ایران اور عراق پر فتح حاصل کی اور بیت المقدس کی فتح خاص آپؓ کی وجہ سے ہے۔

آپؓ زیادہ معاملات میں مشاورت کیلئے حضرت علیؓ سے رجوع کرتے تھے۔ 17ھ میں قحط پڑا تو آپؓ نے حضرت عباسؓ کے توسط سے دعائے استسقاء کی، اور بارش ہوئی۔ اسی سال مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی گئی اور حضرت علیؓ کے مشورہ سے سنہ ہجری قائم کیا۔ آپؓ جب خود اللہ کے دربار میں پیش ہوتے تو لمبی سورتیں پڑھتے اور رقت قلبی اور گریہ زاری سے گر جاتے اور کئی کئی روز بیمار پڑے رہتے۔ 19ھ میں تہران فتح ہوا۔ مصر اور سکندریہ کی فتح کا اعزاز 20ھ میں ملا۔ عدل و انصاف کے قیام میں آپؓ کے بے شمار نادر احکامات اور مثالیں تاریخ اسلام کے سنہری اوراق ہیں۔

جب تک آپؓ خلیفہ رہے آپؓ ہمت و استقلال اور خدمت کی مثالیں قائم کرتے رہے۔ آپؓ کے آخری وقت تک کسی نے آپؓ کی خلافت سے سرتابی نہیں کی۔ مسلمانوں کے اس خلیفہ کے رہن سہن کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ خطبہ پڑھتے ہوئے آپؓ کے لباس پر لوگوں نے بارہ پیوند گنے۔ جن میں ایک چمڑے کا تھا۔ پرہیزگاری اور تقویٰ اس قدر تھا۔ آپؓ نے بحرین سے آئے ہوئے مشک کو تولنے سے اپنی بیوی عاتکہؓ کو منع کر دیا اور فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ جن ہاتھوں سے تو مشک تولے اور پھر ان ہاتھوں کو بدن پر پھیرے تو اس مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو جائے۔ ایک مرتبہ جب کسی نے دودھ پیش کیا تو پی لیا پھر پتہ چلا کہ صدقہ کا تھا۔ آپؓ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی کہ کہیں اس میں حرام شامل نہ ہو جائے۔

خلیفہ وقت رات کو بعض اوقات گشت پر نکل جاتے اور لوگوں کے حالات معلوم کرتے۔ انؓ کے ایک غلام اسلم نے بیان کیا کہ امیر المومنین ایک رات گشت پر میرے ساتھ تھے کہ ہم نے شہر سے ہٹ کر ایک جگہ آگ روشن دیکھی۔ تجسس میں ادھر چل پڑے دیکھا کہ ایک عورت نے آگ پر ہنڈیا چڑھا رکھی ہے، جس میں صرف پانی ہے۔ پاس بچے بھوک سے نڈھال رو رہے ہیں۔ عورت سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ کھانے کو کچھ نہیں۔ پانی محض ان کی تسلی کو اوپر رکھا ہے۔ کہنے لگی اللہ کے ہاں میرا فیصلہ امیر المومنین کے ساتھ ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا امیر کو تیرا معاملہ کیا معلوم؟ کہنے لگی وہ کیسا امیر ہے جسے اپنی رعایا کی خبر نہیں۔ یہ سن کر آپؓ لرز گئے، ہم واپس آئے، آپؓ نے کچھ سامان، کھجوریں، چربی، اور کچھ درہم وغیرہ بیت المال سے لئے اور مجھے حکم دیا کہ میرے کندھوں پر یہ بوجھ لاد۔ میں نے عرض کیا

Marfat.com

کہ غلام کا فرض ہے کہنے لگے کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ اٹھائے گا؟ پھر بوجھ لیکر وہاں پہنچے اور خود ہاتھوں سے کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا
اور عورت سے کہا خلیفہ کے پاس ضرور جانا اور جب تو وہاں جائے گی تو مجھے بھی پائے گی۔ اسی طرح ایک گشت کے دوران ایک خیمہ سے
رونے کی آواز سنی، باہر بیٹھے آدمی سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے، کہنے لگا مسافر ہیں۔ امیر المؤمنینؓ سے کچھ معروضات کرنے آئے
ہیں کہ بی بی کو دردزہ شروع ہو گئی، کوئی عورت بھی ساتھ نہیں۔ آپؓ فوراً لوٹے اور اپنی بی بی حضرت ام کلثومؓ (حضرت علیؓ کی بیٹی) کو لے کر
واپس ان کے پاس پہنچے۔ آپؓ باہر ٹھہر گئے اور حضرت ام کلثومؓ کو اس بی بی کے پاس بھیج دیا۔ تو حضرت ام کلثومؓ نے آواز دی کہ امیر
المؤمنینؓ بچے کے باپ کو مبارک دیں اللہ نے بیٹا دیا ہے۔ آدمی امیر المومنین کے الفاظ سن کر ڈر گیا۔ العطور المجموعہ میں لکھا ہے۔ حضرت
عمرؓ ایام خلافت میں رات کو گشت کیلئے نکلے تو ایک عورت دھنک رہی تھی اور نبی کریم ﷺ کی شان میں اشعار پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ
وہیں بیٹھ گئے اور روتے رہے، پھر چند دن صاحب فراش رہے۔

ایک رات گشت میں ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ دودھ میں پانی ملا دے لڑکی نے کہا ماں ایسا نہ کرو کیا امیر
المؤمنین نے منع نہیں فرمایا کہ دودھ میں پانی نہ ملاؤ۔ عورت نے کہا کہ وہ کب دیکھ رہے ہیں، لڑکی بولی یہ کیسی اطاعت ہے کہ دیکھے تو
کرے اور نہ دیکھے تو بے ایمانی کرے۔ اگلے روز آپؓ نے اپنے بیٹے عاصمؓ سے اس کا نکاح منظور کیا، جس کی نواسی حضرت عمر بن عبد
العزیزؒ کی والدہ بنی۔ نبی کریم ﷺ کی طرح اس مرد مومن کا بھی دربار مسجد کے صحن میں قائم تھا جہاں سے احکامات جاری ہوتے تھے
۔ حضرت عمروؓ ابن العاص سے مصر کے لوگوں نے کہا کہ دریائے نیل ہر سال کنواری لڑکی کی جان لے کر جاری ہوتا ہے۔ صحابی رسول
ﷺ نے معاملہ خلیفہ کو لکھ کر بھیجا آپؓ نے ایک خط بنام دریائے نیل تحریر کیا اور حکم لکھ کر بھیجا کہ اسے دریا میں ڈال دیا جائے۔ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عمر بن خطابؓ کی جانب سے دریائے نیل کے نام!

تجھے معلوم ہو کہ اگر تو خود جاری ہوتا ہے تو ہمیں تیری حاجت نہیں اور اگر تو خدا کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو جاری ہو جا۔ چنانچہ
جب رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو وہ خدا کے حکم سے جاری ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے تنہائی کو راحت قرار دیا۔ حالانکہ آپ بظاہر مخلوق کے درمیان
امارت اور خلافت کی ذمہ داریاں انجام دیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ دونوں میرے لئے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔
(ترمذی، مشکوٰۃ)

آپؓ دین کے معاملات میں سختی اور سخت پابندی کے قائل تھے، قرآن کریم کو تحریر کروانے میں حضرت عمرؓ کا خاص مقام و کردار
رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں لاتعداد حفاظ موجود تھے، جنگ یمامہ میں جب بہت سے حفاظ شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ کو خوف
ہوا کہ ہم قرآن کو محفوظ نہ کر سکیں گے تو آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو تجویز کیا کہ قرآن کو لکھ لیا جائے آپؓ نے پہلے تجویز سے اتفاق نہ کیا لیکن
بعد میں قائل ہو گئے، چنانچہ کاتب وحی حضرت زیدؓ بن ثابت جو خود بھی حافظ قرآن تھے کو یہ سعادت سونپی گئی انھوں نے وہ تمام مواد جس کو
نبی کریم ﷺ نے لکھوایا تھا اور جو کچھ دوسرے لوگوں کے پاس موجود تھا اکٹھا کیا، حفاظ جمع کیے گئے اور اس وقت تک ایک لفظ بھی تحریر نہ کیا
گیا جب تک تواتر کے ساتھ شہادتیں نہ مل گئیں اور باہمی دور مقابلہ سے تصدیق نہ ہو گئی۔ اور یہ صحیفے حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں ان کے
پاس، ان کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس محفوظ رہے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اختلاف قرأت کی وجہ سے جب نئے نسخے تیار کئے
گئے تو دیگر تمام نسخے جلا دیے گئے تا کہ بعد میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور تمام امت ایک ہی نسخے پر جمع ہو جائے۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے 526 احادیث بیان کی ہیں منجملہ ان کے 24 بخاری شریف میں اور 21 مسلم شریف میں شامل ہیں، ان ہی کی بابت فیصل کا قول ہے کہ انھیں الہام ہوتا تھا اور وہ حق بات کہنے والے اور یوم حساب میں فتح پانے والے ہیں۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان پر اس طرح قائم ہو جاتے کہ حکم کی ادائیگی میں سرمو فرق نہ آنے دیتے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد کی زندگی بھی آپؓ اسوہ حسنہ پر شدت سے قائم رہے اور شریعت پر سختی سے عمل کرتے۔ آپؓ کی بیوی نے فرمایا کہ آپؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ رسول اللہ ﷺ کو برابر جواب دیتی ہیں، آپؓ فوراً بیٹی کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ حضرت حفصہؓ نے اقرار کیا کہ ایسا ہو جاتا ہے جس سے حضور ﷺ رنجیدہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیٹی کو تنبیہ کی کہ ''میں تمھیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں، تم اس کے گھمنڈ میں نہ آ جانا جو رسول خدا ﷺ کو محبوب ہے'' مراد حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے آپؓ کی زندگی میں آپؓ کی شہادت کی بشارت دی تھی، لکھا ہے کہ ایک بار مکہ میں نبی کریم ﷺ کوہ احد یا کوہ شبیر پر حضرت ابوبکرؓ، اور حضرت عمرؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا اے شبیر! ٹھہر جا کہ تیری پشت پر ایک پیغمبر ﷺ، ایک صدیقؓ، اور ایک شہیدؓ موجود ہے۔ پیغمبر ﷺ اور صدیقؓ کو سب جانتے تھے بعد میں شہیدؓ کا علم بھی ہو گیا، امیر المومنینؓ نے برسر منبر فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک مرغ کو دیکھا ہے جس نے میرے سر پر تین چونچیں ماری ہیں اور میں اس کو اپنی اجل کے سوا کچھ نہیں سمجھتا۔

یکم محرم 23ھ کو مغیرہ کے غلام نے آپؓ کو جب آپؓ نماز پڑھانے والے تھے خنجر مار کر شدید زخمی کر دیا، صفوں سے بھاگتے ہوئے اس نے آپؓ کے علاوہ تیرہ آدمیوںؓ کو کاری زخم لگائے جن میں سات شہید ہو گئے، قاتل نے خود کو بھی ذبح کر لیا آپؓ تین روز بعد یکشنبہ کو اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ آپؓ، حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کا نظام احتساب:

سیدنا فاروق اعظمؓ صحابی رسول ﷺ، محدث امت، عادل حکمران، بہترین مقنن، اور ہمہ صفت موصوف انسان تھے، آپؓ مراد رسول ﷺ تھے، اللہ سے مانگ کر نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو لیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کی رحلت کے بعد خلافت کا بار سیدنا فاروق اعظمؓ نے سنبھالا، آپؓ نے اپنے دور اقتدار میں ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے کہ وہ تاریخ کا حصہ بن گئے، خلیفہ وقت کا سب سے بڑا فرض حکام کی نگرانی اور قوم کے اخلاق و عادات کی حفاظت ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس فرض کو نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیا آپؓ نے گورنروں کو فرمایا کہ ''میں نے تمھیں حاکم جابر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ تمھیں عوام کی بہتری اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھیجا ہے لہٰذا لوگوں کے حقوق مکمل ادا کرو، انھیں مار مار کر ذلیل نہ کرنا، اپنے دروازے عوام کے لئے بند نہ کرنا کہ ظالم ضعیف لوگوں پر ظلم ہی کرتا چلا جائے اور پھر وہ ضعیف لوگ تم تک رسائی حاصل نہ کر سکیں تو پھر تم بھی ان کے ظلم میں برابر کے شریک ہو جاؤ''

ہر صوبہ کے گورنر سے اس بات کا عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا، باریک کپڑے نہ پہننا، چھنا ہوا آٹا نہ کھانا، دروازے پر دربان نہ رکھنا، اہل حاجات کے لئے دروازہ کھلا رکھنا''

اس کے ساتھ ہی گورنر کے مال و اسباب کی فہرست تیار کروا کے محفوظ رکھتے تھے اور جب کسی گورنر کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تو اس فہرست کو سامنے رکھ کر پوچھ گچھ فرماتے اور آدھا مال بیت المال کو لوٹا دیتے۔ آپؓ کے دور خلافت میں حکومت کا زیادہ تر

Marfat.com

انتظام مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ پر منحصر تھا جو روزانہ مسجد نبوی ﷺ میں اکٹھے ہوتے تھے۔ مجلس شوریٰ کے اراکین کے علاوہ عام رعایا کو بھی انتظامی امور میں صلاح اور مداخلت کا پورا پورا حق تھا۔ صوبوں اور ضلعوں کے سربراہ عوام کی منشاء اور مرضی سے مقرر ہوتے تھے۔

موسم حج میں جہاں لوگ دور دراز سے حج جیسے فریضہ کیلئے پہنچتے وہاں آپ ؓ نے ایک کھلی کچہری کا بھی اہتمام فرمایا ہوا تھا۔ یعنی اس موقعہ پر عوام کو یہ حق دیا جاتا تھا کہ کسی بھی صوبے کے عوام کو اپنے صوبے کے گورنر یا اعلیٰ افسر سے شکایت ہوتی تو دربارِ خلافت میں بغیر ڈر اور جھجک کے پیش کریں۔ چنانچہ عوام الناس شکایت پیش کرتے اور ان کی تحقیقات کے بعد اس کا تدارک کیا جاتا اور یہی اسلام کا سنہری اصول ہے۔

ایک شخص نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص ؓ کے بیٹے کے خلاف شکایت کی کہ اس نے مصر کے بھرے بازار میں قبطی بیچارے کو بلاوجہ درے مارے اس میں یہ جرأت نہ تھی کہ وہ دربار فاروقی ؓ میں شکایت کرتا، لیکن انصاف فاروقی ؓ نے اس کی جرأت میں اضافہ کر دیا۔ حضرت عمر ؓ نے طلبی فرمائی، تحقیق سے گورنر کا صاحبزادہ، قصوروار ٹھہرا، حکم دیا قبطی بھی اتنے ہی کوڑے مارے جتنے گورنر کے بیٹے نے اسے مارے تھے اور اس موقع پر تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ ''عوام گورنر کے غلام نہیں ان کی ماؤں نے تو انھیں آزاد جنا ہے''

حضرت خالد ؓ سیف اللہ، شجاعت کے لحاظ سے زبان رسالت سے سیف من سیوف اللہ کے لقب سے نوازے جا چکے تھے اور اپنے زمانے کے ذی عزت اور صاحب اثر بزرگ تھے، انھیں محض اس لئے معزول کر دیا کہ انھوں نے سرکاری خزانہ سے ایک شخص کو انعام دیا تھا، آپ ؓ نے ابوعبیدہ ؓ کو جو سپہ سالار اعظم تھے لکھا کہ حضرت خالد ؓ نے یہ انعام اپنی جیب سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے اور بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی ہے، دونوں صورتوں میں معزول کر دیا جائے۔ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر ہم اپنے حکمرانوں پر بھی نظر ڈالیں کہ وہ اسلامی مملکت میں ان اسلامی اصولوں پر کس حد تک عمل پیرا ہیں۔

اس فیصلے سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکاری خزانہ تو قوم کی امانت ہے اور اپنی جیب سے بھی اسراف کا حق نہیں ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص صحابی ہیں کوفے میں ایک مکان تعمیر کرایا اور ساتھ ہی ڈیوڑی بنا دی حضرت عمر ؓ کو اس بات کی اطلاع مل گئی اور محمد بن مسلمہ ؓ کو حکم ہوا کہ سعد بن ابی وقاص کے مکان کی ڈیوڑی کو مسمار کر دو اور آگ لگا دو کیونکہ اس ڈیوڑی کے بننے سے اہل حاجت کی گورنر تک رسائی ممکن نہیں رہی، اس حکم پر عمل ہوا اور حضرت سعد ؓ کی آنکھوں کے سامنے حضرت عمر ؓ کے حکم پر عمل ہوا۔

تاریخ حضرت فاروق ؓ کے احتساب سے بھری پڑی ہے کسی بھی سطح پر کسی کے ساتھ رعایت نہیں تھی ہر سطح پر احتساب تھا۔

مصر کے گورنر عیاض بن غنم کے بارے میں دربار فاروقی میں شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازے پر دربان بھی کھڑا ہے حضرت عمر ؓ نے محمد بن سلمہ ؓ کو تحقیقات پر معمور فرمایا۔ انھوں نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا اور عیاض باریک کپڑوں میں ملبوس تھے، اسی حالت میں مدینے لائے گئے حضرت عمر ؓ نے باریک کپڑا اتر وایا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا کہاں مصر کی گورنری اور کہاں بکریوں کا چرانا؟

عیاض انکار کرنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے، مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا عیاض یہ تو تمھارا آبائی پیشہ ہے اس میں عار کیوں؟ عیاض نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے۔

گورنر تو درکنار خلیفہ وقت پر بھی احتساب کے حوالے سے بات کرنے پر ڈر یا خوف محسوس نہ ہوتا تھا، حاکم وقت بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ بات سنتے تھے اور جائز تنقید کا جواب دے کر سائل کو مطمئن کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر ؓ خطبہ دینے لگے، منبر رسول

Marfat.com

ﷺ پر ایک شخص اسی مجلس سے کھڑا ہوا اور سوال کیا کہ امیر المومنین آج کے بعد نہ تو آپؓ کی بات سنی جائے گی اور نہ اطاعت ہوگی، آپؓ نے سن کر فرمایا وہ کیوں؟ وہ شخص کہنے لگا کہ آپؓ نے جو کرتہ پہنا ہے وہ دو چادروں سے بنا ہے جبکہ مال غنیمت سے سب کو ایک چادر ملی ہے ایک چادر سے آپؓ کا کرتہ نہیں بن سکتا۔ آپؓ کے جواب دینے سے پہلے ہی آپؓ کے بیٹے کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے اپنی چادر اپنے والد کو دے دی تھی، اس طرح ان کا لباس مکمل ہوا۔

یہ شان تھی خلیفہ وقت کی۔ جس کے تصرف میں عراق، ایران، روم اور مصر کی سلطنتیں تھیں مگر وہ اپنے لئے۔ بیت المال سے ایک درہم کی خیانت کو بھی حرام سمجھتے تھے۔

احتساب کا نظام اس وقت درست ہو سکتا ہے کہ حاکم وقت عدالت کے سامنے جواب دہ ہو۔

خلیفہ دوئم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی عظیم شخصیت ہیں کہ جن کی اسلام کیلئے روشن خدمات، جرأت، فتوحات اور شاندار اقتدار اور کارناموں سے اسلام کا چہرہ روشن ہے آپؓ کا سنہرا دورِ خلافت مسلمانوں کی بے مثال فتوحات و ترقی اور عروج کا زمانہ تھا مسلمان اس قدر خوشحال ہو گئے تھے کہ لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے ''مستحق زکوٰۃ'' کو تلاش کرتے تھے۔

سیدنا عمر فاروقؓ کو حضور ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں جھولی پھیلا کر مانگا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کو ''مراد مصطفیٰ ﷺ'' کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے۔

آپکی رائے کی تائید میں بہت سی قرآنی آیات نازل ہوئیں اور آپؓ کی شان میں چالیس کے قریب احادیث نبوی موجود ہیں اور آپؓ کی صاحبزادی سیدہ حفصہؓ کو حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ اور مسلمانوں کی ماں ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

آپکا نام عمر بن خطاب لقب فاروق اور کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں حضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔ مشہور روایات کے مطابق آپؓ نبوت کے چھٹے سال تینتیس سال کی عمر میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ جبکہ آپؓ سے قبل چالیس مرد اور گیارہ عورتیں نور اسلام سے منور ہو چکی تھیں۔

سیدنا عمر فاروقؓ کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا۔ رخساروں پر گوشت کم، قد مبارک دراز تھا۔ جب لوگوں کے درمیان کھڑے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے۔ آپ زبردست بہادر اور بڑے طاقتور تھے۔ اسلام لانے سے قبل جیسی شدت کفر میں تھی اسلام لانے کے بعد ایسی شدت اسلام میں بھی ہوئی۔ آپؓ خاندان قریش کے وجیہہ اور شریف ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے ایمان لانے کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ اور آپکا اسلام لانا حضور ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ اور معجزہ تھا۔ جب سیدنا عمر فاروقؓ اسلام قبول کرنے کیلئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے چند قدم آگے بڑھ کر آپؓ کو گلے لگاتے ہوئے ''مرحبا'' فرمایا اور پھر حضور ﷺ نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دی کہ ''اے اللہ اس کے سینہ سے کینہ و عداوت کو نکال دے اور اسے ایمان سے بھر دے۔'' اسی وقت آسمان سے حضرت جبرائیلؑ مبارک باد دینے حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس وقت آسمانوں پر فرشتے بھی حضرت عمر فاروقؓ کے ایمان لانے پر ایک دوسرے کو خوشخبری سناتے ہوئے مبارک باد دے رہے ہیں۔'' آپ کے اسلام لانے سے صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور کفار پر رعب پڑ گیا۔ آپؓ کے اسلام لانے سے حضور ﷺ نے بیت اللہ میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت سے قبل بیت اللہ کا طواف کیا اور کفار کے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ میں ہجرت کر کے مدینہ جا رہا ہوں یہ نہ کہنا کہ میں نے چھپ کر ہجرت کی لیکن کفار میں سے کسی کو بھی آپؓ کا راستہ روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔

Marfat.com

آپؓ کے اسلام لانے سے دین اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کا مسلمان ہو جانا فتح اسلام تھا اور ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ جب شیطان تمھیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ کو اختیار کر لیتا ہے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر فاروقؓ کا مشورہ اس قدر پسند آیا کہ آپؓ کی رائے اور مشورہ کی تائید میں آیات قرآنی نازل ہوئیں۔ صحابہ کرام کی اعلیٰ مشاورتی کونسل اور جلیل القدر صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سیدنا عمر فاروقؓ کی جانشینی کا اعلان کیا۔ حضرت عمرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد مسلمانوں کو خطبہ دیا اور اس خطبہ میں فرمایا کہ "اے لوگو! میری سختی اس وقت تھی جب تم لوگ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی نرمیوں اور مہربانیوں سے فیض یاب تھے میری سختی نرمی کے ساتھ مل کر اعتدال کی کیفیت پیدا کر دیتی تھی اب میں تم پر سختی نہ کروں گا۔

امیر المومنین بننے کے بعد آپؓ منبر پر تشریف لائے تو اس سیڑھی پر بیٹھ گئے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پاؤں رکھتے تھے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اوپر بیٹھ جائیں تو فرمایا میرے لئے یہ کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل جائے جہاں صدیق اکبرؓ کے پاؤں رہتے ہوں۔

آپؓ کے زہد و تقویٰ کی یہ حالت تھی کہ بیت المال میں سے اپنا وظیفہ سب سے کم مقرر کیا جو آپؓ کی ضرورت کے لئے بہت کم تھا۔ اور کئی مرتبہ بیت المال سے قرض لینے کی نوبت آجاتی۔ لباس کا یہ حال تھا کہ سال بھر میں بیت المال سے صرف دو جوڑے ہی کپڑے کے لیتے وہ بھی موٹے اور کھردرے کپڑے کے ہوتے۔ جب وہ پھٹ جاتے تو ان پر ٹاٹ اور چمڑے کے پیوند لگا لیتے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے لباس میں سترہ پیوند شمار کئے۔

آپؓ میں خشیت اور خوف الٰہی کی یہ حالت تھی کہ نماز میں آیت قیامت و آخرت کے ذکر پر بے ہوش ہو جاتے۔ زکوٰۃ و صدقات بہت کثرت سے دیا کرتے تھے۔ آخر عمر میں ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ سوائے ایام ممنوعہ کے۔ اپنی رعایا کی خبر گیری کیلئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر گشت کیا کرتے تھے۔ جو صحابہ کرام جہاد پر گئے ہوتے ان کے گھروں کی ضروریات کا خیال کرتے بازار سے سامان وغیرہ خریدتے اور ان کے گھروں میں پہنچاتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ جب کسی صوبہ یا علاقہ کا کسی کو گورنر مقرر کرتے تو اسکی عدالت و امانت اور لوگوں کے ساتھ معاملات کے بارے میں خوب تحقیق کرتے اور اس کو مقرر کرنے کے بعد اس کی خوب نگرانی کرتے اور رعایا کو حکم تھا کہ میرے حکام (گورنر) سے کسی کو بھی شکایت ہو یا تکلیف پہنچے تو بے خوف و خطر مجھے اطلاع دے۔ آپؓ ذرا ذرا سی بات پر گرفت کرتے اور ان کو مقرر کرتے وقت ایک پروانہ ان کو لکھ کر دیتے۔ جس پر یہ ہدایات درج ہوتیں۔ باریک کپڑا نہ پہننا، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھانا، اپنے مکان کا دروازہ بند نہ کرنا، کوئی دربان نہ رکھنا تا کہ جس وقت بھی کوئی حاجت مند تمھارے پاس آنا چاہے بے روک ٹوک آ جا سکے۔ بیماروں کی عیادت کو خود جانا، جنازوں میں شرکت کرنا۔

حضرت عمرؓ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور ان کی خدمت و آرام کا بہت خیال کرتے تھے ان کی شکایات کو ہر ممکن حد تک دور کرنے کی کوشش کرتے۔ آپؓ کا یہ معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے اور لوگوں کی شکایات سنتے ہوئے موقع پر احکامات

Marfat.com

جاری فرماتے۔ راتوں کو گشت کرتے اور سفر میں راہ چلتے لوگوں سے مسائل و حالات پوچھتے، دور دراز علاقوں کے لوگ وفود کی صورت میں حاضر ہو کر اپنے مسائل وغیرہ سے آگاہ کرتے اور بعض مرتبہ آپؓ مختلف علاقوں کا خود دورہ کر کے لوگوں کے مسائل و شکایات کو دور کرتے۔

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں ''بیت المقدس'' کو فتح کرنے اور ''قیصر و کسریٰ'' کو پیوند خاک کیا اور اسلام کی عظمت کا پرچم لہرانے کے علاوہ شام و مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان، اور مکران (جس میں بلوچستان کا بھی کچھ حصہ آجاتا ہے) سمیت دیگر کئی علاقے فتح کئے۔

آپؓ کے دور خلافت میں 3600 علاقے فتح ہوئے۔ 900 جامع مسجدیں، اور چار ہزار عام مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں بیت المال یعنی خزانے کا محکمہ قائم کیا، عدالتیں قائم کیں، قاضی مقرر کئے، جیل خانہ اور پولیس کا محکمہ قائم کیا، تاریخ، سن قائم کیا، جو آج تک جاری ہے۔

امیر المؤمنین کا لقب قائم کیا، فوجی تربیت کا محکمہ قائم کیا، مردم شماری کروائی، نہریں کھدوائیں، مما لک مقبوضہ کو صوبوں میں تقسیم کیا، راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ نکالا، فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ مکہ سے مدینہ تک مسافروں کے آرام کے لئے مسافر خانے تعمیر کروائے، گم شدہ بچوں کیلئے روزینے مقرر کئے، مہمان خانے تعمیر کروائے، مکاتب مدارس قائم کئے، معلموں اور مدرسوں کے لئے مشاہرے مقرر کئے، غریب مسیحوں اور یہودیوں کیلئے روزینے مقرر کئے، نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔ شراب کی حد کیلئے 80 کوڑے سزا مقرر کی، تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی، وقف کا طریقہ ایجاد کیا، مساجد کے اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں،

علامہ شبلی نعمانی، حضرت عمر فاروقؓ کی سوانح عمری ''الفاروق'' میں رقمطراز ہیں کہ تمام دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا حکمران دکھا سکتے ہو جس کی معاشرت یہ ہو کہ قمیص میں دس دس پیوند لگے ہوں، کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھر آتا ہو، فرش خاک پر سوتا ہو، بازاروں میں پھرتا ہو، جہاں جاتا ہو تنہا جاتا ہو، اونٹوں کے جسم پر تیل ملتا ہو، در و دربار، نقیب و چاؤس، حشم و حزم کے نام سے آشنا نہ ہو اور پھر یہ رعب و دبدبہ ہو کہ عرب و عجم اس کے نام سے لرزتے ہوں اور جس طرف رخ کرتا ہو زمین دہل جاتی ہو سکندر اور تیمور 30 ہزار فوج لے کر نکلتے تھے جب ان کا رعب قائم ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے سفر شام میں سواری کے اونٹ کے سوا اور کچھ نہ تھا چاروں طرف شور پڑا تھا کہ مرکز عالم جنبش میں آ گیا ہے۔ 27 ذوالحجہ 23 ہجری کو آپؓ حسب معمول نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور نماز شروع کروائی۔ ابھی تکبیر تحریمہ ہی کہی تھی کہ ایک شخص ''ابو لولو فیروز مجوسی'' جو پہلے سے ہی ایک زہر آلود خنجر لئے مسجد کے محراب میں چھپا ہوا تھا، نے خنجر کے تین وار آپؓ کے پیٹ پر کئے جس سے آپؓ کو کافی گہرے زخم آئے، آپؓ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس دوران قاتل کو پکڑنے کی کوشش میں مزید صحابہؓ بھی زخمی ہو گئے اور قاتل نے پکڑے جانے کے خوف سے خود بھی خودکشی کر لی۔

حضرت عمرؓ کے زخم درست نہ ہوئے اور پانچویں روز یکم محرم الحرام کو دس سال چھ ماہ دس دن تک بائیس لاکھ مربع میل زمین پر نظام خلافت راشدہ کو جاری کرنے کے بعد آپؓ نے 63 برس کی عمر میں جام شہادت نوش کر لیا۔ حضرت صہیبؓ نے آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور روضہ نبوی ﷺ میں خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

خدا کرے اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان میں اسلام کا پیش کردہ نظام نافذ ہو۔ آمین۔

Marfat.com

درود شریف کا بیان

از:۔ محمد طاہر نقشبندی

اللہ کریم قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔'' اِنَّ اللہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo (ترجمہ): بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی ﷺ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں اللہ کریم رسول اللہ ﷺ کی مدح اور توصیف بیان فرما رہا ہے۔ یعنی میں اور میرے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ لغت میں صلوٰۃ کے ایک معنی رحمت کے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے آپ کے لئے دعا (رحمت) کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا قول آیا ہے۔ یُصَلُّوْن یعنی برکت دیتے ہیں بعض نے کہا اللہ کی طرف سے رحمت بھیجتے ہیں۔ صلوٰۃ ملائکہ سے مراد ہے استغفار۔

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ بھیجنے کے معانی تابعین میں سے ابو العالیہ نے یہ بتائے ہیں کہ فرشتوں کے روبرو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی ثنا بیان کرتا ہے۔ اور ان کی بزرگی بتاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب فرشتوں کا دعا کرنا ہے اور آپ ﷺ کی فضیلت، عظمت اور درجات میں عروج و ترقی اور اضافہ کی درخواست کرنا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بڑی تعظیم اور تکریم ہے اور کمال احترام کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ بذات خود درود بھیجتا ہے اور دوسری مخلوق حضور ﷺ کی تعظیم و ثنا اور آپ کے حق میں دعا کرتی ہے۔ اور ہم جو کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا اس کے معنی ہیں'' ای عظموا محمداً''۔ اس سے مراد ہے اس دنیا میں حضور ﷺ کی رفعت ذکر کے ساتھ شریعت محمدی کے غلبہ اور اشاعت دین سے اور آخرت میں امت محمدیہ ﷺ کو ثواب عطا کر کے یہ قبولیت شفاعت اور مقام محمود کے عزت والے مقام پر فائز کر کے اور حضور ﷺ کے قول مبارک '' ادعو ربکم باالصلوٰۃ علیہ '' کے مطابق اپنے رب تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ بھیج کر دعا مانگیں۔ رسول اللہ ﷺ پر امت کی طرف سے درود بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہو۔ امر الٰہی بجا لیا جائے۔ اور جو حقوق رسول اللہ ﷺ کے ہم پر لازم آتے ہیں ان کی ادائیگی ہو۔ پھر ارشاد فرمایا'' یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo'' ترجمہ:'' اے ایمان والو! تم بھی درود اور خوب سلام بھیجو۔''

یعنی تم بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے رحمت کی دعا کرو اور ان کو سلام کا تحفہ پیش کرو۔ اور کہو'' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ '' اور حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہو اور دوران ذکر یوں ہو جاؤ جیسے حضور ﷺ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام خود سماعت فرما رہے ہیں۔ اور تم حضور ﷺ کے جلال و عظمت اور حیاء ادب کے ساتھ زیارت کر رہے ہو۔ اور یہ کہ حضور ﷺ بھی خود تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ '' اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ'' جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے رہو۔

Marfat.com

درود شریف کے فضائل

آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے صلوٰۃ وسلام بھیجنا مسلمانوں پر واجب ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض اور کثرت سے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اور حلقہ ذکر و مجالس میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ہر نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی قول ہے۔ نماز کے آخری قعدہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ بعض علماء کا یہ بھی خیال ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر آئے درود پڑھنا واجب ہے۔

کرخی نے لکھا ہے جو علماء نماز میں درود شریف پڑھنے کو واجب کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت سہل بن سعد کی روایت سے بطریق دار قطنی ابن جوزی نے نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نبی پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں۔

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے رسولؐ اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز پڑھی لیکن نہ مجھ پر درود پڑھا نہ میرے اہل بیت پر اس کی نماز مقبول نہیں ہوئی۔ رواہ ابن الجوزی من طریق الدار قطنی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے حضور ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام تو ہم کو معلوم ہوا ہے مگر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۔۔۔ الخ (رواہ بخاری)

اور جو علماء لکھتے ہیں حضور ﷺ کا نام مبارک آئے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو کہ اس پر رمضان کا مہینہ آکر گزر بھی جائے اور اس کی مغفرت نہ ہو اور اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو کہ اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک اس کی زندگی میں بوڑھے ہو جائیں اور اس شخص کے جنت میں داخلہ کا ذریعہ نہ بنیں۔ (ترمذی شریف)

حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور دوزخ میں چلا جائے اللہ اس کو دور رکھے۔ (رواہ طبرانی)

حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبریلؑ آئے جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے اور دوزخ میں داخل ہو جائے پس اللہ تعالیٰ اس کو دور رکھے۔ (رواہ طبرانی)

ابن سنی نے حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا تو وہ بدنصیب ہو گیا۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بخیل ہے۔ (رواہ ترمذی)

Marfat.com

طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام حسینؓ کی مرفوع روایت اس طرح بیان کی ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ آیا اور اس سے مجھ پر درود پڑھنا چھوٹ گیا اس سے جنت کا راستہ چھوٹ گیا اور ابن ماجہ میں اسی طرح مروی ہے۔

نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو چاہیئے کہ مجھ پر درود پڑھے کیونکہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

دعا میں درود شریف پڑھنے کا بیان

دعا میں درود شریف پڑھنے پر کثرت سے احادیث مروی ہیں ایک حدیث ہدیہ قارئین ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا دعا میں درود والی حدیث سے زیادہ قوی روایت حضرت فضالہ بن عبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں ایک شخص کو دعا کرتے سنا مگر اس نے رسول اللہ ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے عجلت کی پھر اس کو بلایا اور اس کو نیز دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تم میں سے جو شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا کرے پھر مجھ پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے۔

ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن حبان، حزیمہ والحاکم ترمذی نے روایت کی ہے کہ یہ الفاظ ہیں کہ فضالہ نے کہا رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر کہا اے اللہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے نماز پڑھنے والے تو نے عجلت کی جب تو نماز پڑھے اور بیٹھ جائے تو ان صفات کے ساتھ اللہ کی حمد کر، جو اس کی شان کے لائق ہیں پھر مجھ پر درود پڑھ پھر اللہ سے دعا کر۔ راوی کا بیان ہے پھر ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی اور اللہ کی حمد کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا حضور ﷺ نے فرمایا اے نماز پڑھنے والے اب تو دعا کر تیری دعا قبول ہوگی۔ (رواہ الترمذی)

ابوداؤد اور نسائی نے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے حضرت عمرؓ سے روایت آئی ہے کہ نماز اور دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہیں اور کوئی چیز بھی ان میں سے صعود نہیں کرتی جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی جس وقت چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے اور دعا اور سوال کرتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اولاً اللہ تعالیٰ کے شایان شان حمد و ثنا کرے ازاں بعد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے پھر سوال کرے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ طریقہ طلب حاجت اور مراد کے پانے میں افضل اور بہترین ہے۔

فضائل درود و سلام و کیفیت درود

اس باب میں ان احادیث کو اکٹھا کیا گیا ہے جو فضائل درود و سلام پر مشتمل ہیں۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے میری ملاقات حضرت کعب بن عجرہ سے ہوئی تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ ایک تحفہ میں تم کو پیش نہ کروں جو رسول اللہ ﷺ سے میں نے خود پایا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور وہ تحفہ مجھے عنایت کیجیئے۔ کعبؓ نے ہم سے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو سلام کرنا تو اللہ نے ہمیں بتا دیا ہے لیکن آپ کے اہل بیت پر ہم درود کس طرح پڑھیں فرمایا کہو "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ"

Marfat.com

مَجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥"

مسلم کی روایت میں دونوں جگہ علیٰ ابراھیم کا لفظ نہیں ہے (صرف علیٰ آل ابراھیم ہے) حضرت ابوحمید ساعدی راوی ہیں کہ صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں فرمایا کہو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَّ ذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (متفق علیہ)"

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایک بار مجھ پر درود پڑھے گا اللہ دس بار رحمت اس پر نازل فرمائے گا۔ (رواہ مسلم)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں معاف فرمائے گا، اور دس درجے بلند کرے گا (رواہ بخاری فی الادب، والنسائی والحاکم)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا (رواہ ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے زمین پر گھومتے پھرتے ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں (رواہ النسائی، دارمی)

حضرت ابوھریرہؓ راوی ہیں جو کوئی مجھ پر سلام پڑھے گا اللہ میری روح مجھے لوٹا دے گا کہ میں سلام کا جواب دوں گا۔ (رواہ بیہقی وابوداؤد)

حضرت ابی بن کعب کا بیان ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر درود پڑھتا ہوں کتنی بار پڑھا کروں فرمایا جتنا چاہو، میں نے عرض کی ایک چوتھائی فرمایا جتنا چاہو اگر زیادہ کرلو تو تمھارے لئے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا آدھا حصہ فرمایا جتنا چاہو اگر زیادہ کرلو تو تمھارے لئے بہتر ہوگا میں نے عرض کیا کیا دو تہائی فرمایا جتنا چاہو مگر زیادہ کرلو تو تمھارے لئے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا میں اپنی ساری دعا آپ کے لئے کردوں فرمایا تو ایسی حالت میں تمھارے فکر دور ہو جائیں گے، کام پورے کر دیئے جائیں گے اور تمھارے گناہ ساقط کر دیئے جائیں گے۔ (رواہ الترمذی)

جیسے کہ بعض احادیثوں میں وارد ہوا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمھارا درود مجھ تک فرشتے پہنچاتے ہیں اور بعض احادیث میں آیا ہے میں تمھارا درود خود سنتا ہوں۔

عقیدہ: اہل محبت کا درود حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور بعض کا فرشتے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا دیتے ہیں۔ (وباللہ التوفیق)

ذخیرہ

Marfat.com

توسل بعداز وصال

از فاروق حسین نقشبندی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (المائدہ آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ۔ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ، اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

لفظ وسیلہ۔ وسل مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی ملنے اور جڑنے کے ہیں یہ لفظ سین اور صاد دونوں سے تقریباً ایک ہی معنی میں آتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وصل بالصاد مطلقاً ملنے اور جوڑنے کے معنی میں ہے اور وسل بالسین، رغبت، محبت کے ساتھ ملنے کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی صاد کے ساتھ ''وُصلہ'' اور ''وَصیلہ'' ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان میل اور جوڑ پیدا کردے خواہ وہ میل اور جوڑ رغبت ومحبت سے ہو یا کسی دوسری صورت میں۔ اور سین کے ساتھ لفظ وسیلہ کے معنی اس چیز کے ہیں جو کسی کو کسی دوسرے سے محبت ورغبت کے ساتھ ملادے۔

اللہ کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت ومحبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کردے۔ اس لئے سلف صالحین، صحابہ، تابعین نے اس آیت میں وسیلہ کی تفسیر طاعت وقربت اور ایمان وعمل صالح سے کی ہے۔

بروایت حاکم حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ''وسیلہ'' سے مراد قربت وطاعت ہے۔ اور ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت قتادہؒ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے۔ ''تقربوا الیه بطاعته والعمل بما یرضیه.''، یعنی اللہ کی طرف تقرب حاصل کرو اس کی فرماں برداری اور رضامندی کے کام کرکے۔ جب نیک اعمال تقرب کا ذریعہ ہیں تو جاننا لازم ہے کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض جواہر کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے لہٰذا اگر عمل ذریعہ تقرب ہے اور عامل یعنی نیک کام کرنیوالے لوگ یعنی صالحین بدرجہ اولیٰ ذریعہ تقرب و برکت ہیں۔ تو آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو، ایمان اور عمل صالح اور محبوبان ومقبولان بارگاہ کے ذریعے سے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ لفظ وسیلہ میں محبت ورغبت کا مفہوم شامل ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وسیلہ کے درجات میں ترقی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت پر موقوف ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے اتباع سنت سے، ارشاد خداوندی ہے ''فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ''، یعنی تم میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس لئے جتنا کوئی اپنی عبادات ومعاملات، اخلاق، معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں رسول کریم ﷺ کی سنت کا اتباع کرے گا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی اور وہ خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہو جائے گا اور جتنی زیادہ محبت بڑھے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ وتابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے تو اس میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہے اسی طرح انبیاء وصالحین، اولیاء اللہ کی صحبت ومحبت اور ان حضرات کی ذوات مبارکہ سے توسل بھی داخل ہے کہ وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے ہیں اور اسی لئے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانے میں حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش

Marfat.com

کی دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، وسیلہ کے معنی سبب اور ذریعہ کے بھی ہیں اور وسیلہ نام قرب الٰہی کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (پارہ نمبر 15 رکوع نمبر 6) ترجمہ: وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں خود ہی اپنے رب کی بارگاہ تک رسائی کیلئے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون سا ان میں زیادہ قریب ہے اسکے، اور اسکی رحمت کی امید کرتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی بغیر وسائل کے ناممکن ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت ایک ایسا وسیلہ ہے کہ جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، جناب رسول اللہ ﷺ کی دعا و شفاعت بھی یقیناً نافع اور بہترین وسیلہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اسعد الناس لشفاعتی یوم القیمۃ قال لا الٰہ الا اللہ خالصاً من قلبہ'' (بخاری شریف) ترجمہ: یعنی قیامت میں میری شفاعت کا سب سے زیادہ اہل وہ خوش قسمت ہوگا جس نے خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ ﷺ) کہا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا یقیناً اللہ کی خوشنودی کا باعث اور قضائے حاجات کے لئے تیر بہدف ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (سورۃ نساء آیت نمبر ۶۴) ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

عرض یہ ہے کہ ایسی آیات اور احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے جناب رسول اللہ ﷺ کی دعا و شفاعت اور نگاہ کرم کا حصول مغفرت، رفع درجات اور قضائے حاجات وغیرہ کیلئے کامیاب وسیلہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

توسل کی اقسام

توسل کی کئی اقسام ہیں مثلاً ۱۔ ایک توسل بالدعا ہے کہ کسی مقبول بارگاہ ربانی سے دعا کروائی جائے۔

۲۔ توسل بالاعمال ہے کہ عمل صالح کو قضائے حاجات کیلئے وسیلہ بنایا جائے۔ کہ اے اللہ یہ اعمال تیرے نزدیک بھی موجب رحمت ہیں اور ان کا فاعل بھی مرحوم ہوتا ہے اور چونکہ ہم نے یہ اعمال اختیار کئے تھے تو ہم پر بھی رحم فرما۔

۳۔ توسل بالقول ہے، یعنی وہ کلام پڑھا جائے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ یا اللہ یہ کلام و دعا تیرے مقبول اور برگزیدہ بندے کا ہے جس پر تیری خصوصی رحمت ہے اور اس کے پڑھنے سے تو نے دعائیں قبول فرمائی ہیں لہٰذا اس کے وسیلے سے میری دعا بھی قبول فرما۔

۴۔ توسل بالفعل ہے، کہ کسی فعل کو قبولیت دعا کیلئے وسیلہ بنایا جائے۔

۵۔ توسل بالذات ہے کہ کسی متبرک ہستی کی ذات بابرکات سے قبولیت دعا، قضائے حاجات کیلئے توسل کیا جائے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ ''خیر التابعین اویس القرنی فمروہ فلیستغفر لکم (مسلم شریف) یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ تابعین میں بہتر ہستی ہیں تو جب ان سے ملاقات ہو جائے تو ان سے اپنی مغفرت کیلئے دعا کی درخواست کرنا۔ معلوم ہوا کہ کسی صالح بندے سے دعا کی درخواست کرنی چاہیئے۔

توسل بالذات یعنی کسی نبی و ولی کی ذات بابرکات سے توسل کرنے اور اس کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''وَ لَمَّا جَآءَھُمْ کِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ ٥ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹) ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب قرآن آئی جو ان کیساتھ والی کتاب (تورات) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا، اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ آیت کریمہ میں ''یستفتحون'' کا معنی ہے ''یستنصرون'' یعنی فتح و نصرت مانگتے تھے روایات میں ان کی دعا کے الفاظ یوں منقول ہیں'' اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ'' ترجمہ: یعنی اے اللہ اس نبی آخر الزمان ﷺ کے وسیلہ سے جن کی تعریف اور صفت ہم نے توریت میں پائی ہے ان دشمنوں پر ہماری مدد فرما۔

چنانچہ علامہ بغوی نے تفسیر ''معالم التنزیل'' میں اور علامہ علاؤ الدین بغدادیؒ نے تفسیر ''خازن'' میں اس آیت کے ذیل میں یہ تفسیر اور دعا نقل فرمائی ہے اور امام رازیؒ نے ''تفسیر کبیر'' میں اور علامہ ابی السعود نے اپنی تفسیر میں اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری کی جلد نمبر ا کے صفحہ نمبر ۹۴ پر، یونہی علامہ اسماعیل حقیؒ نے تفسیر روح البیان جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۱۷۹، اور رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی تفسیر میں یہی کچھ رقم فرمایا ہے اور محدث ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اور محدث حاکم اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباسؓ سے روایت نقل فرمائی ہے، اور محدث ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ کی روایت مذکورہ نقل کی ہے اور تفسیر فتح المنان میں علامہ عبدالحق نے بحوالہ حاکم و بیہقی اس کو نقل کیا ہے، اور امام المفسرین و خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر صفحہ نمبر ۵۳۰ میں اس آیت کی تشریح میں اس مضمون کو نقل کیا ہے اور مفسر قرطبی نے بھی اس کو اپنی ''تفسیر الجامع الاحکام القرآن'' جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں اسی مضمون کو نقل کیا ہے۔

امام احمدؒ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، اور محدث حاکم نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک نابینا شخص کی درخواست پر اس کو دعا سکھائی تاکہ وہ اسکو پڑھے، وہ دعا یہ ہے (ترجمہ) اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد ﷺ کے جو کہ رحمت والے نبی ہیں۔ یا محمد ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے اے اللہ آپ ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ چنانچہ اس نابینا نے یہ دعا اپنی جگہ پر پڑھی تو مطابق روایت بیہقی کے اس کی نظر لوٹ آئی، اس روایت کی تصحیح حفاظ حدیث میں سے ایک بڑی جماعت نے کی ہے جن کی تعداد پندرہ تک ہے مگر امام ترمذی، ابن حبان، طبرانی، ابونعیم، حاکم، بیہقی، منذری، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ '' وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ٥ (سورہ نسآ، آیت نمبر ۶۴) ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اب دیکھیے کہ اللہ خود حضور ﷺ کے دروازے پر بھیج رہا ہے اور معترضین کے نزدیک تو دروازۂ خدا کے بغیر کسی غیر اللہ کا دروازہ کھٹکھٹانا ہی شرک ہے جبکہ اس آیت کریمہ میں مغفرت کیلئے تین شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں

اول۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

دوم۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں

Marfat.com

سوم۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں

لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ سے براہ راست مانگو،،، قرآن پاک کے خلاف ٹھہرا۔ اب چونکہ آیت میں حکم ''جآءوک'' مقید بہ زمان'' یعنی کسی خاص زمانے کے ساتھ مقید نہیں ہے لہٰذا اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حضور کریم ﷺ کے روضہ اطہر پر جب بھی اور جس وقت بھی حاضری دے ''جآءوک'' کے ارشاد کی ہی تعمیل ہوگی۔

مواہب میں بسند امام ابو المنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی بواسطہ محمد بن حرب ہلالی اور علامہ نووی کتاب المجموع شرح المہذب، جلد نمبر ۸، صفحہ نمبر ۲۷۴ بحوالہ حاوردی، قاضی ابوالطیب وغیرہ حضرت عتبی سے اور مفسر قرطبی اپنی تفسیر (جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۲۵) میں اسی آیت کے ذیل میں بواسطہ ابو صالح حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے تین دن بعد قبر اطہر پر حاضر ہو کر اسی آیت مذکورہ کو پڑھ کر مغفرت کا طالب ہوا تو قبر انور سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے او حضرت عتبی کہتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جا کر اعرابی سے کہو کہ اللہ نے تم کو بخش دیا ہے (تفسیر ابن کثیر عربی، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۵۱۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کیلئے خدا سے بارش مانگ لیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے تو اس کے بعد حضور ﷺ کی خواب میں اس شخص کو زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ حضرت عمرؓ سے میرا اسلام کہو اور ان کو بارش کی خوش خبری سناؤ علامہ ابن عبد البر مالکی کتاب الاستیعاب اور علامہ سبکی وابن ابی خثیمہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، غیر مقلدین (اہلحدیث کہلوانے والوں) کے مسلمہ عالم ومحدث قاضی شوکانی نے جواز توسل کے باب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا ترجمہ دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''بوادر النوادر'' کے حصہ دوم میں شائع کیا ہے۔ شوکانی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ توسل بالنبی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف ظاہری زندگی کی حالت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جس طرح ظاہری زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح وصال شریف کے بعد بھی آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا جائز ہے، یونہی دوسرے بزرگوں کو بھی وسیلہ بنانا صحابہ کرامؓ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے اور اجماع ہی وسیلہ کی تصدیق وتوثیق ہے کیونکہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابی نے بھی اس کے خلاف کچھ نہیں کہا تو میرے خیال میں جواز توسل کو صرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص قرار دینا درست نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد روضہ اقدس پر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو فیضان فرمایا ہے اس سے مجھے بھی مستفید فرمائیں کہ میں خیر وبرکت کی امید لیکر آپ کے حضور میں آیا ہوں، فرماتے ہیں کہ میں نے اتنا ہی عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح متوجہ ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے اور آپ ﷺ نے اجمالی طور پر مجھے مدد دی اور پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ میں کسی طرح اپنی ضرورتوں میں آپ ﷺ کی ذات سے مدد طلب کروں (فیوض الحرمین صفحہ نمبر ۱۱۹)

علامہ ابن حجرؒ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں کہ عارف اور بزرگ مخلوق خدا کیلئے نفع رساں ہیں کہ ان کی برکت سے مخلوق فساد، آفات وبلیات سے محفوظ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ صفحہ نمبر ۲۲۱)

Marfat.com

علامہ قسطلانی شافعی اور پھر علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ اگر مخلوق کے بارے میں کچھ مشکل پیش آجائے، نقباء، نجباء، ابدال، اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال وزاری کیا کرتے ہیں تو اگر ان کی درخواست قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ پھر غوث وقت بارگاہ الٰہی میں زاری کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے مخلوق سے متعلق اس مشکل کو حل فرما دیتا ہے۔ (مواہب الدنیہ، زرقانی شرح مواہب جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۵۱)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ایک قسم ارباب معارف سے غوث ہیں یہ مرتبہ عظیم رکھتا ہے آدمی حالتِ بے قراری، مجبوری میں اسی کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۲۲۲)

علامہ زرقانی مالکیؒ لکھتے ہیں کہ انبیاء کرام، ملائکہ اور اولیاء کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سوال کرنا مستحب ہے۔ واما الا ستشفاع بھم فمستحب (شرح مواہب الدنیہ جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۸۲) علامہ زرقانی اسی صفحہ پر علامہ تستری کے ذریعے حضرت معروف کرخی کا قول نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ جب بھی تمھیں کوئی کام پیش آئے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے میں مجھے وسیلہ بنایا کرو کیونکہ وارث مصطفے ﷺ ہونے کی حیثیت سے میں تمھارے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہوں۔ (شرح مواہب الدنیہ جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۸۲)

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں تو میری حاجت پوری ہو جایا کرتی ہے۔ (تاریخ خطیب بغدادی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۲۳، ردالمختار جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۳۹)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ امام کاظمؒ کی قبر شریف دعا کے قبول ہونے کیلئے تریاق مجرب ہے (فتاویٰ عزیزی جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۵۲)

دیوبندی علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ''ہمارے نزدیک اور مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء کرام، صلحا، اولیاء، شہدا، صدیقین، کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات۔ (المھند علی المفند صفحہ نمبر ۱۲)

مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین وشہدا کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سے وجوہ سے اس سے قوی تر ہے آپ ﷺ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا بلکہ برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیئے۔ محبوب حقیقی تک رسائی اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے حاصل ہوسکتی ہے اس وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیئے اور آپ ﷺ کے توسل سے نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے خواہ مسجد (نبوی) کی نیت کر لی جائے یا نہ، مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہی کی نیت کی جائے تا کہ ''لا تعملہ الا زیارتی'' (الحدیث) والی روایت پر عمل ہو جائے۔ (مکتوبات مدنی حصہ اول صفحہ نمبر ۱۲۹، مکتوب نمبر ۴۵)

حضرت بلال بن حارث مزنیؒ کا نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر آکر فریاد کرنا کہ یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کیلئے بارش طلب فرمائیں اور نبی کریم ﷺ کا اپنے اس صحابی کو خواب میں بارش ہونے کی بشارت دینا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (فتح الباری، شرح

Marfat.com

بخاری جز۴، صفحہ نمبر ۵۴۳، مطبوعہ دہلی، وفاء الوفا بحوالہ بیہقی، ابن ابی شیبہ)

ابو جوزا اوس بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا لوگ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر جاؤ اور اوپر سے چھت کھول دو حتیٰ کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہے پس لوگوں نے ایسا ہی کیا اس قدر بارش ہوئی کہ اس سال کا نام سال خوشگوار رکھا گیا۔ (دارمی شریف جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۴۳)

داؤد بن ابی صالح کہتے ہیں کہ ایک دن مروان حاکم مدینہ نے دیکھا کہ ایک شخص قبر انور ﷺ پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے ہے مروان نے اسے ڈانٹا کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان نے اس کے سامنے آ کر دیکھا تو وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے، آپؓ نے فرمایا مجھے علم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں نا کہ کسی پتھر کے پاس، پھر آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اس وقت تک دین پر آنسو نہ بہانا جب تک اہل لوگ دین کے والی رہیں اور جب نا اہل لوگ والی بن جائیں پھر دین اس قابل ہوگا کہ اس پر آنسو بہائے جائیں۔ (مجمع الزوائد (عربی) جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۴۵)

اگر مزار شریف کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا شرک ہے جیسا کہ نجدیوں کا گمان باطل ہے تو سیدنا ابوایوب انصاریؓ کے متعلق کیا فیصلہ ہے، مذکورہ بالا روایت سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہونا عین اس صاحب مزار کی حاضری ہے جیسا کہ مزار انور ﷺ پر موجود صحابیؓ نے فرمایا "جئت رسول اللہ ﷺ" "میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ سکون قلب اور حصول برکت کے لئے مکرم معظم مزار کو مس کرنا جائز ہے، تیسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ حرمین شریفین پر کسی وقت نا اہل لوگ بھی مسلط ہو جائیں گے اس روایت نے ان بعض لوگوں کے احمقانہ خیال کو بھی رد کر دیا جو یہ کہتے ہیں کہ اگر سعودیوں میں کوئی برائی ہے تو وہ حرمین شریفین پر حاکم کیوں ہیں۔

شیخ شہاب الدین ابن حجر مکیؒ ہمارے امام سیدنا ابوحنیفہؒ کے مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ علماء اور دیگر حاجت مند لوگ ہمیشہ سے آپکی قبر شریف کی زیارت کرتے ہیں اور آپکے پاس آکر اپنی حاجتوں کیلئے آپکو وسیلہ بناتے ہیں اور اس میں کامیابی پاتے ہیں، ان میں سے ایک امام شافعی ہیں جب آپ بغداد میں تھے آپ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ابوحنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی قبر کے پاس آتا ہوں اور وہاں اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ (الخیرات الحسان (عربی) صفحہ نمبر ۱۱۵، الخیرات الحسان (مترجم) صفحہ نمبر ۲۳۰)

قطب قسطلانی شارح بخاری شریف اور حنفیوں کے امام مجدد علی بن سلطان قاری مکیؒ لکھتے ہیں (النظم للقسطلانی)

حافظ ابوعلی کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالفتح نصر بن حسن سمرقندی نے کہ ایک دفعہ ہمارے قحط پڑ گیا، بارش بالکل نہ ہوتی تھی اور اہل سمرقند نے کئی بار نماز استسقاء پڑھی لیکن بارش نہ ہوئی، سمرقند میں ایک پرہیزگار شخص تھا اس کی پرہیزگاری مشہور تھی اس نے قاضی وقت سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ اور اہل سمرقند امام بخاریؒ کے مزار پر چلیں وہاں جا کر طلب باراں کرتے ہیں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے، قاضی صاحب نے ایسا ہی کیا خود اور اہل سمرقند کو لیکر امام بخاری کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں آکر لوگ قبر کے پاس کھڑے ہو کر خوب روئے اور صاحب قبر کے وسیلہ سے بارش مانگی پس اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس قدر بارش برسائی کہ ہم سات روز تک وہاں سے

Marfat.com

واپس سمرقند نہ آسکے۔ یہ واقعہ امام بخاریؒ کی وفات سے دو سال بعد کا ہے (قسطلانی شرح بخاری (عربی) جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۳۹) مرقات شرح مشکوٰۃ (عربی) جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۶) اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ مقبولان بارگاہ صمدی کے وصال کے بعد ان کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔

اہل پاکستان سے یہ بات مخفی نہیں کہ ہمارے سردار و شیخ برکۃ العالم، مخدوم علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کے قدموں کی طرف ایک حجرہ مبارک ہے اور یہ عطاء الرسول برکۃ الہند، خواجہ غریب نواز معین الحق والدین خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے چلہ کی جگہ ہے خواجہ غریب نوازؒ چالیس دن اس مقام پر رونق افروز رہے ہیں اور جب صاحب مزار حضرت داتا گنج بخشؒ نے فیضان سے خواجہ اجمیریؒ کی جھولی بھرپور فرمائی تو وفور محبت میں یہ شعر کہا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

ایمان والو! ایک طرف خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ارشاد ہے اور دوسری طرف منکرین توسل و امداد کا باطل قول، تو فیصلہ آپ پر ہے کہ دونوں میں سے صراط مستقیم پر کون ہے اگر مزارات اولیاء سے عقیدت و محبت اور صاحب قبر سے طلب حاجت سراسر کفر ہوتی جیسا کہ نجدی امام ابن سبیل مکی کا حالیہ بیان گذرا تو برصغیر کے ان حاشیہ نشینوں کا اپنے ان بزرگوں کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جس کے بارے میں فضلاء دیوبند، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے پیر دستگیر جناب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں "فقیر مرتا نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر (امداد اللہ) کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو ظاہری زندگی میں میری ذات سے ہوتا ہے۔ میں نے حضرت کی قبر اقدس سے وہی فیض اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا (شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۸۲،۸۱)

ابن السنی (متوفی ۳۶۴ھ) کی کتاب میں ھیثم بن حنش سے روایت ہے کہ اس نے کہا ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھے ان کا پاؤں سوگیا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ یاد کیجئے اس کو جو آپ کے نزدیک سب لوگوں سے پیارا ہے اس پر حضرت ابن عمرؓ نے کہا یا محمد ﷺ پس گویا آپ بند سے کھول دیئے گئے اور کتاب ابن السنی ہی میں مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص کا پاؤں سوگیا آپ نے اس سے کہا تو یاد کر اس کو جو تجھے سب لوگوں سے پیارا ہے یہ سن کر اس نے کہا یا محمد ﷺ، یہ کہتے ہی اس کے پاؤں کی خوابیدگی جاتی رہی (کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۳۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں سو جانے کی روایت الادب المفرد للبخاری صفحہ ۱۱۳ میں بھی ہے۔

علامہ یوسف نبہانیؒ نقل فرماتے ہیں کہ کثیر بن محمد بن رفاعہ نے بیان کیا کہ ایک شخص عبدالملک بن سعید بن خیار بن جبیر کے پاس آیا اس نے اس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لاعلاج بیماری ہے اس نے پوچھا کیا بیماری ہے؟ ابن جبیر نے کہا کہ دبیلہ (پیٹ کی ایک بیماری کا نام ہے) یہ سن کر وہ لوٹ آیا اور اس نے تین باریوں دعا مانگی اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک محمد ﷺ نبی الرحمۃ یامحمد انی اتوجہ بک الیٰ ربک و ربی ان یر حمنی مما بی

Marfat.com

رحمة یغنینی بها عن رحمة من سواہ ۵۔ ترجمہ: اللہ اللہ اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ یا اللہ میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کے وسیلہ سے پیش ہوتا ہوں کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کرے کہ جس سے کسی غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کردے۔ اس دعا کے بعد وہ پھر ابن جبیر کے پاس گیا اس نے اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا کہ تو تندرست ہو گیا ہے تجھے کوئی بیماری نہیں (علامہ سمہودی، وفاء الوفا جز ثانی صفحہ نمبر ۴۲۹)

ابو عبداللہ سالم معروف بہ خواجہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے میں اس سے ڈر گیا، ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی کریم ﷺ ہیں مجھ سے فرمایا کہ جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں پکارا کر۔ انا مستجیر بک یارسول اللہ۔ ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ کی پناہ کا طلبگار ہوں۔

اتفاق سے انھی ایام میں ایک نابینا نے نبی ﷺ کی (روضہ مطہرہ کی) زیارت کا ارادہ کیا، میں نے اس سے اپنا خواب بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تم کسی سختی میں مبتلا ہو تو یوں پکارا کر ''انا مستجیر بک یارسول اللہ'' وہ روانہ ہو کر رابغ میں پہنچا، وہاں پانی کی قلت تھی اس کا خدمت گار پانی کی تلاش میں نکلا، راوی کا قول ہے کہ اس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی۔ میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا اسی اثنا میں مجھے تمھارا قول یاد آ گیا میں نے کہا ''انا مستجیر بک یارسول اللہ'' اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی کہ تو اپنی مشک بھر لے۔ میں نے مشک میں پانی کے گرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی، میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صفحہ نمبر ۷۹۰)

ابو الحسن علی بن مصطفٰے عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحر عیزاب میں کشتی میں جدہ کو روانہ ہوئے سمندر میں طغیانی آ گئی ہم جب ڈوبنے لگے تو نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے ''یا محمداہ یا محمداہ ﷺ'' ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا وہ بولا حاجیو! گھبراؤ مت، تم بچ جاؤ گے کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو۔ مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ سمندر میں گھس گئے انھوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا اور کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے، چنانچہ ہم صحیح و سالم رہے اور اس کے بعد بجز خیر ہم نے کچھ نہ دیکھا اور صحیح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صفحہ نمبر ۷۸۶)

فقیہ ابو محمد اشبیلی نے اپنی کتاب فضیلت حج میں لکھا ہے کہ اہل غرناطہ میں سے ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ اس کے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے اور شفاء سے مایوس ہو گئے وزیر ابو عبداللہ محمد بن ابی الخصال نے ایک نامہ بحضور نبی کریم ﷺ لکھا اور اس مریض کی شفا کیلئے اشعار میں حضور ﷺ سے توسل کیا یہ نامہ کسی کے ہاتھ مدینہ منورہ کو بھیج دیا گیا جب وہ اشعار حضور ﷺ کے روضہ شریف پر پڑھے گئے تو بیمار اپنے وطن میں اسی وقت تندرست ہو گیا نامہ لے جانے والے نے واپس آ کر دیکھا تو ایسا تندرست پایا کہ گویا

Marfat.com

وہ کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا۔(فوات الوفیات للعلامۃ محمد بن شاکر بن احمد کبتی متوفی ۷۶۴ھ ترجمہ محمد بن سعید بوصیری)

سیدی ابوالعباس مری کا بیان ہے کہ میں جہاز پر سوار ہو گیا۔ تلاطم کے سبب سے ہم سب ڈوبنے لگے میں نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی۔ اللھم بحرمة نبیک الامی انقذی و سلمنی ہ ترجمہ: یا اللہ! تو اپنے نبی ﷺ کے طفیل مجھے بچا لے اور سلامت رکھ۔ میں اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ مجھے جہاز کے گرد فرشتے نظر آئے جنہوں نے مجھے سلامتی کی بشارت دی میں نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دی کہ انشاء اللہ تم کل صبح صحیح و سالم موضع مریہ پہنچ جاؤ گے۔(جامع الکرامات بحوالہ مصباح الظلام۔ جز اول صفحہ نمبر ۲۷۷)

قرآن مجید اور احادیث سے ہمیں چلا کہ دوستی ، مددگاری، کارسازی، بالاصالت تو اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے البتہ از روئے نیابت کے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے کامل متبعین بھی اس صفت سے متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بالاصالت ہیں۔ مخلوق کے کسی بھی فرد میں کوئی صفت بالاصالت ماننا شرک ہے۔ البتہ بعض اوصافِ خداوندی ایسے ہیں جو کہ اس کے مقبول و محبوب بندوں کو بالنیابت حاصل ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ اور اولیاء اللہ کا مددگار ہونا، بالنیابت ہے، اولیاء کرام، رسول اکرم ﷺ کے نائب ہیں اور رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کسی کا نائب نہیں، وہ اصلی اور حقیقی کارساز ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ایمانداروں کو بدعقیدہ اور گستاخوں بے ادبوں، اور فریب شیطان کے شکار، گمراہوں کے شر سے محفوظ رکھے اور نبی کریم ﷺ کی اور آپ کے آل، اصحاب اور ہادی و مہدی نائبین، علماء دین کی سچی محبت اور پیروی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

قرب قیامت کی نشانیاں

از: صاحبزادہ محمد حامد

عنقریب ہے وہ یوم الحساب جس دن بچے بوڑھے ہونگے، آسمان پھٹ جائے گا اور ساتوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جس دن پہاڑوں کو ریت بنادیا جائے گا اور ان کو گرد بنا کر ہوا کے ساتھ اڑا دیا جائے گا۔ زمین صاف میدان بنادی جائے گی حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے اور تمام کائنات مدہوش ہو جائے گی یہ آواز مومنوں کے دلوں پر اثر نہ کرے گی لیکن کافروں کے دل اس کے اثر سے پھٹ جائیں گے اور ان کی حالتیں بگڑ جائیں گی۔ حتیٰ کہ نہ ماں کو اپنے بیٹے کی فکر ہوگی اور نہ بیٹے کو اپنی ماں کی۔ یہ دن انتہائی دردناک اور عذاب والا ہوگا۔

قیامت یوم الشھود کے دن برپا ہوگی۔ یہ دن تقریباً ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ یعنی صرف ایک دن اتنا وقت گزر جائے گا اور یہ رات اتنی لمبی ہوگی کہ ایک سال کے برابر ہوگی۔ اس رات کو سوائے اولیاء اللہ کے تمام لوگ خواب غفلت میں ہونگے اور لوگوں کو اس رات خوف وطوفان کے تمام مرحلے واضح طور پر دکھائی دیں گے۔ یہ رات باقی ماندہ تمام راتوں سے زیادہ تاریک اور طویل ہوگی۔ اور یہ کہ اس رات کو جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیلؑ پہلی دفعہ صور پھونکیں گے تو تمام کائنات اپنی خوابگاہوں سے اٹھ کر وحشت کے عالم میں بھاگے گی اور یہاں تک کہ طلوع فجر کا وقت آجائے گا اور تمام تر کائنات وحشت وخوف کے عالم میں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے بھاگے گی، سورج زمین سے ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر ہوگا اس روز سوائے حجاز مقدس کے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔ لوگ قرآن پاک کی طرف بھاگیں گے لیکن فرشتے تمام نسخوں کو لے جاچکے ہوں گے اور قرآن پاک کو لوح محفوظ میں بند کر دیا جائے گا، سوائے حافظ قرآن اور ان لوگوں کے جو کثرت سے تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے تھے، کسی کو اس کی ایک آیت بھی یاد نہ رہے گی۔

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ کرلو تاکہ قیامت کے دن یہ تمھاری شفاعت کرا سکے اور یہ جن سینوں میں قرآن نہیں وہ اجڑے ہوئے ہیں۔

اہم چیزیں:

قیامت کے روز چند چیزیں بہت اہم ہوں گی۔

۱۔ قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا حافظ ہونا۔

۲۔ رسول پاک ﷺ کی اطاعت اور شریعت محمدی پر عمل کرنا۔

۳۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

۴۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے اپنی شرمگاہ کی ضمانت دی میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

۵۔ ماں باپ کی فرماں برداری اور اطاعت۔

۶۔ کسب حلال، زکوٰۃ، نماز اور روزہ۔

حافظ قرآن کے سروں پر قرآن کا سایہ ہوگا اور وہ عیش کی زندگی میں ہوں گے۔ ان کے ماں باپ کے سروں پر سونے کے تاج ہوں گے اور اس دن ان کی اس بات کا صلہ انھیں جنت کی صورت میں دیا جائے گا۔

Marfat.com

(وقوع قیامت) یوم الحساب میں جزا و سزا:

قیامت حج کے دنوں میں آئے گی اور جب دوبارہ صور پھونک دیا جائے گا تو تمام کائنات زندہ اور مردہ کو کھڑا کیا جائے گا اور پھر تمام کائنات کو میدان عرفات میں جمع کیا جائے گا۔ یہاں پر سب کے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے یوں ہر ایک کا کیا ہوا عمل اس کے سامنے ہوگا اور اس کے ہاتھ پاؤں زبان اور آنکھیں اس کے اس عمل کی تصدیق کر رہی ہوں گی۔ سب سے پہلے نماز کے بارے میں مسلمانوں سے سوال کیا جائے گا۔ نماز کا اصل مطلب یہ ہے کہ آپ دنیا میں آخرت کی نیکی کا پودا لگا رہے ہیں اور یہ یوم الحساب کے دن نیکیوں کا درخت ہوگا جو آپ پر سایہ ہوگا۔ نماز کے سوال سے ہی پورے میزان کا تعلق ہوگا جو اس سوال میں آسانی سے کامیاب ہوگیا تو باقی منزلیں خود بخود آسان ہو جائینگی۔ جس کی ایک نماز قضاء ہوئی یا جان بوجھ کر ترک کی تو اس کو جہنم کے خولتے ہوئے پانی میں ۷۰ دفعہ غوطے دیے جائینگے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہیئے کہ نمازوں کی کثرت رہے۔

حافظ قرآن کے لئے قیامت میں ایک بہت بڑی آسانی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ حافظوں سے فرمائے گا کہ وہ قرآن پاک پڑھتے جائیں اور جنت کی منازل طے کرتے جائیں۔ اور جو لوگ پانچ وقت کی نماز باجماعت پڑھتے رہے اور ہر نماز کے لئے وضو کرتے تو قیامت کے دن ان کے چہروں پر وضو کا نور ہوگا اور فرشتوں کو انہیں تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔

وقوع قیامت کی جامع نشانیاں

(۱) لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔ یعنی سلطنت وحکومت نا اھل لوگوں کے سپرد ہو جائے گی۔

(۲) فحاشی اور بے حیائی سر عام ہوگی یعنی عورتیں اپنے جسم کی نمائش عام کریں گی اور ان کے سروں پر سے پردہ اتر جائے گا۔ ان کی آوازیں بلند ہونگی اور تمام دنیا میں بے حیائی عام ہو جائے گی۔

For example .. Dish antina, Musical programs , Acting &Mod eling ,Photographs , Basant ect .

(۳) گھروں کے اوپر ایک خاص قسم کا نشان ہوگا، عمارتیں بلند ہونگی اور انکی نمائش اور آرائش بہت عام ہوگی۔

(۴) آبادی میں بے پناہ اضافہ اور کفار کی زبان زد عام ہوگی

(۵) بعثت نبوی ﷺ۔ یعنی حضرت محمد ﷺ کا آخری رسول کے طور پر مبعوث ہونا۔

(۶) شق القمر بھی قیامت کی ایک نشانی ہے یعنی جب قریش کے اسرار پر آپ ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکرے ہو کر جبل ابوقیس کے اطراف میں اترا۔ (متفق علیہ ۲۰۸۳)

اقتربت الساعة وانشق القمر (القمر ۵۴ .. ۱) قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہوگیا

(۷) یاجوج ماجوج بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

حتی اذافتحت یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون واقترب الواعدالحق (الانبیاء ۲۱ .. ۹۶) یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ زمین کی ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے اتر آئیں گے۔ اور قیامت کا سچا وعدہ قریب تر آجائے گا۔

Marfat.com

(۸) ظہور عجیب الخلقت باتونی جانور بھی واقعہ قیامت کی ایک نشانی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (النمل۔۔۲۷۔۔۸۲)

اور جب ان کے بارے میں عذاب کا وعدہ پورا ہو گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایسا جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

تفسیر قرآن کے حوالے سے اس جانور کے متعلق یہ روایت ہے کہ یہ کوہ صفا کی پہاڑی سے نکلے گا اور اس کی چھ ٹانگیں ہونگی اس کی رفتار ایک تیز رفتار گھوڑے کی مانند ہوگی۔ یہ پوری دنیا میں جائے گا اس کے ہاتھ میں یا منہ میں حضرت موسیٰ کا عصا مبارک ہوگا یا حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی مبارکہ ہوگی جس سے مومنوں کے منہ پر سفید نشان لگائے گا اور کافروں کے منہ پر کالے نشان لگائے گا۔ اس سے کافروں اور مومنوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا۔

(۹) ظہور جناب حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی قیامت کی ایک واضح نشانی ہے حضرت امام مہدیؑ کی پیدائش عرب میں ہوگی آپ کے والد کا نام عبداللہ ہوگا آپ کے ظہور کے وقت اولیاء اللہ اور تمام ابدال وغوث آپ کو دیکھیں گے یا شناخت کریں گے۔

آپ دوران حج طواف کے وقت ظاہر ہوں گے پھر لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اس طرح یہ سلسلہ بڑھتا چلا جائے گا۔

(۱۰) اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوگا، فرشتے آپ کو جامع مسجد دمشق کے سفید مینار کے اوپر آسمان سے بذریعہ سیڑھی یا براق چھوڑیں گے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (زخرف: ۴۳: ۶۱) اور بے شک ظہور عیسیٰ تو قیامت کی ایک نشانی ہے

کیونکہ آج سے بہت عرصہ پہلے اس مسجد کے چار مینار سرخ تھے یعنی سرخ پتھر کے بنائے ہوئے تھے لیکن جس مینار کا ذکر آپ ﷺ نے فرمایا تھا اس کے نیچے آتشی مادہ کی دو کانیں تھیں ایک دفعہ یہ مادہ پھٹ گیا جس کی وجہ سے یہ مینار شہید ہو گیا اس کے بعد اسے سفید پتھر سے تعمیر کیا گیا اور حدیث مبارکہ کا آدھا حصہ پورا ہو گیا اس وقت مینار کے آس پاس لوگوں کا ہجوم ہوگا حضرت امام مہدی تشریف لائیں گے اور آپ کا استقبال کریں گے آپ چالیس سال تک مسلمانوں پر حکومت کریں گے۔

(۱۱) آپ کے زمانہ میں دجال نمودار ہوگا۔ یہ روس میں پیدا ہوگا اور ایک آنکھ سے محروم ہوگا اور سیاہ رنگت کا ہوگا۔ یہ فرعون کی طرح کا جھوٹا اور خدائی دعویدار ہوگا مسلمانوں کے اوپر انتہائی ظلم کرے گا جو اس کا حکم نہیں مانے گا اس کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے گا۔ اس کی اپنی جنت اور دوزخ ہوگی پھر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اپنا لشکر لے کر روس آئیں گے اور دجال اور آپ کا آمنا سامنا ہوگا۔ آپ اس کو کہیں گے کہ بکری کے پیٹ سے بچہ پیدا کر کے دکھاؤ تو یہ کام اس کے لئے مشکل ہوگا اور وہ یہ نہیں کر سکے گا پھر جنگ ہوگی اور دجال کو اپنے دست مبارک سے قتل کریں گے اور یوں تمام دنیا پر دین حق کی دعوت عام ہو جائے گی۔

(۱۲) پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ آدمی دن کو مسلمان ہوگا اور رات کو کافر ہوگا۔ یعنی دنیوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کر ڈالے گا۔

(۱۳) حدیث مبارکہ ہے ''کہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا'' (مسلم: ج ۸: ص ۱۷۹)

(۱۴) جب تک حرج کی کثرت نہ ہوگی قیامت نہیں آئے گی۔ حرج سے مراد قتل ہے۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

(۱۵) قیامت ۲۱ویں صدی کے شروع میں برپا ہوگی۔

(۱۶) دنیا میں اس سے پہلے تیسری جنگ عظیم ہوگی، یہ جنگ پوری دنیا میں ہوگی اور اس کا آغاز عراق سے ہوگا۔

(۱۷) حیرت انگیز واقعات رونما ہوں گے جس سے انسانی عقل دنگ رہ جائے گی، یہ واقعات پہلے کبھی نہ ہوئے ہوں گے۔

(۱۸) بحرالکاہل کا پانی گرم ہوجائے گا اور اس کے درمیان سے نیلے رنگ کا ایک سائکلون اٹھے گا جس سے امریکہ اور تمام یورپی ممالک تباہ ہوجائیں گے

(۱۹) زلزلوں کی کثرت ہوگی حتیٰ کہ زمین ٹوٹ جائے گی۔

(۲۰) خوراک کا قحط شدید ترین ہوگا، موسم بے موسم ہوجائیں گے یعنی گرمی کے موسم میں سردی ہوگی اور سردی کے موسم میں گرمی ہوگی اسی طرح بارشوں کا موسم بھی بدل جائے گا۔

(۲۱) دنیا سے اولیاءاللہ اور عالم دین کا کثرت سے اٹھ جانا ہوگا۔ یعنی اپنے خالق حقیقی سے جاملنا۔

(۲۲) قرآن پاک کے نسخے آہستہ آہستہ صاف ہوتے جائیں گے۔

(۲۳) کچھ ایسی حکایت بھی ہوں گی جس سے انسانی عقل فانی ہوگی یعنی کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی اور کوئی بوڑھا مرتے وقت یہ کہے گا کہ خدا سے معافی مانگو اور توبہ کرو قیامت برپا ہونے والی ہے۔

(۲۴) آسمانی بجلی کی کڑک میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔

(۲۵) بلند عمارتیں ہوں گی اور کلام پاک کی تلاوت بہت کم ہوجائے گی۔ سورۃ یٰسین کے حوالے سے قیامت کے متعلق

''اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ یہ تو ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں جوان کو اس حال میں کہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے آ پکڑے گی۔ پھر نہ تو وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں میں واپس جاسکیں گے اور جس وقت صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے کہیں گے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔ یہ وہی تو ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا صرف ایک زور کی آواز کا ہونا ہوگا کہ سب کے سب ہمارے روبرو آحاضر ہوں گے اور اس روز کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔'' (سورہ یٰس)

قیامت کے برپا ہونے کے بعد جنت کی نعمتوں کا اعزاز جو مسلمانوں کے لئے ہے (بحوالہ سورۃ واقعہ)

ترجمہ: ''اور جب واقعہ ہونے والی واقعہ ہوجائے اس کے واقعہ ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں کسی کو پست کرے کسی کو بلند، جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائیں پھر غبار ہوکر اڑنے لگے اور تم لوگ تین قسم ہوجاؤ۔ تو داہنے ہاتھ والے (سبحان اللہ) داہنے ہاتھ والے کیا (ہی چین میں) ہیں۔ اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (گرفتار عذاب ہیں) اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (انکا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی (خدا کے) مقرب ہیں۔ نعمت کے بہشتوں میں۔ وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے۔ (لعل و یاقوت وغیرہ سے) جڑے ہوئے تختوں پر۔ آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے نوجوان خدمت گذار جو ہمیشہ (ایک ہی حالت میں) رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے یعنی

Marfat.com

آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔ اس سے نہ تو سر میں درد ہو گا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔ اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں۔ اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان کا جی چاہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ جیسے (حفاظت سے) تہ کئے ہوئے (آب دار) موتی۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ وہاں نہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ وہاں ان کا کلام سلام سلام (ہوگا)۔ اور داہنے ہاتھ والے (سبحان اللہ) داہنے ہاتھ والے کیا (ہی عیش میں) ہیں۔ یعنی بے خار کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور پانی کے جھرنوں اور میوہ ہائے کثیرہ کے باغوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے۔ اور اونچے اونچے فرشوں میں۔ ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا تو ان کو کنواریاں بنایا۔ (اور شوہروں کی) پیاریاں اور ہم عمر۔ داہنے ہاتھ والوں کے لئے (یہ) بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہیں۔ اور بہت سے پچھلوں میں سے۔ اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (ہی عذاب میں) ہیں۔ (یعنی دوزخ کی) لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔ (جو) نہ ٹھنڈا (ہے) نہ خوشنما۔ یہ لوگ اس سے پہلے عیش نعیم میں پڑے ہوئے تھے۔ اور گناہ عظیم پر اڑے ہوئے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں (ہی ہڈیاں رہ گئے) تو کیا ہمیں پھر اٹھنا ہوگا۔ اور کیا ہمارے باپ دادا کو بھی؟ کہہ دو کہ بے شک پہلے اور پچھلے۔ (سب) ایک روز مقرر وقت پر جمع کئے جائیں گے پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو! تھوہر کے درخت کھاؤ گے اور اسی سے پیٹ بھرو گے اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو اس طرح کہ جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی۔

Marfat.com

سلام کرنے کی اہمیت

ڈاکٹر منظور حسین اختر

کمپنی جب کوئی شے بناتی ہے تو اس کے ساتھ ایک **User's Guide** بھی تیار کرتی ہے جس میں اس شے کے استعمال کا طریقہ درج ہوتا ہے، تاکہ کمپنی کی بنائی گئی شے سے مکمل طور پر استفادہ کیا جا سکے اور کسی قسم کے نقصان سے بچا جا سکے تو بلا تمثیل اللہ تعالیٰ نے، جو کہ تمام کائنات کا خالق ہے اس نے جب حضرتِ انسان کو تخلیق کیا تو یہ لازمی امر تھا کہ انسان کو ایسا طریقہ بھی سکھایا جائے جس کے مطابق وہ زندگی گزارے تو اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر سکے، لہٰذا اس خالقِ کائنات نے انسانیت کو راہِ راست دکھانے کے لئے، زندگی گذارنے کا ایک طریقہ عطا فرمایا جسے ''دینِ اسلام'' کہا جاتا ہے اور انسانوں تک اس دینِ اسلام کی تعلیمات ہر دور میں اپنے پیغمبروں کے ذریعے پہنچاتا رہا۔ اور آخر میں پیغمبروں کا یہ سلسلہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر ختم ہوا، یعنی جو طریقۂ زندگی نبی اکرم ﷺ کی مبارک شریعت کی صورت میں ہمیں عطا ہوا ہے وہ حتمی، اور سب سے مناسب طریقۂ زندگی ہے۔ اسی طریقۂ زندگی کو دینِ اسلام کہا جاتا ہے، اور چونکہ دینِ اسلام محض چند عقائد کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے، اس میں پیدائش کے پہلے سے لے کر موت کے بعد تک کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، زندگی کے جملہ شعبہ جات سے متعلق امور پر بحث کی گئی ہے، تو یہ امر ناممکن تھا کہ جب دو انسان، دو ذی روح، جن کے دلوں میں احساسات و جذبات کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے اور جو ایک دوسرے کے متعلق اپنے دل میں ایک خاص جذبہ رکھتے ہیں انھیں اس جذبہ اور ان احساسات کے اظہار کا کوئی طریقہ نہ بتایا جاتا، باہمی ملاقات کے ان لمحات کی نزاکت کو مغربی اقوام نے بھی **First impression is the final impression** کہہ کر ثابت کرنے کی کوشش کی، چنانچہ دینِ اسلام نے اس نازک موڑ پر ہمیں ''سلام'' کرنے کا طریقہ بتایا اور ہمیں حکم دیا کہ دو مسلمان جب آپس میں ملیں تو اپنی بات چیت کا آغاز ''السلام علیکم'' کہہ کر کریں۔

دنیا میں تہنیت کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو جامعیت اور اثر آفرینی لفظ ''السلام علیکم'' میں ہے وہ دنیا کے کسی اور طریقہ اور کسی تہنیت کے لفظ میں نہیں ملتی۔

السلام علیکم کے معنی: السلام کا لفظ سلامتی سے ماخوذ ہے گویا السلام کہنے والا اپنے مخاطب کو اس بات کی تسلی دیتا ہے کہ اے میرے مخاطب! تُو اس بات سے بے خوف ہو جا کہ تجھے میری ذات سے کوئی نقصان ہوگا تیری جان، مال، آبرو سب کچھ امن و سلامتی میں ہو گیا ہے، میں ضمانت دیتا ہوں کہ تجھے میری ذات سے کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آقا حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا مال، عزت و آبرو، خون، دوسرے مسلمان پر حرام ہے، گویا ''السلام علیکم'' کہہ کر ہم اپنے مخاطب کو یاددہانی کراتے ہیں کہ ہم تو وعدہ کر چکے ہیں جانِ کائنات ﷺ سے، کہ ہم سے کسی دوسرے مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، ہم وعدہ کر چکے ہیں اپنے آقا ﷺ سے کہ کسی دوسرے مسلمان کا حق نہیں ماریں گے۔

ذرا غور کیجئے وہ کیسا خوبصورت اور پرامن معاشرہ ہوگا جس میں ہر شخص ایک دوسرے کو جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی

Marfat.com

خوشخبریاں سناتا ہے اور ایک دوسرے کو امن کی ضمانت فراہم کرتا ہے اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر شخص ''السلام'' کے معنی وتقاضوں کو سمجھتے ہوئے، اسلام کے اس محبت آفریں حکم کی بجا آوری کرے تو کیا ایسا معاشرہ، مثالی معاشرہ نہ بن جائے، کیا اس معاشرے سے دکھ درد اور حق تلفیاں دور نہ ہو جائیں؟ گویا دینِ اسلام کے صرف ایک ہی حکم سے ہمیں اتنی نعمتیں ملیں، تو اگر انسان مکمل طور پر اسلام کے سائے تلے آ جائے تو یقیناً چمن میں بہاریں ارزاں ہو جائیں، پھول مسکرانا سیکھ لیں، کلیوں کو چٹکنے کا حوصلہ مل جائے، خوشبوؤں کو بکھرنے کا سلیقہ آ جائے۔

دنیا بھر کی تہذیبیں، دینِ اسلام کے اس ایک لفظ کے مقابلے میں تہی دامن دکھائی دیتی ہیں، مغرب میں Good Morning , Good after noon, Good evening, Good night کی صدائیں ہیں، یعنی ان کی نیک خواہشات ایک خاص وقت تک محدود ہیں پھر وہ صرف وقت کی مناسبت سے خیر کے متمنی ہیں، زندگی کے دوسرے شعبے ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں، لیکن کتنی جامعیت ہے ''السلام علیکم'' میں کہ یہاں سلامتی کی تمنا کی گئی لیکن اس سلامتی کو کسی خاص وقت یا شے تک محدود نہیں کیا گیا، ہر وقت اور ہر شے کی سلامتی کی تمنا کی گئی، گویا دامنِ مصطفےٰ ﷺ ایسا امن و سلامتی کا گہوارہ ہے کہ جو اس کے سائے میں آ جائے اسکی ہر شے محفوظ و سلامت ہو جاتی ہے، اسکی دنیا بھی محفوظ، اور اسکی آخرت بھی محفوظ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّہ'' یعنی اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور قاری قرآن کو علم ہے کہ وہ لوگ جو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاری تو پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی سلامتی عطا فرمائی کہ فرمایا ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' یعنی جو لوگ مصطفےٰ کریم کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قربت سے سرفراز ہوتے ہیں تو انھیں دنیا اور آخرت کے تمام جھمیلوں اور دکھوں کے خوف سے نجات مل جاتی ہے، اور وہ پھر مکمل سلامتی میں آ جاتے ہیں۔

کتنی پیاری ہیں دینِ اسلام کی تعلیمات ------- جن میں پیار ہی پیار ہے ------- جن میں محبت ہی محبت ہے ------- جن میں الفت ہی الفت ہے ------- جن میں مٹھاس ہی مٹھاس ہے ------- جن میں سلامتی ہی سلامتی ہے ------- جو دور کرتی ہیں ہر دکھ سے ------- ہر درد سے ------- ہر کرب سے ------- ہر نقصان سے ------- ہر گھاٹے سے -------

کتنا سچا ہے قرآنِ حکیم کا قول: ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَ عَمِلُوْ الصّٰلِحٰتِ''

ہاں گھاٹے میں ہے وہ ------- جس نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا ------- جس نے اسلامی طور طریقوں کو چھوڑا ------- جس نے مصطفےٰ کریم ﷺ کے دامنِ اطہر سے اپنا ناطہ نہ جوڑا ------- ہاں ہاں وہ واقعی گھاٹے اور خسارے میں ہے ------- مگر ------- اِلَّا الَّذِین اٰمَنُو وَ عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ......

زیرِ نظر مضمون میں ہم نے کوشش کی ہے کہ سلام کرنے کی فضیلت اور مسائل پر مروی چند احادیث کو قارئین کے پیشِ نظر رکھیں تا کہ ہم شریعتِ مصطفےٰ ﷺ کے اس سنہرے اور محبت آفریں حکم سے اپنے معاشرے میں محبت کی فضا قائم کر سکیں اور نفرتوں کو ختم کر سکیں۔ اَللّٰھُمَّ آمین بجاہِ سَیِّدِ الْمُرسَلین۔

Marfat.com

سلام اور قرآن

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ہ

ترجمہ: جب تم کو کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ط

ترجمہ: جب تم گھروں میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو اللہ کی طرف سے تحیت ہے مبارک پاکیزہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ط

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کرلو۔

سلام کب شروع ہوا:

صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا جب پیدا کیا یہ فرمایا کہ ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور سلام کرو اور سنو کہ وہ تمھیں کیا جواب دیتے ہیں جو کچھ وہ تحیت کریں وہی تمھاری اور تمھاری ذریت کی تحیت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جا کر السلام علیکم کہا انھوں نے جواب میں کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جواب میں ملائکہ نے رحمۃ اللہ زیادہ کہا حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص جنت میں جائے گا وہ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا اور ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔ آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کی خلقت کم ہوتی گئی یہاں تک کہ اب (بہت چھوٹے قد کا انسان ہے)

آقا حضور ﷺ اور سلام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے سامنے سے گزرے اور بچوں کو سلام کیا۔ (صحیح بخاری، مسلم)

سلام، دینِ اسلام کی اچھی چیزوں میں سے:

صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کی کونسی چیز سب سے اچھی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کھانا کھلاؤ، اور جس کو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے سب کو سلام کرو۔

سلام کرنا دوسرے مسلمان کا حق ہے:

نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں

۱۔ جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے۔

۲۔ جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں حاضر ہو۔

Marfat.com

۳۔ جب وہ بلائے تو اجابت کرے یعنی حاضر ہو۔

۴۔ جب اس سے ملے تو سلام کرے۔

۵۔ جب چھینکے تو جواب دے۔

۶۔ حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے۔

ترمذی و دارمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلم کے مسلم پر چھ حقوق ہیں:

۱۔ معروف کے ساتھ جب ملے تو اس سے سلام کرے

۲۔ جب وہ بلائے اجابت کرے

۳۔ جب وہ چھینکے یہ جواب دے۔

۴۔ جب بیمار ہو عیادت کرے

۵۔ جب وہ مرجائے اسکے جنازے کے ساتھ جائے

۶۔ جو چیز اپنے لئے پسند کرے اس کے لئے بھی پسند کرے

سلام برکت کی کنجی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹے جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کرو تم پر اور تمھارے گھر والوں پر اس کی برکت ہوگی۔ (ترمذی شریف)

سلام محبت کی کنجی:

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں تم نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

سلام، رحمتِ الٰہی کا ذریعہ:

امام احمد و ترمذی، ابوداؤد، ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمتِ الٰہی کا زیادہ مستحق ہے۔

سلام، تکبر سے بچانے والا:

بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص پہلے سلام کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہے۔

سلام اور صحابہ کرامؓ:

امام مالک و بیہقی نے شعب الایمان میں طفیل بن ابی کعب سے روایت کی کہ یہ صبح کو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جاتے تو وہ

Marfat.com

ان کو اپنے ساتھ بازار لے جاتے وہ گھٹیا چیزوں کے بیچنے والے اور کسی بیچنے والے اور مسکین یا کسی کے سامنے سے گزرتے سب کو سلام کرتے، طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں عبداللہ بن عمر کے پاس آیا انھوں نے بازار چلنے کو کہا میں نے کہا آپ بازار جا کر کیا کریں گے نہ تو آپ وہاں کھڑے ہوتے ہیں نہ سودے کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہیں نہ کسی چیز کا نرخ چکاتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں یہیں بیٹھے باتیں کیجیئے یعنی حدیثیں سنایئے انھوں نے فرمایا ہم سلام کرنے کے لئے بازار جاتے ہیں کہ جو ملے گا اسے سلام کریں گے۔

سلام نہ کرنے والا بخیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور یہ عرض کی کہ فلاں شخص کے میرے باغ میں کچھ پھل ہیں ان کی وجہ سے مجھے تکلیف ہے، حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر اسے بلایا اور یہ فرمایا کہ اپنے پھلوں کو بیچ ڈالو اس نے کہا نہیں بیچوں گا حضور ﷺ نے فرمایا ہبہ کر دو اس نے کہا نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا اس کو جنت کے پھل کے عوض بیچ دو، اس نے کہا نہیں حضور ﷺ نے فرمایا تجھ سے بڑھ کر بخیل میں نے نہیں دیکھا مگر وہ شخص جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے۔ (امام احمد وبیہقی)

راستے میں بیٹھنے کے آداب:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے بچو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمیں راستہ میں بیٹھنے سے چارہ نہیں (یعنی مجبوراً بیٹھتے ہیں) ہم وہاں آپس میں بات چیت کرتے ہیں فرمایا جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو، لوگوں نے عرض کی راستہ کا حق کیا ہے فرمایا کہ نظر نیچی رکھنا، اذیت کو دور کرنا، اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا۔ اور دوسری روایت میں ہے اور راستہ بتانا ایک اور روایت میں ہے فریاد کرنے والے کی فریاد سننا اور بھولے ہوئے کو ہدایت کرنا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ راستوں کے بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے مگر اس کے لئے جو راستہ بتائے اور سلام کا جواب دے اور نظر نیچی رکھے اور بوجھ لادنے میں مدد کرے۔ (شرح سنہ)

جتنا گُڑ اتنا میٹھا:

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور السلام علیکم کہا حضور ﷺ نے اسے جواب دیا وہ بیٹھ گیا ارشاد فرمایا اس کے لئے دس، یعنی دس نیکیاں ہیں، پھر دوسرا آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حضور نے جواب دیا وہ بیٹھ گیا ارشاد فرمایا اس کے لئے بیس (۲۰) پھر تیسرا شخص آیا اور ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہا اس کو جواب دیا اور یہ بھی بیٹھ گیا حضور ﷺ نے فرمایا اس کے لئے تیس، اور معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے پھر ایک شخص آیا اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ'' حضور ﷺ نے فرمایا اس کے لئے چالیس، اور فضائل اسی طرح ہوتے ہیں یعنی جتنا کام زیادہ ہوگا ثواب بھی بڑھتا جائے گا۔ (ترمذی وابوداؤد)

یہود ونصاریٰ کی مخالفت کا حکم:

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہمارے غیر کے ساتھ تشبہ کرے وہ ہم میں

Marfat.com

سے نہیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبہ نہ کرو یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے ہے۔ (ترمذی)

اس حدیثِ پاک کی رُو سے معلوم ہوا کہ آجکل جو **Bye Bye, Good Morning, Good afternoon, Good evening,** اور **Good Bye** جیسے الفاظ کا رواج ہے یہ سراسر غلط اور غیر اسلامی طریقہ ہے، اسی طرح اردو کے الفاظ مثلاً آداب عرض، تسلیمات، خوش آمدید، وغیرہ بھی غیر اسلامی ہیں ان سے بچنا چاہیئے اور ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر موقع پر اسلامی تعلیمات کو ہی مدِ نظر رکھیں۔

سلام کرنے کے آداب

ہر دفعہ ملنے پر سلام کریں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے پھر ان دونوں کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد شریف)

بات چیت سے پہلے سلام کریں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلام بات چیت کرنے سے پہلے ہے۔ (ترمذی)

اگر کوئی سلام نہ کرے تو اسے کھانے کے لئے نہ بلائے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلام کو کلام سے پہلے ہونا چاہیئے اور کسی کو کھانے کے لئے نہ بلالے جب تک وہ سلام نہ کرلے۔ (ترمذی شریف)

سلام کے بغیر سوال کرنے والے کو جواب نہ دے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال سے پہلے سلام ہے جو شخص سلام سے پہلے سوال کرے اسے جواب نہ دو۔ (ابن النجار)

سلام کے بغیر اجازت چاہنے والے کو اجازت نہ دے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام نہ کرے اسے اجازت نہ دو۔ (بیہقی) کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا تھا میں بغیر سلام کئے اور بغیر اجازت اندر چلا گیا، حضور ﷺ نے فرمایا باہر جاؤ اور یہ کہو **السلام علیکم ا اد خل** (کیا میں اندر آجاؤں)

آتے جاتے دونوں وقت، سلام کرے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی مجلس تک کوئی پہنچے تو سلام کرے پھر اگر وہاں بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے پھر جب وہاں سے اٹھے سلام کرے کیونکہ پہلی مرتبہ کا سلام پچھلی مرتبہ کے سلام سے زیادہ بہتر نہیں ہے یعنی جیسے

Marfat.com

وہ سنت ہے یہ بھی سنت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد شریف)

یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو ابتداً سلام نہ کرو اور جب تم ان سے راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مضطر کرو (صحیح مسلم شریف)

اگر کفار اور مسلمان اکٹھے ہوں تو؟:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس پر گذرے جس میں مسلمان اور مشرکین، بت پرست اور یہود سب ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا یعنی مسلمانوں کی نیت سے۔ (صحیح بخاری و مسلم) یعنی اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم اکٹھے ہوں تو صرف مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کرے، غیر مسلموں کو سلام کرنے کی نیت نہ کرے۔

اگر غیر مسلم سلام کرے تو کیا جواب دے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب یہود تم کو سلام کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں السام علیکم، تو تم اس کے جواب میں "وعلیک" کہو یعنی وعلیک السلام نہ کہو۔ سام کے معنی موت ہیں وہ لوگ حقیقتاً سلام نہیں کرتے بلکہ مسلم کے جلد مر جانے کی دعا کرتے ہیں اسی کی مثل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اہلِ کتاب سلام کریں تو ان کے جواب میں "وعلیکم" کہدو۔

خالی گھر میں جائے تو کیسے اور کسے سلام کرے:

اگر ایسے مکان میں جانا ہو کہ اس میں کوئی نہ ہو تو یہ کہو "السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین" فرشتے اس سلام کا جواب دیں گے (ردالمختار) یا اس طرح کہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ" کیونکہ حضور اقدس ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے۔ (بہارِ شریعت)

ہر ایک کو سلام کرے:

ہر مسلمان، جسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو سب کو سلام کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ صحابہ کرام کا عمل ہے جیسا کہ پیچھے حدیث شریف میں گزرا کہ صحابہ کرام صرف سلام کی نیت سے بازار جاتے تھے۔

سلام کرنا افضل ہے کہ سلام کا جواب دینا:

بعض نے کہا کہ سلام کا جواب دینا افضل ہے کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب، جبکہ بعض علماء نے فرمایا کہ سلام کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں تواضع ہے، جواب تو سبھی دے دیتے ہیں مگر سلام کرنا بعض لوگ کسرِ شان سمجھتے ہیں۔

سلام یا سلام کا جواب کتنی آواز سے دے:

سلام اور اس کا جواب اتنی آواز سے دے کہ مخاطب سن لے ورنہ واجب سلام یا اس کا جواب ساقط نہ ہوگا۔ (بزازیہ)

Marfat.com

سلام کے الفاظ کیا ہونے چاہیئے:

سلام ایک شخص کو کرے یا زیادہ کو، الفاظ ایک ہی ہیں یعنی ''السلام علیکم'' اور جواب دے تو ''وَعَلَیْکُمُ السَّلَام'' ثواب کے لئے دونوں کے آگے رحمۃ اللہ اور وبرکاتہ بڑھا سکتا ہے۔ (عالمگیری بحوالہ بہارِ شریعت)

سلام کا جواب کب دے:

سلام کا جواب فوراً دینا واجب ہے بلا عذر تاخیر کی تو گنہگار ہوگا اور پھر توبہ کرنی پڑے گی۔ (درمختار، ردالمختار)

جماعت، جماعت کے پاس جائے تو:

اگر کچھ لوگ جماعت کی صورت میں دوسرے لوگوں کے پاس جائیں تو جانے والوں میں سے اگر ایک شخص نے سلام کر لیا تو سب بری ہو گئے اگر ایک نے بھی سلام نہ کیا تو سب گنہگار، اسی طرح اگر سننے والی جماعت میں سے کسی ایک نے جواب دے دیا تو سب بری ورنہ سب گنہگار، افضل یہ ہے کہ سب سلام کریں اور سب جواب دیں۔ (عالمگیری)

وہ مواقع جن میں سلام کرنا ممنوع ہے:

☆ اگر کوئی شخص تلاوتِ قرآن، تسبیح، و درود شریف، میں مصروف ہو، یا انتظارِ نماز میں بیٹھا ہو، علمی گفتگو ہو رہی ہو، عالمِ دین وعظ فرما رہا ہو، تو یہ وقت سلام کرنے کا نہیں، اگر وہ سلام کا جواب نہ بھی دیں تو گنہگار نہ ہوگا۔ اسی طرح قاضی کو اگر سلام کرے اور قاضی جواب نہ دے تو قاضی گنہگار نہ ہوگا کیونکہ یہ شخص قاضی کو ملنے کی نیت سے نہیں بلکہ اپنے خاص مقصد کی خاطر گیا ہے۔

☆ ذاکر اگر اللہ کا ذکر کر رہا ہو تو اس پر بھی سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔

☆ پیشاب، پاخانہ کرنے والے پر، گانا گانے والے پر، غسل خانہ میں ننگے نہانے والے پر سلام نہ کرے اور ان پر جواب دینا واجب نہیں۔

☆ اسی طرح اعلانیہ گناہ کرنے والے کو بھی سلام نہ کرے تاکہ اسے خبر ہو کہ میرے گناہ کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، شطرنج کھیلنے والوں پر سلام کرنے میں علماء کے دو گروہ ہیں، ایک فرماتے ہیں کہ شطرنج کھیلنے والے کو سلام نہ کرے، دوسرے فرماتے ہیں کہ کرے اس لئے کہ جتنا وقت وہ سلام کا جواب دے گا اتنے وقت تک کے لئے گناہ سے بچا رہے گا۔ (عالمگیری)

کسی کے ذریعے سلام کرنا یا پہنچانا:

اگر کسی سے یہ کہہ دیا کہ فلاں کو میرا سلام پہنچا دینا تو اس پر سلام کا پہنچانا واجب ہے، لیکن اگر وہ سلام پہنچانے سے معذرت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یعنی جس کو سلام پہنچانا ہو وہ شخص اگر دور ہو تو یہ معذرت کر سکتا ہے اور پھر اس پر سلام پہنچانا واجب نہیں۔ اسی طرح مدینہ شریف جانے والوں کو لوگ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو ہمارا سلام پہنچا دیں تو یہ سلام عرض کرنا بھی واجب ہے۔ (ردالمختار)

خط میں لکھا ہوا سلام:

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے، جب سلام پڑھے اسی وقت جواب دے۔ (درمختار، ردالمختار)

Marfat.com

وجوہات طلاق اور عصر حاضر

از:۔ محمد عثمان

ارشاد باری ہے "جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو شمار رکھو" (پ ۲۸،)
مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نوبت کو آپہنچے تو اس کو چاہیئے کہ عدت کو پیش نظر رکھ کر طلاق دے۔ یعنی ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وطی نہ کی ہو اور چھوڑے رہے۔ یہاں تک کہ عدت گذر جائے۔ طلاق دیتے وقت مرد اور عورت دونوں کو عدت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ علمائے کرام کے مطابق عدت کا ایک خاص وقت ہے جو تین حیض یا تین طہر کے برابر ہے۔
نکاح کرنا انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے۔ نکاح چار وجوہات پر کیا جاتا ہے جیسے دولت کو دیکھ کر، حسن و جمال، خاندان اور یا پھر دین اسلام۔ ان چاروں طریقوں میں سے دین اسلام کو بنیاد مان کر کیا گیا نکاح بہترین ہے کیونکہ جب توحید و رسالت کو بنیاد مان کر نکاح کیا جائے تو خرابی کا احتمال بہت کم ہوتا ہے۔ ہاں اگر دولت، حسن و جمال یا پھر خاندان کو دیکھ کر نکاح کیا جائے تو خرابی کا اندیشہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ان چیزوں کو بنیاد مان کر کیا گیا نکاح محض دنیاوی شان و شوکت کیلئے ہے۔ مثال کے طور پر اللہ کے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مرد کیلئے سونے کا پہننا حرام ہے، لیکن یہاں آج کل کے زمانے میں نکاح سے پہلے منگنی میں سونے سے شروعات کی جاتی ہیں، ذرا سوچیے کہ جس چیز کی ابتدا ہی اس سے ہو جس کو خدا اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا۔ طلاق کی ایک وجہ کم علمی بھی ہے بعض اوقات عورت کو محض اس لئے طلاق دے دی جاتی ہے کہ وہ جہیز کم لائی یا زیادہ نہ لائی۔ آج ہم حضور ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کو بھلا بیٹھے ہیں کہ کس طرح انھوں ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا۔ عورتوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر طلاق دے دینا یا طلاق کی دھمکیاں دینا جائز نہیں بجز اس کے کہ وہ بدکاری کی مرتکب ہو تو ارشاد باری تعالیٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو بدکاری یا چوری کی مرتکب ہوں ان کو طلاق دینا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ایسی عورتیں جو اپنے خاوندوں سے زبان درازی کریں، نافرمان ہوں، بے ادب ہوں اور بلند آواز میں بات کریں اور ہر وقت رنج و غم کا تکرار اور ناشکری کا اظہار کرتی ہوں اور اصلاح پذیر نہ ہوں اور محاذ آرائی پر تل جائیں اور نباہ کو مشکل بنا دیں تو طلاق دینا جائز ہے۔ لیکن اگر وہ خود ہی گھر سے نکل جائیں تو یہ صراحتاً بے حیائی کا کام ہے۔ انسان غصہ میں یا خراب حالات میں ہرگز ایسی بات نہ کرے کہ بعد میں مصالحت کا معاملہ مشکل ہو جائے، اگر فیصلہ ہی پر پہنچ گیا ہے تو سنت کے مطابق طلاق احسن یا حسن دے اور طلاق مغلظہ یا ثلاثہ سے پرہیز کرے۔ کیونکہ دوران عدت رجوع ہو سکتا ہے اور اگر طلاق بدعی (ثلاثہ) بیک وقت دی تو پھر حلالہ کے بغیر رجوع ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا صلح کی گنجائش ہو سکے تو ضرور کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کے شوہر انھیں عدت میں لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اگر ان دونوں نے اصلاح و موافقت چاہی۔ اگر ظہار کیا ہے تو اپنی بیوی کے پاس جانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی حضرت اوس بن ثابتؓ نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تو ان کی اہلیہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ بہت پریشان ہوئیں اور سوچا کہ اگر میں اپنے بچے اپنے پاس رکھوں تو وہ بھوکے مر جائیں گے اور اگر اس کو دیتی ہوں تو کسمپرسی کے عالم میں ضائع ہو جائیں گے۔ وہ رونے لگیں خدا سے التجا کی اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا بیان کیا کہ میرے خاوند نے طلاق کے ارادے سے یہ الفاظ نہیں کہے محض غصے کے عالم میں کہہ دیئے ہیں تو قرآن حکیم کی سورۃ المجادلہ کی آیات نازل ہوئیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کہہ دینے سے تو اس کی ماں یا بہن نہیں بن گئی اس کا کفارہ یہ ہے کہ چھونے سے قبل ایک غلام آزاد کرے اور وہ میسر نہیں تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اگر اس کی استطاعت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ تو ظہار گویا عارضی طلاق ہے اور کفارہ کے بغیر اس کا ازالہ نہیں۔ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو حمل یا حیض کے دوران طلاق دے تو یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے اسے لازم ہے کہ رجوع کرے اگر گنجائش ہو ورنہ طلاق نافذ ضرور ہو جائے گی۔ لیکن وہ گنہگار ہوگا۔

Marfat.com

خواب اوران کی تعبیر

از محمد طاہر نقشبندی

یہ حقیقت کسی پر پوشیدہ نہیں کہ خواب میں کیا کچھ دیکھا اور جو تصور ذہن نشین ہوا۔ عوام الناس میں سے بعض کے خواب خوبصورت اور دل کو خوش کرنے والے ہوتے ہیں اور بعض کے خواب دل کو ڈرانے والے اور خوفناک قسم کے ہوتے ہیں جس سے انسان خوف زدہ ہو جاتا ہے ان دونوں قسموں کیلئے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا" اَلرُّؤیَا الصَّالِحَۃُ مِنَ اللہِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَان" اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت پاک "مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللہُ اِلَّا وَحْیاً اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" میں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ من ورآء حجاب سے خواب یا رویاء ہی مراد ہے، اور دوسروں کے مقابلے میں انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے اور وحی ہمیشہ بلاخلل وحجاب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عصمت اور نگہبانی میں ہوتی ہے، جبکہ بعض اوقات غیر نبی کیلئے شیطان بھی بنا دیتا ہے۔ (مدارج النبوت جلد نمبر ا، صفحہ ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیات)

صالحین کے خواب:

اللہ کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "لَقَدْ صَدَقَ اللہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللہُ اٰمِنِیْنَ لا مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ فَتْحاً قَرِیْباً" (سورہ فتح : ۲۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے سچا کر دیا اپنے رسول ﷺ کا سچا خواب، بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ تعالیٰ چاہے امن وامان سے، اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔ تو اس نے جانا جو تمھیں معلوم نہیں تو اسے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں، حضرت انسؓ سے مروی ہے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے فرمایا اچھا خواب جو نیک آدمی دیکھتا ہے وہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک ہے۔ (بخاری شریف جلد ۳، صفحہ ۶۸۵ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس سے مراد صالحین کے خواب کی اکثریت ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات نیک آدمی پریشان کن خواب بھی دیکھتا ہے لیکن یہ نادر کے حکم میں ہے کیونکہ شیطان کا تسلط صلحاء پر تھوڑا ہوتا ہے۔ بخلاف غیر صلحاء لوگوں کے، کیونکہ اس کے اندر صدق شاذ و نادر ہے۔ کیونکہ ان پر شیطان کا غلبہ بہت ہوتا ہے۔

یہاں پر کہتے ہیں کہ یہ ایک مشکل ہے کہ رویاء نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اس سے کیا مراد ہے جبکہ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو چکی ہے پھر اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگر خواب حضور ﷺ کا دیکھا ہوا ہے تو وہ دراصل نبوت کا جزو ہے اور غیر نبی کا خواب مجازاً شبیہاً افادہ میں اجرائے نبوت کا جزو ہے۔ کیونکہ نبوت کے مقطوع ہونے کے بعد بھی علم نبوت باقی ہے۔

لوگوں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ آیا آدمی خواب کی تعبیر دے سکتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا کیا نبوت سے کھیلا جاتا ہے ازاں بعد فرمانے لگے کہ خواب نبوت کا حصہ ہے اس کا مطلب وہی تشبیہ یا مشابہت ہے جو خواب نبوی کے ساتھ بعض غیوب پر اطلاع کی بناء پر

Marfat.com

ہیں۔ بعض کا یہ قول ہے جزوشی وصف کل کو مستلزم نہیں ہے مثال کے طور پر اگر کوئی بلند آواز سے کہتا ہے " اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللہ " تو ہم اس کو موذن نہیں کہیں گے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں آیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد بشارت کا سلسلہ باقی رہے گا (مدارج النبوت جلد ۱، ص ۳۶۶ مطبوعہ مکتبہ اسلامیات لاہور) یعنی سچے خوابوں کا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں حضرت ابوسلمہؓ کہتے ہیں مجھے عبادہ بن صامتؓ سے یہ خبر ملی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد " لَھُمُ الْبُشْرٰی " کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ مومن کا اچھا خواب ہے، جسے وہ دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔ حرب اپنی حدیث میں کہتے ہیں ہم سے یہ یحییٰ نے بیان کیا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی شریف جلد ۱، ص ۸۰، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور) ایک حدیث شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مسلم اور ابوداؤد شریف کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ جس مرض میں حضور ﷺ نے اس جہان سے رحلت فرمائی اس دوران حضور ﷺ نے کاشانہ نبوی کا پردہ اٹھا کر اپنا سر اقدس نکالا۔ آپ ﷺ کے سر مبارک پر اس وقت پٹی بندھی ہوئی تھی لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں صف باندھے نماز ادا کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! مبشرات باقی نہ رہیں گے سوائے رؤیا کے، جس کو مسلمان دیکھے گا یا اس کو دکھایا جائے گا۔ (مدارج النبوت ج ۱، ص ۳۶۶)

سچے خواب کا وقت:

دیگر ایک امر بھی علم میں ہونا چاہیئے کہ حدیث میں وارد ہے " اصدق الرؤیا با الاسحار " سب سے سچا خواب صبح صادق کے وقت کا ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں مومن کی خوابیں عام طور پر سچی ہوں گی اور جو شخص زیادہ سچا ہوگا اس کا خواب بھی زیادہ سچا ہوگا۔ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ نیک خواب، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہے۔ دوسری قسم انسان کے خیالات ہیں۔ تیسری قسم شیطانی خواب ہیں۔ جب تم میں سے کوئی ایک ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کسی سے بیان نہ کرے بلکہ اٹھ کھڑا ہو اور نماز پڑھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے خواب میں قید دیکھنا پسند ہے اور طوق کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ قید دین پر ثابت قدمی کی علامت ہے پھر فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ عبدالوہاب ثقفی نے اس حدیث کو ایوب سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حماد بن زید نے ایوب سے موقوف روایت کیا ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم، ص ۸۵، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس مسکین (شیخ عبدالحق) نے اپنے کچھ مشائخ سے یہ سنا ہے کہ اقتراب زمان سے مطلب ہے امام مہدیؑ کا زمانہ۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے دور میں عدل و انصاف، امن، امان، اور رزق میں عام برکت ہوگی کیونکہ وہ زمانہ لذت خوشی اور مسرت کے لحاظ سے تھوڑا ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو دجال کی ہلاکت کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے ہمراہ ہوں گے اور اس وقت اس امت کے تمام لوگوں سے زیادہ اپنے احوال میں بجز امام مہدیؑ سب سے زیادہ سچے اور بہتر ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر حدیث میں ہے اصدقکم رؤیا اصدقکم ۔ ترجمہ: تم میں سے زیادہ سچے آدمی کا خواب سچا ہے، خواب کے سچا ہونے میں صدق گفتار کی شرط عیاں ہے، کیونکہ راست گو آدمی کا دل روشن و منور ہوتا ہے اس کی قوت ادراک بھی طاقتور ہوتی ہے اور خیالات اور ان کے معنی درست طریق پر منقش ہوتے ہیں اور عالم بیداری میں صحیح اور سالم شخص کا خواب بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔ برعکس اس شخص کے جو جھوٹا اور سچ جھوٹ ملا کر باتیں کرنے والا ہو اس کا قلب تاریک ہوتا ہے اور فاسد، لہٰذا اس کا خواب بھی اکثر جھوٹا اور پریشان سا ہی ہوتا ہے۔ بعض اوقات سچا آدمی غلط خواب دیکھ لیتا ہے اور جھوٹا شخص صحیح خواب مشاہدہ کر لیتا ہے۔ لیکن غالب امکان باکثرت اسی کا ہے جو کہا جا چکا ہے۔ (مدارج النبوت جلد ۱، ص ۳۶۸،

Marfat.com

مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

برا خواب دیکھے تو کیا کرے:

بعض دفعہ انسان ایسے خوفناک لایعنی خواب دیکھتا ہے اس کیلئے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت ہے جو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اور شہسواروں سے تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی جانب سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو پریشان خواب نظر آئے، جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو بائیں جانب تھوک دے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیئے تو وہ نقصان نہیں دے گا۔ (بخاری شریف ج ۳، ص ۶۹۴، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

نبی پاک ﷺ کی نصیحت معبروں کے لئے:

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا خاوند غائب ہے میں حمل سے ہوں اور خواب دیکھا ہے کہ گھر کا سکون شکستہ ہے اور بھینگی آنکھوں والا ایک بچہ میں نے جنا ہے رسول اللہ ﷺ نے تعبیر میں فرمایا کہ تیرا خاوند انشاء اللہ صحیح سلامت لوٹے گا اور ایک خوبصورت نیک خصلت بچہ تو جنے گی، عورت دوسری بار پھر حاضر ہوئی، حضور ﷺ اس وقت گھر پر تشریف فرمانہ تھے، میں نے خواب کا قصہ اس عورت سے دریافت کیا، عورت نے اپنا خواب بتایا، میں نے اس کو یہ تعبیر بتائی کہ اگر خواب صحیح ہے تو تیرا شوہر فوت ہو جائے گا اور تو ایک بدکار بچے کو جنم دے گی وہ عورت بیٹھ گئی اور رونا شروع کر دیا اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ ایسے مت کرو۔ جب بھی کسی مسلمان کو تم خواب کی تعبیر بتاؤ تو خیر پر محمول کیا کرو اور تعبیر اچھی دیا کرو کیونکہ جس طرح کی تعبیر دی جاتی ہے اس طرح خواب واقعہ ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ معبروں کو تعبیر بتانے سے پہلے اس طرح کہنا چاہیئے "خیر لنا، وشر لا عدائنا"، بہتری ہمارے لئے اور برائی ہمارے دشمنوں کے لئے اور بعد میں وہ تعبیر دیں۔ نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا۔ (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۳۶۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

معبرین کے آداب:

علماء کا قول ہے کہ معبرین کے آداب میں سے یہ ہے کہ سورج طلوع اور غروب کے وقت اور زوال کے وقت تعبیر نہیں دیتے اور رات کے دوران بھی نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ کچھ اہل یوں کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے وقت خواب کی تعبیر بتانا اولیٰ اور اقرب ہے۔ بمقابلہ دوسرے اوقات کے خواب کے یاد رکھنے کے لحاظ سے یا اس لئے کہ خواب دیکھنے کے وقت سے قریب ترین یہ وقت ہے کیونکہ کبھی خواب میں نسیان واقع ہو جاتا ہے نیز اس کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ تعبیر دینے والے کا ذہن اس وقت خوب حاضر ہو اس وقت قلب کی پاکیزگی اور نورانیت ہوتی ہے اور وہ معاشی امور میں بہت کم مشغول ہوتا ہے۔ (مدارج النبوت ص ۳۶۹)

خواب دیکھنے والے کے آداب:

یہ خواب دیکھنے والے کے آداب میں شامل ہے کہ وہ سچ بولنے والا ہو وہ اپنے دائیں پہلو پر وضو کر کے سوئے۔ جسطرح حضور ﷺ کی سنت ہے وہ سونے سے پہلے سورہ الشمس، والیل، والتین، اخلاص، اور سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھے، اور اس کے بعد یہ دعا مانگے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَیۡئِ الۡاَ حۡلَامِ الۡاَحۡلَامِ وَاسۡتَخِیۡرُ وَبِکَ مِنۡ فَلَا تَکَ

Marfat.com

الشَّیْطَانُ فِی الْقَظَةِ وَالْمَنَامِ اَللّٰھم اِنّی اَسْئَلُکَ رُؤْیَا صَالِحَۃً صَالِقَتَہ نَافِعَۃً غَیْرَ سَمِیْتَہُ اَللّٰھمَّ اَوْنِیْ مُنَافِیْ مَا اَحَبُّ ."اور خواب اپنے دشمن کو نیز کسی جاہل سے بیان نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ بوجہ جہالت یا دشمنی وہ خواب کو بھلائی کی بجائے خرابی پر محمول نہ کرے۔

خواب کی اقسام:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوابیں تین قسم پر ہیں ایک سچا خواب ہوتا ہے ایک خواب انسانی خیالات ہوتے ہیں، اور ایک خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور آپ یہ بھی فرماتے کہ مجھے (خواب میں) قید پسند ہے اور طوق کو میں پسند نہیں کرتا (کیونکہ) قید دین پر ثابت قدمی ہے اور آپ یہ بھی فرماتے تھے جس نے (خواب میں) مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا ہم شکل نہیں ہو سکتا اور آپ فرمایا کرتے تھے اپنا خواب عالم یا خیر خواہ کے سوا کسی کے سامنے بیان نہ کرو یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

جس نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا:

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ سلمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا، امام بخاری کا بیان ہے کہ ابن سیرین نے فرمایا جبکہ کوئی حضور ﷺ کو اپنی ہی صورت میں دیکھے۔ (بخاری شریف جلد ۳، ص ۶۹، مطبوعہ فرید بک سٹار لاہور)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت میں آنے پر قادر نہیں۔ (ابن ماجہ، ج ۲، ص ۶۵ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی شریف ج ۱، ص ۸، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا پس عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

رؤیائے نبوی اور تعبیرات نبوی:

حضور ﷺ سے خواب اور ان کی تعبیرات بڑی کثرت سے مروی ہے چند رؤیا نبوی ﷺ احادیث کی روشنی میں پیش کی جاتی ہیں۔

دودھ دیکھنا:

امام بخاری روایت کرتے ہیں حمزہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر ﷺ نے رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا پس میں نے اس میں سے پیا۔ یہاں تک کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں میں سے بھی نکلنے لگی پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمرؓ کو دے دیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں۔ فرمایا "علم" (بخاری شریف ج ۳، ص ۶۹۵)

قمیص دیکھنا:

Marfat.com

ابوامامہ بن سہیل نے حضرت ابوسعید خدری کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں بعض کی قمیص تو سینے تک تھی اور بعض کی اس سے نیچی، جب عمر بن خطابؓ میرے پاس سے گزرے تو ان کی قمیص گھسٹ رہی تھی۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ فرمایا ''دین''۔ (رواہ بخاری ج ۳ ص ۶۹۵، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

عورت کا چہرہ کھولنا:

عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی کہ ریشمی کپڑے کے اندر تمھیں ایک آدمی نے اٹھایا ہوا ہے پھر وہ کہتا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، میں نے اس کے اوپر سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو وہ تم تھی پس میں کہتا ہوں کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا۔ (بخاری شریف ج ۳ ص ۶۹۶، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

سیاہ رنگ کی پراگندہ بالوں والی عورت کو دیکھنا:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ میں اس سے پریشان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ انھیں پھونک مارو میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے ان کی تعبیر میں دو جھوٹوں (کذابوں) سے کی جو میرے بعد ظاہر ہوں گے ایک مسیلمہ صاحب یمامہ کہلائے گا جب کہ دوسرا صاحب صنعا ہو گا۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۸، فرید بک سٹال لاہور)

ہاتھ میں کنجیاں دیکھنا:

سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مجھے جامع کلمات کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئی محمد نامی کسی بزرگ کا قول ہے کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جوامع الکلم سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور یعنی لمبے چوڑے مضامین جو پہلے کتابوں میں سمائے تھے اور ایک دو باتوں کے متعلق ہوتے تھے وہ آپ کے لئے جمع فرما دیئے تھے۔ (بخاری شریف ج ۳، ص ۶۹۷ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

گائے ذبح ہوتے دیکھنا:

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے والد ماجد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے اور ان کے خیال میں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ مکرمہ سے ایسی جگہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں، پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ تو مدینہ ہے جس کو یثرب کہتے تھے، چنانچہ میں نے گائے دیکھی اور اللہ تعالیٰ کی بھلائی، گائے تو وہ مسلمان ہے جو غزوہ احد میں شہید ہوئے اور بھلائی وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی اور سچائی کا بدلہ وہ جو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد ہمیں مرحمت فرمایا۔ (رواہ بخاری فی کتاب التعبیر ج ۳ ص ۷۰۵)

تلوار لہراتی دیکھنا:

حضرت ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے اور ان کے خیال میں انھوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار لہرائی تو وہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگئی یہ تو وہ حادثہ ونقصان ہے جو مسلمانوں کو غزوہ احد میں پہنچا، پھر وہ پہلے سے بھی اچھی حالت میں منتقل ہوگئی اور یہ وہ کرم ہے جو اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مسلمانوں کے اجتماع سے نوازا۔ (بخاری شریف ج ۳، ص ۷۰۷، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خوابوں کی حضور ﷺ سے تعبیرات:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحبت نبوی ﷺ سے مستفید ہوتے تھے اور حضور ﷺ سے خوابوں کی تعبیروں کے متعلق پوچھتے تھے اب چند احادیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خوابوں کی تعبیریں حضور ﷺ سے پیش کرتے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ قیسؓ بن عبادہ نے فرمایا میں اس مجلس میں تھا جس میں حضرت سعد بن مالکؓ اور حضرت ابن عمرؓ بھی تھے تو وہاں سے حضرت عبداللہؓ بن سلام گزرے تو لوگوں نے کہا یہ آدمی اہل جنت سے ہے میں نے کہا، لوگوں نے یہ کہا ہے، کہا سبحان اللہ لوگوں کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے جس کا انھیں علم نہ ہو، میں نے خواب میں ایک ستون دیکھا جو کسی سرسبز وشاداب باغ میں رکھا ہوا ہے اور اس میں نصب کر دیا گیا اس کی چوٹی پر ایک کنڈہ اور نیچے ایک ملازم ہے۔ منصف اور المنصف دونوں الوصیف سے ہیں۔ میں نے اس کنڈے کو جا پکڑا پس میں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور اس خواب کو عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بن سلام جب وفات پائیں گے تو دین کے کنڈے کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں گے۔ (بخاری شریف ج ۳، ص ۶۹۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں ہے میں جنت کے جس مکان میں جانا چاہتا ہوں وہ اسی کے اندر مجھے اڑا کر لے جاتا ہے پس میں نے حضرت حفصہؓ سے یہ واقع بیان کیا حضرت حفصہؓ نے یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا بھائی نیک آدمی ہے یا یہ فرمایا کہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔ (بخاری شریف ج ۳، ص ۶۹۸)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں حرشہ بن الحر کا بیان ہے کہتے ہیں جب میں مدینہ آیا تو مسجد نبوی میں چند بوڑھوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی پر ٹیک لگاتے مسجد میں آیا لوگ بولے کہ جو شخص ایک جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اسے دیکھ لے اس ضعیف العمر نے ایک ستون کے پاس جا کر دو رکعت نماز ادا کی جب وہ نماز سے فارغ ہو چکے تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا یہ لوگ آپ کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہیں انھوں نے فرمایا الحمد اللہ، جنت خدا کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے اسے اس میں داخل فرمائے میں نے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے بولا میرے ساتھ چل میں اس کے ساتھ ہو گیا وہ مجھے ایک بڑے راستے پر لیکر چل دیا کچھ دور میرے بائیں جانب ایک راستہ آیا میں نے اس طرف جانا چاہا وہ شخص بولا یہ تمھارے جانے کا راستہ نہیں اس کے بعد ایک اور راستہ میرے داہنی جانب آیا میں اس شخص کے ساتھ اس طرف چل دیا یہاں تک کہ میں ایک پھسلوان پہاڑ کے پاس پہنچا، لیکن وہاں پر میں نے ایک جانب نظر ڈالی تو مجھے ایک لوہے کا ستون نظر آیا اس پر ایک سونے کا کڑا لگا ہوا تھا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ کیا اس کڑے کو پکڑ لو گے میں نے کہا اچھا اس نے ستون کو پاؤں سے ایک ٹھوکر ماری لیکن میں کڑے کو پکڑے رہا میں نے یہ خواب نبی کریم ﷺ سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے خواب بہت اچھا دیکھا وہ بڑا میدان جو تم نے دیکھا، میدان حشر تھا، بائیں جانب دوزخیوں کا راستہ تھا لہٰذا تم دوزخیوں میں سے نہیں ہو، اور اپنی داہنی جانب جو راستہ تھا وہ جنتیوں کا راستہ ہے اور جو پھسلوان پہاڑ تم نے دیکھا وہ شہیدوں کا مرتبہ ہے وہ کڑا اسلام ہے اگر تو مرتے دم تک اس کڑے کو مضبوطی سے پکڑے رہا تو جنتی ہوگا، کہتے ہیں میری تمنا یہ تھی کہ کاش میں بھی اہل جنت میں سے ہوتا معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن سلام ہیں۔ (ابن ماجہ شریف ج ۲، ص ۴۶۲)

Marfat.com

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہتے ہیں کہیں دور دراز سے دو شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں ایک ساتھ ایمان لائے ان میں ایک تو نہایت عبادت گزار بہت محنت کرنے والا تھا دوسرا اس سے کم۔ پہلا شخص ایک جہاد میں شہید ہوگیا، دوسرا شخص ان کے ایک سال بعد تک زندہ رہا طلحہ کہتے ہیں میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا اور ان دونوں میں سے پہلا شخص جنت میں داخل ہونے کیلئے آیا، کسی نے جنت میں سے نکل کر اس کو اندر جانے سے روک دیا اس کے بعد دوسرا شخص آیا جو کم عبادت کیا کرتا تھا اس نے اندر جانا چاہا تو اس جنتی شخص نے اس کو اجازت دے دی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر بولا کہ تم واپس چلے جاؤ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا صبح اٹھ کر حضرت طلحہؓ لوگوں سے اپنا خواب بیان کرنے لگے لوگوں نے بڑی حیرت ظاہر کی حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس بات پر تعجب ہوا ہے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلا شخص نہایت عبادت گزار اور شہید تھا وہ جنت میں بعد میں داخل ہوا اور جو اس سے کم مرتبہ کا تھا وہ پہلے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ دوسرا شخص شہید کے ایک سال بعد زندہ نہیں رہا لوگوں نے عرض کی جی ہاں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بس تو ایک سال میں اس نے رمضان کے روزے بھی پائے نمازیں بھی پڑھیں اور فلاں فلاں نیک کام نہ کئے لوگوں نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسی وجہ سے ان دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہوگیا۔ (ابن ماجہ شریف ج ۶، ص ۹۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت عمارؓ بن زید بن ثابت نے حضرت ام العلاءؓ سے روایت کی ہے کہ جوان کی عورتوں میں سے ان کی ایک عورت تھی اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی حضرت عثمان بن مظعونؓ رہائش کے لئے قرعہ اندازی میں ہمارے لئے نکلے جبکہ انصار نے مہاجرین کی رہائش گاہ کے لئے قرعہ اندازی کی تھی وہ بیمار پڑ گئے تو ہم نے ان کے کپڑوں کا کفن دے دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابو سائب! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے میں آپ پر گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بزرگی عطا فرمائی ہے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا، میں عرض گزار ہوئی کہ خدا کی قسم مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں تھا فرمایا کہ جہاں تک ان کی بات ہے تو انھوں نے وفات پائی اور میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں لیکن خدا کی قسم میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں، کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاءؓ نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں کسی کی تعریف نہیں کروں گی، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان کے لئے خواب میں دیکھا کہ چشمہ جاری ہے پس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس بات کا آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کا عمل ہے جو ان کے لئے جاری رہے گا۔ (بخاری شریف ج ۳، ص ۶۹۹)

جھوٹا خواب بیان کرنے کی ممانعت:

امام ترمذی بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے اسے قیامت کے دن جو کے دانوں کے درمیان میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گرہ نہیں لگا سکے گا یہ حدیث صحیح ہے۔ (ترمذی شریف ج ۶، ص ۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو ایسا خواب بیان کرے کہ اس نے دیکھا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے جو کے دانوں میں گرہ لگانے کیلئے فرمائے گا، جبکہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا اور جس نے لوگوں کی بات کان لگا کر سنی حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہیں یا اس سے کنارہ کش رہتے ہیں تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا (رواہ بخاری ج ۳، ص ۷۰۷)

Marfat.com

خواب میں ناپسندیدہ بات دیکھیں تو اسکا کسی سے ذکر نہ کرے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوسلمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں جب خواب دیکھتا ہو تو بیمار پڑ جاتا ہوں یہاں تک کہ میں نے ابوقتادہؓ کو فرماتے سنا کہ میں بھی جب خواب دیکھتا ہوں تو بیمار پڑ جاتا ہوں یہاں تک کہ میں نے نبی کریم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو کسی سے اس کا ذکر نہ کرے مگر جو اس سے محبت رکھتا ہو، اور جب ایسی چیز دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسکے شر سے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگنی چاہئے اور تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہیں دے گا۔ (بخاری شریف ج ۲، ص ۱۰۴۸)

حضرت ابراہیم کا خواب:

حضرت ابراہیم کا خواب قرآن عظیم نے بڑے خوبصورت اسلوب میں پیش کیا ارشاد ربانی ہے پھر جب وہ اسکے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گیا تو کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا اے میرے باپ کیجیئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے آپ مجھے صابر پائیں گے، تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا، اس وقت کا حال نہ پوچھو اور ہم نے ندا فرمائی اے ابراہیمؑ! بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ (سورۃ الصافات آیت ۱۲ تا ۱۵)

رؤیا کے چند مسائل:

مسئلہ: خواب دو قسم کا ہے ایک اچھا اور ایک برا۔ جس نے اچھا خواب دیکھا تو یہ صالح انسان کے ساتھ خاص ہے اور جس نے برا خواب دیکھا تو گنہگار انسان کا خواب برا ہوتا ہے۔

مسئلہ: جب سوئے تو جس طرح حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اس طرح سوئے اور سوتے وقت یہ دعا پڑھے یا اللہ مجھے خواب کی بھلائی عطا فرما اور اس کے شر سے محفوظ رکھ۔ نیز آیت الکرسی، سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، پڑھے۔

مسئلہ: جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو صالح انسان یا کسی عالم سے تعبیر پوچھے۔

مسئلہ: جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کسی سے بیان نہ کرے اور اپنے بائیں جانب تھتکار دے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

مسئلہ: جس نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا تو بے شک اس نے نبی پاک ﷺ کو ہی دیکھا کہ شیطان، آپ ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

تجدید اسلام اور مجدد ہزارہ دوم

(گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے)

ڈاکٹر احسن اظہر ایم بی بی ایس، ایم۔ڈی

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

"میری امت کبھی بھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے آغاز پر ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو اس دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے"۔

خداوند تعالیٰ خالق کائنات ہے۔ بشر کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اتارا اور پھر انسانی رشد و ہدایت اور تعلیمات کا سامان بھی خود ہی میسر کیا۔ مختلف ادوار میں زمین کے مختلف خطوں میں انبیاء و رسل کا ظہور ہوا۔ وہ خالق کل کے مبعوث کردہ نمائندے تھے جنہوں نے انسان کو اس کے وجود کے مقصد سے روشناس کیا۔ اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ احکامات سے آگاہ کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا درس دیا۔ سلسلہ بہ سلسلہ یہ کڑی نبی آخر الزماں ﷺ پر اختتام پذیر ہوئی۔ دین کی تکمیل ہوئی اور شریعت محمدی ﷺ کا اطلاق ہوا۔ نبی ﷺ نے فریضہ تبلیغ امت کے سپرد کیا۔ آپ ﷺ کے بعد علماء و صلحاء ہی اس امانت کے امین ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد "علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔ کے مطابق تاقیامت دین محمدی ﷺ کے غلبے اور سربلندی کے لیے کام کرتے رہیں گے۔ اسلامی معاشرے میں تصوف کا عنصر بہت واضح ہے۔ دین اسلام میں تصوف کے علمبردار اولیاء عظام اور صوفیاء کرام ہیں۔ ختم نبوت ایک حقیقت ہے تو وارثان نبوت اس کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی معرکہ حق و باطل بپا ہوا۔ گروہ اولیاء حق کی نصرت و حمایت میں سینہ سپر ہو گیا اور جہاں دین کو کوئی آنچ آنے کا خطرہ لاحق ہوا انہیں مرد قلندروں نے اسے سنبھالا دیا۔

بلاشبہ اسلام کی کرن خلفائے راشدین خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ کے دور ہی میں برصغیر میں جلوہ افروز ہوگئی تھی۔ لیکن اس حقیقت کا سہرا علماء و صوفیاء کرام کے سر ہے جن کی بدولت اسلام صحیح معنوں میں عرب سے نکل کر سرزمین ہند کے باسیوں کے دلوں میں موجزن ہوا۔ یہ سلسلہ نسل در نسل بڑھتا چلا گیا اور برصغیر میں اسلام کی روشنی دور دور تک پھیل گئی۔

"سرزمین دلی کی مسجود دل غم دیدہ ہے
ذرے ذرے میں اسلاف کا لہو خوابیدہ ہے"

امور سلطنت مسلمان حکمرانوں کے ہاتھ میں تھے اور دین کا ستون یہ علماء و صالحین تھے جن کی آراء اور تعلیمات کی روشنی میں حکمران وقت زندگی کا تانا بانا بنتے تھے۔ محمد بن قاسم، قطب الدین ایبک، شہاب الدین غوری، محمود غزنوی، سادات، لودھی، سوری اور تغلق خاندانوں سے ہوتے ہوئے یہ سلسلہ مغلوں تک پہنچا۔ مغل جہاں اپنے جاہ و جلال میں مشہور تھے وہاں علمائے دین کے لیے ان کی محبت و عقیدت بھی بے مثل تھی۔ لیکن کفر کی طاقتیں کب چپ رہنے والی تھیں۔ قانون فطرت ہے کہ نیکی اور بدی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ واقعات و حالات دونوں کو ایک دوسرے پر غالب کرتے رہتے ہیں۔ ہندو کبھی مسلمانوں کے وجود کو تسلیم نہیں کر پائے اور ہمیشہ ایسے موقع

Marfat.com

کی تلاش میں رہے جب وہ اسلام اور اس کے شیدائوں کو ایسی ضرب لگائیں کہ وہ پھر کبھی نہ سنبھل سکیں۔ اکبر شہنشاہ کے دور میں ہندوؤں کو اپنے تعصب آمیز ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا موقع میسر آیا۔ اکبر ایک خداترس انسان اور نیک صفت مسلمان تھا۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی بلند مرتبہ علماء حضرات کی صحبت اور علم دین و حدیث کا شیدائی تھا۔ وہ اس مقصد کے لئے علماء کے گھر جاتا اور یہاں تک کہ ان کے جوتے سیدھے کرتا اور دین اسلام کے اصول و فروغ کی تحقیق میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے اس کی ایک خامی، جو بعد میں تمام مصائب کا موجب بنی، حد درجہ انسان دوستی اور دوست و دشمن میں تمیز سے ناآشنائی تھی۔ اکبر نے جہاں مسلمانوں کی دل جوئی کی وہاں ہندوؤں کی سرپرستی میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انہیں اس کے حرم اور دربار میں مخصوص عزت بخشی جاتی۔ اس پر اس زمانے کے علماء سوء اور نام نہاد صوفیاء کی بے عملی اور نااہلی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بادشاہ کو دین الٰہی کی تخلیق کی طرف گویا زبردستی مائل کر دیا۔

علماء کے مابین نشست گاہوں کا اختلاف، ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے، زر طلبی، ہوس اور ہلڑ بازی، حرام، حلال کے بے معنی فتوے اور دیگر ایسے واقعات نے اکبر کو دین سے بدظن کر دیا اور اللہ و رسول ﷺ سے بغاوت پر آمادہ کیا۔ اکبر کی دینی حمیت کو شدید دھچکا لگا۔ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں اور دیگر، اقلیتوں نے بھی خوب بادشاہ کے کان بھرے۔ ملا مبارک ناگوری اور ان کے بیٹوں، جو بلند پایہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، نے بادشاہ کو باور کرایا کہ محمد عربی ﷺ کا دین صرف ہزار سال کے لئے آیا تھا چنانچہ وہ ختم ہوا اور اب آپ ہی امام زمانہ ہیں، امام مہدی ہیں، غرضیکہ دین الٰہی کی داغ بیل پڑی۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ اکبر خلیفہ اللہ لگا دیا گیا۔ بادشاہ کی بیعت کی جانے لگی۔ صبح کو بادشاہ سورج کی پوجا کرتا اور لوگ بادشاہ کی پوجا کرتے۔ شاہی محل میں عبادت کی غرض سے رات دن آگ اور گائے اور گائے کے گوبر کی پوجا کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔

بادشاہ کے گرد دنیوی عیش و عشرت، شراب و کباب اور دیگر لوازمات کی بھرمار کر دی گئی۔ شہنشاہ اکبر حکمرانی کو سلطانی اور خدائی سمجھ کر جاہ طلبی اور زر پرستی کے ایسے بھنور میں پھنسا کہ عوام کا خادم اور خیر خواہ بننے کی بجائے ان کا رب بن بیٹھا۔ رعایا کی زندگی بھیڑ بکریوں سے بھی ابتر ہوگئی۔ سود اور جوا حلال قرار دیدیا گیا۔ مساجد کو مسمار کر کے مندر تعمیر کر دیئے گئے۔ بادشاہ کے حضور سجدہ ریزی کی روایت قائم کی گئی۔

اس پر آشوب دور میں جبکہ اسلامی حمیت اور یگانگت کا شیرازہ بکھر رہا تھا، سرہند شریف میں حضرت شیخ احمد اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ 971ھ کا زمانہ جب اکبر کی حکومت عروج پر تھی۔ آپ کے والد شیخ عبدالاحد کا اپنے وقت کے مخلص، نیک اور بلند پایہ علماء میں شمار ہوتا تھا۔ حضرت مجدد کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد گرامی نے خواب میں دیکھا کہ پوری کائنات پر ظلمت و تاریکی کا غلبہ ہے۔ سور، بندر اور ریچھ لوگوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ یکایک میرے سینے سے نور نکلا۔ اس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔ اسی تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے اور کوئی شخص با آواز بلند کہہ رہا ہے۔

"حق آگیا، باطل بھاگ گیا اور یقیناً باطل کو بھاگنا ہی تھا"۔

یہ وہی الفاظ تھے جو کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک فرماتے وقت آپ ﷺ کی زبان اقدس پر جاری تھے۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

شیخ عبدالاحد نے اپنے خواب کی تعبیر سلسلہ قادریہ کے باکمال بزرگ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے دریافت کی جنہوں نے آپ کو

Marfat.com

فرزند ارجمند کی بشارت دی۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ الحاد و بدعت کی قوتوں کے لیے ایک تازیانہ بن کر تشریف لائیں گے۔ اسی طرح کی پیش گوئی پانچ سو سال پہلے چھٹی صدی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمائی تھی۔

قرآن و حدیث کا درس اور تصوف کی تعلیم امام ربانی نے اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ پھر متعدد روحانی سلسلوں سے وابستہ رہے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق کی خواہش آپ کے قلب اطہر میں اُمڈتی رہی۔ جب آپ نے سلسلہ کے بانی حضرت باقی باللہؒ کا ذکر سنا تو آپ اپنی عقیدت مندانہ طلب کو دبا نہ سکے۔ حضورؒ کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور اڑھائی ماہ ان کی صحبت میں بسر فرمائے۔ اسکے بعد دو مرتبہ آپ نے حضرت کی زیارت فرمائی۔ آخری مرتبہ رخصت ہوتے وقت حضرت باقی باللہؒ نے فرمایا۔

"جب میں نے برصغیر آنے کا ارادہ کیا تو استخارہ کیا۔ استخارہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک بہت خوبصورت طوطی جو بہت میٹھی باتیں کرتا ہے میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا ہے اور میں اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال رہا ہوں اور وہ اپنی چونچ سے شکر میرے منہ میں دے رہا ہے۔ میں نے اپنا استخارہ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ امکنگیؒ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ طوطی سرزمین ہند کا جانور ہے۔ وہاں تمہاری تربیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا۔ جس سے ایک عالم منور ہوگا اور تمہیں بھی حصہ ملے گا۔ یقیناً اس کی تعبیر آپ ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک آفتاب کی مانند مشعل میں نے سرہند میں روشن کی ہے اور محسوس ہوا کہ اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ ترقی کر رہی ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کر رہے ہیں"۔ یہ حضرت شیخ احمد سرہندی ہی کا خاصہ تھا کہ انہیں اس کٹھن ذمہ داری کے لئے مخصوص کیا گیا۔

اکبر کے بعد اس کے جانشین جہانگیر نے بھی انہی رسومات کو جاری رکھا۔ مسلمانوں میں شرک و بت پرستی عام ہو چکی تھی، بدعتوں کی روایات قائم ہو رہی تھیں۔ مسلم اور ہندو کا امتیاز ختم ہو کر رہ گیا تھا اور حالات یہ تھے کہ دین اسلام کی حقیقت (نعوذ باللہ) دین الٰہی کے آگے ماند پڑ رہی تھی۔ ایک سچا مسلمان اور نبی محمد ﷺ کا غلام ہونے کے ناطے حضرت صاحب سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہو سکا اور آپ میدان عمل میں اُتر آئے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

آپؒ نے سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تبلیغ و تصحیح عقائد کا ایک جامع اور مؤثر طریقہ اختیار کیا۔ آپؒ نے اپنے خیالات کا اظہار صرف عوام اور اپنے مریدوں تک محدود نہ رکھا بلکہ بادشاہ کے معتمدین خاص اور سپہ سالاروں کو مکتوبات کے ذریعے اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ آپ کم ظرف علماء اور جاہ و زر کے دلدادہ صوفیاء کے خلاف کمربستہ ہوئے کیونکہ یہی وہ لوگ تھے جن کے نام نہاد اور جعلی فتوؤں اور بے دلیل اقوال نے بادشاہ کو فساد برپا کرنے اور مذہب سے عناد پر مائل کیا تھا اور آپؒ جانتے تھے (جیسا کہ آپؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں) کہ

"بادشاہ کی اصلاح سے عالم کی اصلاح اور اس کے فساد سے عالم کا فساد ہے"۔

حضرت مجددؒ کی ان مساعی جمیلہ کے پیش نظر اس وقت کے علماء سوء اور نام نہاد صوفیاء نے آپ کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ انہوں نے اپنے منفی پروپیگنڈہ سے بادشاہ کو باور کروایا کہ یہ شخص بغاوت پر اتر آیا اور ان کی پیش قدمی کو روکنا ہوگا۔ آپؒ کے خلاف بادشاہ کے دل میں شکوک و شبہات کا ایسا زہر پھیلا دیا کہ بالآخر آپؒ کو دربار میں طلب کر لیا گیا۔ وہاں ایک مرتبہ پھر بادشاہ کو آپؒ سے بدظن کرنے کے

Marfat.com

لئے واویلا کیا گیا کہ حضرت نے شاہی روایات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سجدہ تعظیمی ادا نہیں کیا۔

حضرت مجددؒ نے اپنا موقف واشگاف الفاظ میں پیش کیا۔ آپ نے جہانگیر کو اسلام کی اصل حقیقت اور خدائے وحدہ لاشریک کی واحدانیت کا درس دیا۔ آپؒ نے نظریہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے تمام اسرار و رموز سے آگاہ کیا اور جہانگیر کو راہ حق پہ آنے کی دعوت دی۔ لیکن طاقت کے نشے میں مخمور حکمران جس گرداب میں پھنس چکا تھا ابھی وہاں سے نکلنے میں وقت درکار تھا۔ ادھر حضرت مجدد کے کڑے امتحان کا وقت تھا۔ آپؒ کو حکومتی باغیوں کے قید خانہ قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا لیکن قید و بند کی ان صعوبتوں کے پیچھے درحقیقت مشیت ایزدی نے آنے والے سنہرے وقت کا سامان کر دیا تھا۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ قید میں ہزار ہا گمراہوں کے لیے رشد و ہدایت کا مینار ثابت ہوئے۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اس دوران اپنے مکتوبات کے ذریعہ آپ نے قید خانے سے باہر بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

جہانگیر بادشاہ ایک لا علاج مرض میں مبتلا زندگی کی دوڑ ہار رہا تھا۔ چند روایات کے مطابق اس کی بیٹی کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے امام ربانیؒ کو قید کرنے کے سلسلے میں اس کے باپ سے ناراضگی کا اظہار کیا۔ جب بیٹی نے یہ خواب اپنے باپ کو سنایا تو وہ خوف سے لرز اٹھا۔ اس نے حضرت مجددؒ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہی اور غیر مشروط احکامات رہائی صادر کئے۔ لیکن حضرت مجددؒ نے رہائی کے لئے چند شرائط رکھیں۔

(۱) تمام مسمار شدہ مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے۔

(۲) کفار سے اسلامی قواعد کے مطابق جزیہ لیا جائے۔

(۳) مسلمانوں کو گائے کے ذبح کرنے کی اجازت دی جائے۔

(۴) شاہی دربار میں سجدہ تعظیمی کلیتہً بند کر دیا۔

جہانگیر نے آپ کی شرائط منظور کر لیں اور آپ قید خانہ سے باہر تشریف لائے۔ قید سے رہائی کے بعد بادشاہ کچھ روز آپ کی صحبت میں رہا جس سے اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اس نے صدق دل سے توبہ کر لی اور تمام برائیوں کو یکسر ترک کر دیا۔

حضرت مجددؒ کی کاوشوں کی بدولت یہ خطہ ایک مرتبہ پھر اسلام کا مرکز بن گیا۔ دین کا احیاء، سنت کی اقامت اور بدعات کے خاتمے کے لئے آپ نے جو خدمات سرانجام دیں وہ اسلامی تاریخ کا سرمایہ عظیم ہیں۔

دور حاضر کے ایک مفکر لکھتے ہیں جہانگیر کے دور حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ آ گئے آئے۔ آپؒ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اس انقلاب اور تبدیلی کے نتیجہ میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں۔ وہ اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگزیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی ہوئے فضاؤں میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔

حضرت مجدد صاحبؒ خود تحریر کرتے ہیں کہ

" مگر اس وقت جبکہ اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کی ظلمتوں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اس وقت متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت پورا عالم بدعت کی کثرت کی وجہ سے بحر ظلمات کی طرح نظر آ رہا ہے اور سنت کا نور اپنی غربت وقلت کے باعث اس بحر ظلمات میں کرم ہائے شب افروز (جگنو) کی طرح محسوس ہو رہا ہے"۔

Marfat.com

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کو زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے۔ خصوصاً ایسے زمانے میں جبکہ اسلامی شعائر بالکل مٹ گئے ہوں"۔

زندگی کے ایام آخر میں آپ نے تمام تر ذمہ داریاں اپنے صاحبزادوں کو سونپ دیں۔ خود نماز با جماعت کے علاوہ نفل نماز، تلاوت قرآن پاک، طریقت کے اذکار، صدقات وخیرات کی کثرت فرمائی۔ 1034ھ میں 63 برس کی عمر میں آپ رحلت فرما گئے لیکن باقیات وصالحات کا ایک ایسا سلسلہ بلکہ خزانہ چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔

اپنے ایک مکتوب میں آپ اپنے صاحبزادگان کو لکھتے ہیں۔

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی۔ فراخی، تنگی، آرام، تکلیف، رحمت، زحمت، سختی، نرمی، عافیت، وآزمائش ہر حال میں رزق عطا کرتا ہے۔ اور صلوٰۃ وسلام ہے اس ذات اقدس پر جن کی ایذا اور آزمائش بے مثل ہے اور اسی آزمائش میں کامیابی پر آپ کو رحمتہ للعالمین کے لقب سے نوازا گیا۔ فرزندان گرامی، ابتلا وآزمائش اگرچہ تلخ و بے مزہ ہیں۔ لیکن اللہ کی طرف سے اگر اس کا موقع ملے تو بہت غنیمت ہے"۔

حضرت امام ربانی نے اسلام کے خلاف "دین الٰہی" کے نام سے اٹھنے والی آندھی کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور ایک جابر حکمران سے بلاخوف غیرے ٹکر لی۔ آپ نے انتھک محنت اور جانفشانی سے از سر نو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے خدمات سرانجام دیں جن کی مثال نبی کریم ﷺ کے بعد دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔ آپ کے اس عظیم کارنامے کو رب العالمین کی بارگاہ میں جو شرف قبولیت نصیب ہوا ہے اس کی بدولت پورے عالم اسلام میں آپ کو مجدد الف ثانی یعنی ہزارہ دوم کے مجدد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت یاد کیا جائے گا۔

آپ کی تعلیمات تا قیامت دین کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے مینارہ نور کا کام کریں گی۔ موجودہ وقت بھی ایک ایسے مرد آہن کا تقاضا کرتا ہے جو نبی اکمل ﷺ اور حضرت مجددؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی باکمال بصیرت کے بل بوتے پر اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے ان اشعار میں اسی خواہش کا اظہار کیا ہے (یہاں "ساقی" سے مراد حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرف اشارہ ہے)

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی!
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی!

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

(اقبالؒ)

ذخیرہ ... جمیل احمد ... لاہور پاکستان

Marfat.com

شان اولیاء، مزارات اولیاء اور عرس کی شرعی حیثیت

از: محمد ہاشم بشیر نقشبندی

برصغیر پاک و ہند کے اندر اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کی ایک درخشاں اور تابناک تاریخ ہے۔ یہ علم کی روشنی، یہ ایمان کا نور جو نگر نگر قریہ قریہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ سارے کا سارا اولیاء اللہ کا صدقہ ہے۔ دور حاضر میں جہاں اولیاء اللہ کی سوانح حیات اور ان کی خدمات دینیہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے۔ وہاں اللہ کے نیک بندوں کے خلاف سوقیانہ پروپیگنڈا بھی کیا جا رہا ہے کہ صوفیاء کرام معاذ اللہ جاہل تھے اور یہ سراسر بہتان، لاعلمی، اور دریدہ دہنی ہے اور صوفیاء کے حوالے سے مکمل جہالت ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم اور تعلم کا فریضہ اولیاء اللہ کے کاندھوں پر رہا۔ اللہ کے نیک بندے جہاں بیٹھ گئے انھوں نے وہاں اسلام کی شمعیں روشن کیں۔ حضور غوث پاک کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ آپ نے تحصیل علم کے لئے بغداد کا سفر کیا اور جامعہ نظامیہ میں داخل ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس فرض منصبی سے جتنا اولیاء کرام آگاہ تھے اور کوئی آگاہ نہ تھا۔ حضور نبی پاک ﷺ نے بذات خود مسجد نبوی شریف کے اندر ایک درس گاہ الصفہ قائم کی اور اس کے ھادی و معلم خود حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ اس درس گاہ سے کسب فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد ستر تھی۔ اور اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ ان فیض پانے والوں میں، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابو ہریرہؓ جیسی ہستیاں تھیں۔ ارشاد نبوی ہے "بعثت معلما" رسول اللہ ﷺ جہاں علم و حکمت کے موتی لٹاتے تھے وہاں قدرت کے سربستہ رازوں سے پردہ بھی اٹھاتے تھے۔ نبی پاک ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خود پڑھاتے تھے اور جب کوئی طالب علم تیار ہو جاتا تو اس کے بعد اسے کسی علاقے کے اندر تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ بذات خود تین دن تک درس ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور جب آپ گفتگو کرنے کے لئے تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہمارے آقا ﷺ جب کھڑے ہو کر گفتگو کرتے تو ایسا لگتا جیسے ابھی جنت سے آ رہے ہوں۔ حضور ﷺ گفتگو فرماتے ہوئے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو پتہ چلتا کہ جیسے براہ راست اپنے پروردگار سے کوئی بات پوچھ رہے ہیں۔ نبی پاک ﷺ اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرماتے انگشت شہادت کے ساتھ پتہ چلتا جیسے سات آسمانوں سے گذر گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پڑھایا سکھایا اور ان کے سینوں کے اندر علم کی شمع کو روشن کیا اور ایک اندازے کے مطابق آپ نے جب تک اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا مکہ شریف کے اندر صرف **17** آدمی ایسے تھے جو لکھ پڑھ سکتے تھے، **23** سالوں کے اندر میرے آقا مصطفےٰ کریم ﷺ نے علم و حکمت کے دریا بہا دیئے اور آپ ﷺ کے حلقہ درس سے فارغ ہونے والی ہستیاں جس وقت باہر نکلیں تو ان میں سے ایک حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ہیں۔ جن کا ارشاد ہے اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں قرآن سے تلاش کرتا ہوں۔ یہ قرآن فہمی اور منفرد علمی عظمت ہے۔ جب خدمت گاروں، حلقہ بگوشوں کی یہ شان و عظمت ہے تو ان کے آقا ﷺ سردار کا عالم کیا ہوگا۔ حضور ﷺ کے اس مشن کو اگر کسی نے برصغیر پاک و ہند میں زندہ کیا ہے تو وہ اولیاء اللہ ہیں۔ حضور ﷺ عورتوں کے لئے بھی وقت مختص فرمایا کرتے تھے۔ اس عظیم حلقہ درس میں پڑھنے والے ایک اور صحابی حضرت

Marfat.com

عبدالرحمٰنؓ ہیں جن کو ابو ہریرہؓ کہا جاتا ہے جن سے نبی پاک ﷺ کی 5374 احادیث مروی ہیں۔ ان کے حافظہ کا عالم کیا ہوگا؟ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو میری 40 احادیث زبانی یاد ہوں گی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اسے علماء کی صف سے اٹھائے گا۔ ہمارے سینے میں گانے ہیں، مرثیئے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سینوں میں قرآن تھا، میرے مصطفےٰ ﷺ کا فرمان تھا۔ اولیاء اللہ کے سینوں کے اندر بھی قرآن اور مصطفےٰ ﷺ کا فرمان تھا۔ نبی پاک ﷺ کی زوجہ محترمہ، ہم مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آپ ﷺ کی 2210 احادیث مروی ہیں۔ اور یونہی تقریباً اڑھائی ہزار احادیث مبارکہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ دین کا دارومدار ہی قرآن وحدیث پر ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر ان کو پکڑے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہوں گے۔ ایک قرآن ہے، دوسرا میرا فرمان (سنت) ہے۔ صحابہؓ نے اس فرمان کو اپنے پلے باندھ لیا اور ان کے بعد ہر دور میں اس مشن کو اولیاء اللہ نے اپنے پلے باندھے رکھا اور ساری زندگی قرآن اور حدیث کے مطابق عمل کرتے گزری۔ آج اگر کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا تیجہ، ساتواں، دسواں اور چہلم کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن مقام غور ہے کہ بعض اولیاء کرام کو وصال فرمائے ہوئے صدیاں گذر گیئں لیکن آج بھی ان کے مزارات پر قرآن حکیم کی تلاوت صبح وشام جاری ہے، اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ انھوں نے قرآن وحدیث پر نہ صرف عمل کیا بلکہ اسی کی دعوت دیتے رہے تو یہ اللہ کا انعام ہے کہ ان کی سعی مقبول ٹھہری اور آج دن رات ان کے مزارات پر قرآن خوانی جاری ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ کی زندگی کے دو پہلو تھے، صبح سے لے کر عشاء تک اور عشاء سے لے کر صبح تک، صبح سے لے کر عشاء تک میری سرکار کی ہر گفتار کو ہر ادا کو۔ لیل ونہار کو ایک لاکھ اور کئی ہزار صحابہؓ نے دیکھا اور بیان کیا اور عشاء سے لیکر فجر تک میری سرکار کی ہر ادا کو تمام امہات المؤمنینؓ اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا سمجھا اور بیان فرمایا حضور ﷺ کا حضرت عائشہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم میرے سینے میں ڈالا ہے وہ میں نے عائشہ کے سینے میں نچوڑ دیا صحابہؓ سے مروی ہے کہ ہمیں جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور حل نہ ہوتا تو ہم حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رجوع کرتے جو اسے حل فرماتیں یہ خواتین کا کردار ہے۔ اسلامی معاشرے میں ان کی کوکھ سے جنم لینے والی ہستیوں میں سے کوئی خواجہ خواجگان غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کہلائے تو کوئی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور کوئی حضور بابا فرید گنج شکر کے نام سے معروف ہوئے۔ ایک بزرگ اپنے بچے کو لے کر قاری صاحب کے پاس آتے ہیں اس کو قرآن پاک کی تعلیم دیجئے قاری صاحب نے بچے کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا، کہنے لگے بچہ چھوٹا ہے۔ بزرگ کہنے لگے یہ بچہ چھوٹا ہے لیکن اس کی ماں نے اس کی تربیت بڑے اچھے طریقے سے کی ہے۔ قاری صاحب نے بچے سے کہا کہ کبھی قلم گھڑی ہے، تختی لکھی ہے، بچے نے کہا مدرسے میں آج پہلی بار آیا ہوں قاری صاحب نے کہا پڑھو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" جب بچے کو بسم اللہ پڑھائی گئی تو بچے نے بسم اللہ سے پڑھنا شروع کیا پندرہ پارے زبانی سنا دیئے قاری صاحب حیران ہو گئے اور بولے تم کہتے ہو کبھی مدرسے نہیں گیا یہ پندرہ پارے کیونکر حفظ کر لئے؟ بچے نے کہا حضرت! میں تو اگلے پندرہ پارے حفظ کرنے آیا ہوں، رہے یہ حفظ پندرہ پارے تو جب میری والدہ تہجد کے وقت بیدار ہوتیں تو مجھے بھی اٹھا دیتی تھیں، وہ پندرہ پاروں کی حافظہ ہیں تو تہجد کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتیں تو مجھے یہ سن سن کر حفظ ہو گئے۔ قاری صاحب نے پوچھا کہ حضرت صاحب! اس بچے کا نام کیا ہے؟ تو کہا قطب الدین بختیار کاکی، یہ وہی نابغہ عصر ہیں جو بابا فرید الدین کے شیخ اور سرکار اجمیری کے خلیفہ

Marfat.com

مجاز ومحبوب ہیں۔ایسی مائیں تھیں۔ایک اور خاتون ہیں جو نوافل کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہوتیں، نیت باندھتیں دو نوافل کے اندر پورا قرآن تلاوت کر جاتیں یہ حضرت رابعہ بصریہ ہیں۔اقبال لکھتے ہیں کہ اے مسلمان خاتون! تو قرآن پڑھا کرتی تھی سننے والے حضرت عمر تھے، تو نے قرآن کیا پڑھا اللہ نے ان کی تقدیر بدل دی۔یہ وہ قرآن ہے جس کو ذرے نے لیا تو آفتاب بن گیا۔جس کو قطرے نے پیا تو سمندر بن گیا۔جس کو مردے نے پیا تو مسیحا بن گیا، یہ وہ قرآن ہے جس کو اگر خالدؓ نے پڑھا تو سیف اللہ بن گئے جس کو امام حسینؓ نے پڑھا تو سید الشہداء اور سردار جنت ہوئے۔برصغیر میں علم کی پھیلی ہوئی روشنی اولیاء اللہ کا صدقہ ہے۔ہم اپنے آپ کو چشتی کہتے ہیں، صابری کہتے ہیں، نقشبندی کہتے ہیں، قادری کہتے ہیں، مجددی کہتے ہیں لیکن اپنے بزرگوں اور اپنے اسلاف کے کردار کا مطالعہ تو کریں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ مسلسل چالیس سال گزر جاتے ان کی تکبیر اُولیٰ قضا نہ ہوتی، چشتی بننا بہت مشکل ہے، صرف اپنی ذات کے ساتھ۔اپنے نام کے ساتھ کسی نسبتی لاحقہ کا اضافہ کر لینا کوئی کمال نہیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی وصیتیں نکلوائی گئیں تو آپ کی وصیت یہ نکلی کہ میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس کی تکبیر اُولیٰ، سنت مؤکدہ، نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔جس نے کبھی غیر محرم عورت کو نہ دیکھا ہو۔حضرت کا جنازہ حاضر ہے، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے، کوئی بھی شخص آگے نہیں بڑھ رہا کہ کسی میں یہ خصوصیات مشترکہ نہ تھیں، کسی میں اگر ایک خصوصیت تھی تو باقی تین نہ تھیں، دو خصوصیات تھیں تو باقی دو نہ تھیں، تو کیا ان کی نماز جنازہ نہ ہوئی حالانکہ تاریخ گواہ ہے اور تاریخ کبھی بخل سے کام نہیں لیتی، انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اس سمندر میں سے ایک شخص آگے بڑھتا ہے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہتے ہیں کہ حضرت آج تک یہ راز میرے اور اللہ کے درمیان تھا آج آپ نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا وہ شخص کون تھا؟ یہ بادشاہ ہندوستان سلطان شمس الدین التمش تھے۔یہ تھے اولیاء کرام اور صوفیاء کرام ہمیں جاننا چاہیئے کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں جاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آج ہمارے ہاں عرس، عرس نہیں رہا، میلہ بن گیا ہے، عرس وہ ہوتا ہے جس میں علماء اکٹھے ہوتے تھے، مشائخ اکٹھے ہوتے تھے، قرآن خوانی ہوتی تھی، نعت خوانی ہوتی تھی، اور محافل وعظ ونصیحت، ذکر ومراقبہ ہوتی تھیں اور لوگوں کی تربیت ہوتی تھی، بزرگوں کی تعلیمات اور خدمات اور مشن کو لوگوں تک پہنچایا جاتا تھا اور ہر آدمی جس میں کوئی کوتاہی ہوتی وہ آکر اصلاح کی رحمتوں سے جھولی بھر لیتا۔آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ جاہل عوام اور غیر ذمہ دار لوگوں نے عرسوں کا نظام بگاڑ دیا ہے اور راہ صواب سے دور ہو گئے ہیں۔حضرت ابوالحسن سید نا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کا عرس ہی آپ لوگ دیکھ لیں کہ جاہلوں کی غالب اکثریت اتنا ڈھول پیٹتی اور اتنا ڈھول بجتا ہے کہ شیخ ان کے اس طرز عمل سے نالاں ہو جاتے ہیں اور میر ایقین یہی ہے۔خواجہ نظام الدین اولیاء کے حالات اور واقعات میں پڑھیں کہ قوالی کی حقیقت اور شرائط کیا ہیں، پرانے بزرگ اور ان کے سچے متبعین اگر سماع سنتے تو آداب کی مکمل رعایت رکھتے تھے، لیکن اب یہ حال ہے کہ قوال بک رہا ہے ''میں شرابی میں شرابی'' یہ کیسی قوالی اور کیونکر جائز ہے اور شریعت سے کھلا مذاق ہے۔حقیقی قوالی تو یہ ہے حمد باری تعالیٰ کے ساتھ، نعت رسول مقبول ﷺ، وہ بھی مستند اور ماہر بزرگ کی شاعری ہو اسے بلا مزامیر تکرار سے پڑھے تا کہ لوگوں کی توجہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف مبذول ہو، وہ ذکر حق کی طرف مائل ہوں۔مگر عصر حاضر میں اس طرح کی قوالیاں شہوت اور شیطانی ہیں، جس طرح آج ہم لوگ مجلس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں، پہلے بزرگ لوگ اس چیز کی اجازت نہیں دیتے تھے۔حضرت امام سوتیؒ کی مجلس کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ جب نعت شروع کی تو آدھ میں

Marfat.com

پہنچے تو آپ نے نعت رکوادی آپ نے کہا ٹھہرو کوئی آدمی ہمارے اندر ایسا موجود ہے جس کی وجہ سے رحمتوں کا نزول نہیں ہو رہا۔ پھر جب تک اس آدمی کو ڈھونڈ کر محفل سے نکال نہ دیا نعت دوبارہ شروع نہ کروائی۔ اور آج ہماری قوالی و نعت کی مجلسوں کی صدارت مخصوص دنیا دار، جاہ پرست، قبضہ گروپ کر رہا ہے اور جہاں ایسا ہوگا تو رحمتوں کا نزول وحصول کیونکر ہوگا۔ ہجرت مدینہ کے وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اللہ کے حکم سے چلتی ہے۔ یہ وہاں ہی ٹھہرے گی جہاں میں نے رہنا ہے۔ اور کس کے گھر قیام فرمایا حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر اور اس سے واضح ہے کہ جب تک اخلاص نہ ہو حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خیرات میسر نہیں آتی۔ فتح مکہ کا وقت ہی لے لیں، بڑے بڑے لوگ، بڑے بڑے سردار جو کہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کعبے کی چھت پر اگر کسی کو چڑھایا کہ تو اوپر چڑھ کر اذان دے تو وہ نام ہے سیدنا بلال حبشیؓ کا۔ یہ سمجھنے کی باتیں ہیں۔ آج بھی لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہییں کہ کسی کمزور اور غریب، مگر صالح نیک بزرگ، عالم دین کو صدر بناؤ جو تمہیں سچی اور کھری باتیں بتائے اور ''ٹھیکے'' کا خواہشمند نہ ہو۔ مدینہ شریف میں ایک آدمی مسجد نبوی شریف میں سپاہی کو دھکا دے کر جالی مبارک کو ہاتھ لگانے کی کوشش کر رہا تھا وہاں ہمارے علماء کرام موجود تھے انھوں نے اس آدمی کو کہا کہ یہ تو کیا کر رہا ہے تجھے ہوش نہیں کہ تو کہاں کھڑا ہے؟ یہاں تو جبریلؑ بھی آکر ادب سے کھڑے ہوتے ہیں تو بولا کہ جی آپ نے وہ نعت نہیں سنی ''تیری خیر ہووے پہرے دارا سانوں روضے دی جالی چم لین دے''، تو انھوں نے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ کلام کسی ذی شعور اور عالم شخص کا نہیں بلکہ کسی تانگے والے کا لکھا معلوم ہوتا ہے اگر تمھیں حقیقت کا علم ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ہمارا ہاتھ اس لائق ہے کہ جالی رسول ﷺ کو ہم ہاتھ لگائیں جہاں 70 ہزار فرشتے صبح اور 70 ہزار فرشتے شام آتے ہیں اور ادب کے ساتھ سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے ادب یہ ہے مقام اور بے شمار لوگ تو ایسے گزرے کہ ہیں مدینہ شریف میں ہمیشہ غایت درجہ ادب اور نیازمندی سے داخل ہوئے یہ بھی نام آیا حضرت سیدنا اویس قرنیؓ کا۔ پڑھو جب آپ مدینے کی حدود میں داخل ہوئے تو بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگے کہ دوستو! مجھے جلدی سے شہر مدینہ سے باہر لے چلو، لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تو کہنے لگے میں اس زمین پر پاؤں رکھ کر نہیں چل سکتا جہاں میرے مصطفےٰ لیٹے ہوئے ہیں، ہمیں ہوش ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں، ہم نے شریعت کا مذاق اڑایا ہوا ہے اور جو جی میں آئے کرتے ہیں۔ اور یہ کہ قصور سے چادریں لے کر چلتے ہیں اور ساتھ ڈھول بج رہے ہیں اور ساتھ ناچ رہے ہیں ساتھ گلے میں سنگل ڈالے ہوئے ہیں مجھے بتاؤ کہ یہ طریقہ نبی پاک ﷺ کا ہے آج ہم اس ملنگ کو مانتے ہیں جس کے گلے میں دس زنجیریں ہوں اس کو مانتے ہیں جس نے جہنم والا لباس دنیا ہی میں پہن لیا ہے اس کو مانتے ہیں جو کبھی نہایا ہی نہیں جس نے کبھی غسل ہی نہیں کیا۔ میرا اور آپ کا نبی ﷺ کچا لہسن نہ کھائے، پیاز نہ کھائے کہ منہ سے بو آئے گی یہ تھی نبی کریم ﷺ کی نظافت، نبی کریم ﷺ کی طہارت اور ان لوگوں کو دیکھو جو شریعت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آج ہم مزارات پر جاتے ہیں نہ تو ہم آداب کا خیال رکھتے ہیں، دھکے دے رہے ہوتے ہیں حالانکہ ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ جو ہمیں بتایا ہے جو طریقہ شریعت نے ہمیں بتایا ہے اس پر ہم عمل ہی نہیں کرتے مثلاً چادریں ہی لے لیں اگر آپ چادریں چڑھاتے ہیں تو ہمارے جتنے علماء کرام ہیں خاص طور پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ جو آج کے دور کے بہت بڑے محقق ہیں۔ آپ ان کو پڑھیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر مزار شریف پر ایک چادر موجود ہے تو دوسری چادر کی جگہ کسی غریب کو کپڑے لے دیں اور آپ نیت کریں کہ یا اللہ میں نے فلاں غریب کو کپڑے پہنائے ہیں اس کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچا دے۔

Marfat.com

آج ایسے لوگ ہیں کہ مسجدوں کے مینار بناتے ہیں لیکن سگے بھائی کے بچوں کی فیس دینے کو تیار نہیں صرف یہ کہ سپیکر پر اعلان ہو جائے کہ فلاں شخص نے مسجد کو اتنے پیسے دیئے اور کبھی میرے بھائی یہ بھی سوچنا کہ یہ اعلانات کروا کر ہم نے کیا کرنا ہے یہ قطعات لگوا کر ہم نے کیا کرنا ہے، کاش کہ ہمارا آخرت میں کوئی قطعہ لگ جائے۔ آج سیدنا صدیق اکبرؓ کا نام زندہ ہے کہ نہیں؟ کیا انھوں نے سپیکروں میں اعلان کروائے تھے بلکہ انھوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور جبریلؑ آئے تھے اور آ کر مصطفےٰ ﷺ سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے اس دوست سے فرمائیں کہ اللہ ان سے راضی ہے۔ آج کولر بعد میں لگتا ہے اعلانات پہلے ہوتے ہیں کہ فلاں حاجی صاحب نے کولر لگوایا۔ اپنے نام سے بالاتر ہو جاؤ تم اس کا نام لو پھر دیکھو وہ تمھارے نام کو بلند کرتا ہے کہ نہیں۔ مزارات بزرگان دین پر ہمارا فرض بنتا ہے کہ جب کوئی ناجائز کام دیکھو اسے روکو۔ خبردار کوئی ان بزرگوں کے علاقے میں بھنگی، چرسی نظر نہ آئے، یہ ذمہ داریاں ہماری ہیں اور ہمیں انھیں پورا کرنا لازم ہے۔ محبت وعقیدت من مانی کا نام نہیں محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ قرآن وسنت پر عمل کرو۔ بزرگوں کے پاس آؤ ادب کے ساتھ، احترام کے ساتھ، حاضری کا طریقہ یہ ہے کہ پاؤں کی طرف سے آؤ اور پھر سلام کرو۔ سلام کرنے کے بعد اس طرف چلے جاؤ جس طرف چہرہ ہے۔ چہرے کی طرف کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر آپ کو جو کوئی کلام آتا ہو سورۃ فاتحہ آتی ہو پڑھو، درود پاک پڑھو، پڑھ کر انھیں ایصال ثواب کرو اور اللہ سے کہو کہ یا اللہ میں تیرے نیک بندے کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ان بزرگوں کے وسیلہ و برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرما دے کہ مقبولان بارگاہ کے توسل سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

Marfat.com

different customs and ways of living, which could not unite them for centuries.

Hazrat Sahib was of the view that mysticism is the name of following Sunnat-e-Rasool and obeying God`s orders. In one of his books he opines that:--

"It is utterly wrong to say that Raam and Rehman are the same. Someone cannot to be the creature and the creator at the same time."

He also had an unbound love and respect for Prophet Muhammad (May peace be upon him). He used to say:--

"I believe in Allah, because Muhammad-e-Mustafa (may peace be upon him) believed in Allah."

Allama Iqbal was also a panegyrist of Hazrat Mujaddad. He has referred to Hazrat`s struggle, at many places in his poetry .

After Akbar`s death, Jehangir enthroned. But there was no change in the ethnic social system. The Muslims who attempted to lead according to Islamic rules were brutally killed. Ispite of the tremendous resistance from his objectors, Hazrat Sahib continued his efforts. His enemies conspired against him and Jahangir called him to his court. There he refused to bow before the king and as a punishment, he was imprisoned in the Goliyar Fort. Hazrat `s followers became furious and a riot was expected. But Hazrat Mujaddad Alif Saani forbade them to take any action, since he had complete faith in Allah. He did not even curse the cruel king. One year later in 1028 Hijri, Jahangir became seriously ill. No doctor could cure him off Asthma and so many other diseases. He freed Hazrat Mujaddad and requested him to pray for his better health. The saint did so, but on the condition that he will remit for his sins and rebuild the damaged mosques. Jahangir agreed and his health improved overnight. He became a gentleman to the backbone and disapproved of all the laws against the Shariat .

Hazrat Mujaddad Alif-e-Saani succeeded in his toilsome mission. Being a eulogist of Prophet Muhammad (may peace be upon him), he said at the age of fifty three:--

"I do not want to live more than sixty three, as my master Hazrat Muhammad (may peace be upon him) was of the same age."

On 30 November 1624 A. D. (1034 Hijri), this great revivalist died at the age of sixty three. He was peacefully buried in Sarhind Sharif. His contributions, are indeed, second to none.

Marfat.com

compelled him to go back to Delhi, where his teacher greeted him. He stayed there for sometime and was ordered to go to Lahore for preaching Islam. There in November 1603 A. D., he got the tragic news of his guide`s demise. Hazrat Baqi Billah was also a great praiser of him. Prior to his death he expressed his following views regarding Hazrat Mujaddad Alif Saani:--

"He is one of the loved ones of Allah.

Today, there is no such leader of Naqshbandi race in the world as him.

He is like a sun equal to thousands of stars like us.

He is one of Allah ` s best saints."

Khuwaja Baqi delivered his Khlafat to him, who became his Khalifa and successor after his death.

It was now that Hazrat Sheikh Ahmed raised his voice for the protection and uplift of Islam. He was entitled "Mujaddad Alif Saani" by Maulana Abdul Hakim in 1613 A. D. Islam was endangered at that time. The Mughal emperor Akbar had devised a new religion by the name of "Dein - e – Elahi". He had changed the Kalama and called himeself Khalifatullah. Sun was worshipped four times daily, along with fire, water, trees, cows and even cow dung. Cow slaughter was prohibited and ham (Pig meat) was declared Hilal. Mosques were demolished. The non-believers (Kafar) and the Christians flourished a great deal. It was indeed a terrible venture but no one dared to raise his voice against the emperor. At this time Hazrat Mujaddad Alif Saani was the only one who took a firm stand against the wicked, cruel and sinful rulers of Hindustan. He preached People and prepared a large force of his followeres to fight the evil. He also influenced many noticeable courteries of Akbar, so that they would pursue the king to leave this path.

One of his great achievements was "purifying the religion from innovation". He was totally against schism. He gave a detailed account of the conspiracies, done by ignorant, tyrant and oppressionists against Islam, in his book "Isbat-ul-Nabvah". He preached to follow the path devised by Prophet Muhammad (May peace be upon him), as there was no salvation in heresy. He was also the founder of the "Two Nation Phenomenon (Dau qaumi nazria)". According to him, the Mulslims and the Hindus were two separate nations, who, inspite of living together for so many centuries, could not socialize. The reasons for this were their separate religious beliefs,

Marfat.com

Hazrat Mujaddad Alif-E-Saani-A Revivalist

By: Dr. Ahsan Azhar (M.B.B.S., M.D.)

Sheikh Abdul Ahad was a noble man of his time. His lineage met that of Ameer-ul-Moemeneen, Hazrat Omar-e-Faruq. One night he dreamt that the whole world has been darkened and people are being massacred by filthy animals like monkeys, bears and pigs. But suddenly a light emerged from his chest and he saw a man sitting on a throne and all the obscene were being killed before him. When Sheikh Abdul Ahad told his dream to Hazrat Shah Kamal, he predicted that a son will be born to him, who will enlighten the whole world and free it of all evil .

Thus a boy was born on 14 Shawal 971 Hijri (May, 1561 A.D.) in Sarhand Sharif. He was named Sheikh Ahmed Bin Sheikh Abdul Haq and became famous as Hazrat Mujaddad Alif Saani. He memorized the Holy Quran at an early age. He then studied some educational books from his father. Later he went to Sialkot to study Hadeith and Fiqah from Maulana Yaqub Kashmiri. By the age of seventeen he had completed all the sciences of his time. Afterwards he started teaching at Agra.

In 1585 A. D., Hazrat Ahmed Sarhandi went to Akbarabad, which was the capital and educational center during Akbar`s reign. He stayed there for six years and took active part in educational congregations. But he noticed something wrong in that system. In 1591 A. D., his father took him back to Sarhand Sharif. There he seeked spiritual knowledge from his father. In 1598 A. D. his father died. He decided to perform Hajj in 1599 and set off for Hijaz (Makkah). He came to Delhi where he met Hazrat Khuwaja Baqi Billah, who urged him to stay there for sometime. Through his spiritual powers, he had seen the exaltation and nobleness, deep inside the Mujaddad. He gave him special attention and started teaching him the Naqshbandi knowledge.

The real revivalist was born now. According to prophet Muhammad (may peace be upon him),` a Mujaddad will come at the end of every century to guide the Muslims`. But this Mujaddad was equal to a thousands years. He was the Mujaddad who was matchless. He performed the pivotal duty of leading the Muslims of Hindustan three hundred years ago. He revivified the spirit of Islam in the hearts of the Muslims.

He seeked permission from his teacher to go back to Sarhind Sharif, but could not stay there for long. His ardent thirst for more knowledge

Marfat.com

iii. He allowed a very narrow margin to the doctrin of agreement and amalogy.

iv. He is very close to shafe`i school.

v. He prefered Mursal tradition over general principles.

vi. He accepted close interpretations and opinions of companions.

vii. Hanbalis derives its provisions from the Quran and Sunnah; prevailing over any consensus, opinion or inference.

viii. Quite often the Hanbalis do not indicate a preference where there were conflicting rulings by the companions, but them all potentially valid.

ix. Tradition of the prophet, according to the Hanbalis, are either valid on exibit varying weaknesses which are nevertheless acknowledged.

x. His followers, in the past, were regarded as reactionary and trouble some.

xi. Some Jurists of Hanbali school, later exibited tolerance and gave personal opinions and they made Hanbali teachings known to the people, especially in matters of transection.

During the 12th century, Muhammad bin Abdul Wahab revived the Hanbali doctrine, in Najad and spread it in Hijaz and Arabian peninsula. The Hanbali teachings are today the official doctrine of Saudi Arabia. Besides it, it is popular in Pakistan and Iran as well.

Accroding to Shah Wali-ul-Allah:

"Imam Ahmad Bin Hanbal was the greatest traditionist and stood high among the compilers of Hadith."

Conclusion:

The four schools of law are equally valid and all their services are out standing in the progress and promotion of Islamic laws and traditions. A muslim can belong one of these schools.

The juristic thought took a down-ward course with the fall of Baghdad in 1258 A. D. and it was held by Sunni jurists that these four school are sufficient. Thus the door of Ijtihad or interpretation was closed and thereafter began Taqlid, which continued in this form for a long time till a new movement was set afoot in the 19th century which marks an outright break with this old tradition without any positive contribution.

Marfat.com

xi. He does not mention Maslahah Mursalah in his principles.

xii. He is called "Helper ".

TEACHERS:

Imam Razi describes the number of his shaykhs to whom he studied: They are 19 Makki, 6 Madni, 4Yamni and 4 Iraqi and the most popular of them are: Safyan bin Ainya, Muslim, Imam Malik, Muhammad bin Hasan and Hashan bin Yousuf.

The followers of Shafe`I school are found in Egypt, Palestine, Indonesia, Malaysia, Saudia and Iran.

M.H. Qureshi says about him,

"He was a jurist of greater eminence than his master Imam Malik."

THE HANBALI SCHOOL:

BORN:

The son of a commander in Army, later became the founder of a new sunni school of thought. His name was Abu Abdullah Ahmed Ibn-e-Hanbal, who was born in year 780 A. D in Baghdad. His school is called latest of Sunni school of thought.

EDUCATION:

He memorized Quran in his early childhood. Then at the age of 14, he started his studies of Hadith. He was taught by Imam Abu Yousuf, Imam Shafe`i, Hafiz Hashim, Hafiz Ibne Jozi states that the number of his teachers was more or less 100. He visited Syria, Hijaz, Yamen, Kufa and Basra for the purpose of collecting traditions.

WORKS:

He compiled a major work on traditions entitled` Musnad al-Ahmad` which contains 40,000 traditions. Other are Kitab-ul-Aml, Kitab-ul-Farayz, Kitab-ul-tafseer, Kitab-ul-Masail, Kitab-ul-Fazail, and Kitab-ul-Salat`.

Desciples:

Among the desciples of Imam Hanbal who attained popularity are: Muwaffaq-al-Din, Shamas al-Din, Ibn-e-Taymiyah and Ibn Qayyim al-Jawziyah.

SPECIALITIES:

i. He was a man of great piety and uncompromising opinions.

ii. As a traditionist and theologian, his reputation stood very high them a geat Jurist.

Marfat.com

WORKS:

He is the first Faqih who wrote numerous books on Islamic Jurisprudence. The number of these books are told 113. The out standing books among them are: Kitab-us-Sunnan, al-Risala, Kitab-al-Umm, Ikhtilaf-ul-Hadith. Two of them as Risala and Umm attained greater importance. In these books, he specially discussed Qyas al-ma-na, Ijma, Istihsan, Sunnah-as source of law.

PUPILS:

A large number of pupils fulfilled their theist of knowing Islamic principles under the umbrella of this school. Most renowned among them are: Imam Dawod Zahiri, Abu Nur Baghdadi, Jaran Tibri, Ismail andRabi bin Salman. Even Imam Hanbal also took Imam shafe`i`s classes.

DISTINCTIONS:

i. The method of interpretation adopted by Shafei was directed against the use of general principles. The logic behind it was to remain close to the revelation as possible on `Wahi` in both its meanings.

ii Thus, he made a basic rule was: " If the claim of a tradition.is complete and sound, its must be followed."

iii. He is the leader of Ahl-al-Hadith on those who are inclined towards applying the traditions literally once a sound claim is established.

iv He accepted four source of law, Quran, Sunnah, Ijma, Qiyas.

v. He was noted for his balance of judgement and moderation of views.

vi. He examined the traditoins more critically and made more use of analogy than Malik.

vii. He also allowed greater scope to Ijma than Malik, putting a more liberal and workable interpretation on the well-known dictum of Holy Prophet, "My people will never agree in an error.

viii. He also acknowledge Istadlal.

ix. He rejected Abu Hanifa`s equity of jurist.

x. According to this school, the consensus overrule a tradition narrated by a single authority.

Marfat.com

xii. The difference between the doctrines of the Maliki`s and the Hanafis is one of degree, not of nature. They both used tradition and reasoned opinion, but with variable stress and to differing extents. Both schools tolerated dinergence of opinion within their doctrines.

xiii. Maliki school of thought is still found in its purest form; as they did little refinements and enhancements.

Maliki school is today wide-spread in Egypt, Sudan, West Afriqa, Saudi Arabia and Pakistan. In the past, it floriseshed in Spain.

Imam Abu Hanifa, Once remarked about him considering his scholler like juristic vision. He said:

. **"He truly is a faqeeh."**

Imam Shafei` says considering his religious services:

"Imam Malik was the glittering star of the science of traditions."

THE SHAFE'I SCHOOL:

BORN:

Among Malik`s desciples, a palestinian born star-pupil namely Abu Abdullah Muhammad al Shafe`i, laid the foundations of a new Sunni school. He was born in Ghaza in the year 150 A . H (767 A.D.); being the descendent of Abdul-Muttalib(head of Qure`sh tribe). He memorized Qurran at the age of 7 years
(some says at 9 years old). He also learnt by heart his teacher`s book Al-Muwattah at the age of 13. He was bestowed with inmense abilities by Allah. At the age of 15, he started giving legal opinions.

EDUCATION:

When he was two years old, his father died and his mother took him to Macca. There, he started his early education. He travelled a lot in search of knowledge in the deserts of Arabia. He brought good name in language, Grammar, Phraselogy and Poetry. In Madina, he joined the school of Imam Malik, for three years. His fame soon spread and the doctrines which he enunciated, found great vogue and appreciation.

Marfat.com

Al-shafi` said of this text:

"No book on earth, after the book of Allah, is more accurate than the book of Malik."

Muwatta was transmitted in several versions and two of which have come down to us other major works of the school are:

i. Al-Mudawanah, Al-kubra by Ibn-Qasim. The work is voluminous.
ii. Al-Mukhtasar by Sidi-Khalil.
iii. Ibn-e-Rushd`s book Bidayat-al-Mujtahid.

DESCIPLES:

The pupils of Malik include Muhammad ibn al-Hassan of the Hanafi school and Muhammad ibn Idris al-shafi`; the founder of shafi` school. Imam Yahya, narrator of Muwatta, Asad, Abd-al-Alam and Abdullah. Among the later Jurist of school who acquired great fame one Abu-al-Walid, Ibn-e-Rushd (grandfather, grandson-both) and Al-Arabi.

SPECIALTIES OF THIS SCHOOL:

i. Malik learned more upon traditions and the usages of Prophet and the precedents established by his companions
ii. He upheld the exercise of judgment when the other sources failed.
iii. He attached a preponderating weight to the usages and the customs of Madina, relying on the presumption that they must have been transmitted from the time of the prophet.
iv. Basically, Maliki school is near to Hanafi school.
v. Malik`s name and method are usually associated with the Al-Hadith; because he was the first traditionalist.
vi. He recognised a principle, namely, `that of public walfere` (Muslahat) as a basis of deduction.
vii. He added fifth source as "Istadlal" besides Quran, Sunnah, Ijma and Qiyas.
viii. He prefered the practices of people of Madina over Qiyas.
ix. He adopted modes of `Ijtihad` as Maslahah Mursalah, opinions of companions, sunnah and Istahsan.
x. He does not lay strong stress on Ijtihad.
xi. Istaqlah was greatly stressed as compared to Istahsan.

Marfat.com

THE MALIKI SCHOOL:

BORN:

This school was originated from Madina, city of Hijaz. Here, in 95 A. H; the womb of a Yamini lady gave birth to a child, who was, later, regarded by the name of Imam Malik, innovator and founder of Maliki School. His grandfather and uncle suhail Ibn Nafi` were greatnarrators and followers of traditions. Therefore, he was more inclined to the study of `Hadith` as in his time, the city of Madina was centre and cradle for the study of Hadith. So, he inherited the knowledge of Hadith and case laws of Muslims.

EDUCATION:

He was taught by 900 scholers (300 ta`abi, 600 taba ta`bi also included). It was a previlege for Imam Malki that those who were his tutors, later also joined the company of his pupils; including Imam Abu Yosuf, Imam Zohri.

He received his early education from Abu Al.Rehman, Rabi at al-ray. At the age of 17, he started giving lessons in fiqh and traditions. He himself says,

"I began teaching when seventy shaykhs had approved that I was qualified to do so."

Al-Sha`afi is reported to have said about him:-

"After the Tabi`un, Malik is Allah`s authority amongst his creatures........ If traditions carry the Malik`s authority hold on to them."

He studied traditions under Na`fi, Zahri, and Yahya; so his authority as a traditionalist is undisputed.

WORKS:

Malik is the author of well-known book "Al-Muwatta" which is at once a book of traditions and fiqh. Imam Malik took 40 year to write this book. It is based on traditions. According to Abu Baqar, "This book consists of 1720 traditions (Hadith). Among them 600 Marfu`(مرفوع), 222 Mursil(مرسل), 613 Mu`qoof(موقوف)and 285 Martu`u(مقطوع). Imam Malik presented this book before to scholars (Faqihs) and after their concordance, it was named as "Muwatta" (concorded, accepted).

Marfat.com

(vii) Abu Hanifa conferred extended meanings to Ijma as compared to other contemporaries. He affirmed its validity in every age.

(viii) He also acknowledged the supermacy of local customs and usages as a guiding principle to law.

(ix) He preffered Ijma and Qias after Quran and Sunnah; but juristic preference and local customs were regarded to him as secondary sources.

(x) He rellied less on `Tradition` unless their authority is beyond any doub and most relliance on Quran, Sunnah, Qias, Istahsan and Ijma.

(xi) They don't base on independent view but on general principle if expressed text is not available.

(xii) If there is dispute in the consents of the companions, the consent is considered right which is more near to Holy Quran and Sunnah]

(xiii) Qias can only be implemented if there is no agreement against it.

DESCIPLES:

Plenty of disciples fulfilled their thirst and curiosity of knowing Islamic customs and principles under the plateform of Hanafite School. Most prominent of them were Imam Yousuf, Imam Muhammad, Zufar and Hasan Ibn Ziad. He himself stated a remark about his puplis.

"These students are thirty-six. Twenty-eight of them, capable of being Qadi; six for Mufti and Abu Yousuf and Zufar have the guts to reform and guide these Muftis and Qadies."

Finally, we can say that Imam Abu Hanifa is, no doubt, the founder and trend setter of Islamic jurisprudence. This school is dominant in **Turkey, Syria, Iraq** Afghanistan, Pakistan, India and Arab and Central Asia. **Prof: Yoursuf Scotch** says about Imam Abu Hanifa;

"In more than one passage the Iraqians show themselves more knowledgeable on traditions then the madanese or the syrians, and Abut Hanifa and Abu Yousuf on both ahead of Imam Malik in the systematic collection of Traditions."

Marfat.com

EDUCATION:

He first studied scholastic divinity but soon discharged it in respect of jurisprudence. He himself stated once almost his education that he studied Qi`rat, Hadith, Grammar (نحو), Literature and reason which were very popular in those days. He attended the lectures of Ja`afar Sadiq, Imam Shabi`i, Hammad, Ala`mash. He joined the seat of his teacher Hammad after his death in 120 A . H . he worked in this seat for 30 years, and during these 30 years, it is stated that he gave 60,000 or 83,000 legal decisions.

WORKS:

The books written by Imam Abu Hanifa were of two types:

(i)- The first were called Zahir-Al_Rivayah or books of primary issues.

(ii)- Second ones were of Al-nawadir or unusual cases.

He wrote a number of books on traditions and fiqh, including Kitab-ul-Hujjah, ala Ahl-al-Madinah, Al Athar, Malik`s "Muwatta". All these books are foundation of Hanafi fiqh.

Specialities-or-main points of Hanafi School:

Abu Hanifa endowed with numberless talents of an exceptional nature and gifts of detecting nice distinctions. Following is the specialities of Hanafi School of thought.

(i) Abu Hanifa acquired for him the title of `up holder of private judgment`.

(ii) He was apprehended among his contemporaries to rely upon `deduction` in legal conclusions.

(iii) The formulation of the theories and principles of Islamic juries prudence is the chief work of Abu Hanifa.

(iv) He is considered as the founder of `Mohammadan Jurisprudence` or `Science of Law`.

(v) He was first to give prominence and emphasis on the doctrine of `Qyas` (amalogy).

(vi) He assigned dignified name and doubtless position to the Islamic principle as namely Istahsan (Juristic Equity) (preference).

Marfat.com

SUNNI JURISTS

By: Muhammad Azeem Farooqi
(M.A., LL.B.)

INTRODUCTION:

"The period of Abbasids was congenial to the systematic studies in 'ISLAMIC LAW'. It is, in the this period that a number of schools of law sprang up, outstanding among them being the four sunni schools , named after **Abu Hanifa, Malik Ibn Anas, Shafi`i and Ahmad Ibn Hambal**; which whose jurisprudence we one concerned ; and who help out in the development of Islamic fiqh. The principles of these schools are substantially same and they differ from each other merely in matters of detail and interpretation. Only shiah school contradict them only in matters of more sound question relating to political events of past, rather then to any general principles of law.

These schools of Islamic law should not be confused as sects; but they are system of interpretation. Each one has its own set of principles which can not be imbeded with the principles of other schools.

The period of these four schools starts from the beginning of the 2nd Hijrah and ends in the middle of 4th Hijrah. Before these schools, there was only school of thought which is named after` Imam Ja`afar Sadiq`.

THE HANAFI SCHOOLS:

BORN:

The star of Islamic fiqh arose from `Kufa`, a city of Iraq in the year A. H. 80 (699-AD), whose wisdom, sapience and sageness gave new light to the Islamic principles. This star was; Nu`man Ibn-e-Thabit; Commonly known as Imam Abu Hanifa. He is the founder of the most important of the sunni schools. He was possibly of Afghan origin but settled in Iraq. He was born in the reign of Ommayad Caliph Abdul Malik bin Marwan and died in the age of Abbasides` Caliph `Al-Mansoor` in 150 A. H. (767- A. D).

PROFESSION:

He was cloth merchant by profession (and it is also reported that he was bread vendor in kufa), so due to this reason, his fiqh reflects his practical approach to legal problems.

Marfat.com

moral functions.

Islam differs with other Religions as my "Muhammad (ﷺ) holds distinction with other prophets. He shared a lot of his own character in teaching and preaching of Islam whereas other prophets oftenly stressed whatever it had been revealed to them. Although their noble characters were inspring yet their "Ummahs" unfortunately could not realize them.

Quran, Sunnah, Consensus and Anology are the prime soruces of Islam.

There are approximately six hundred verses in the Quran that indicate the ahkam (احکام) of Islamic Law. Almost five hundred of these pertain to the "Ibadat" (عبادت) , and the remaining are concerned about "Muamlat" (معاملات). About 70 verses pertain to family law, 80 to trade and finance, 13 to oaths, 30 to crime and sentence, 10 to constitutional and administrative matters, 25 to international law and prisoners of war. We find the applicability of these diving guideline principles in the starting age of Islamic progress just because of juristic aptness and tendency of my "Muhammad"(ﷺ). That's why ignorant, harsh and uncivilzed people of Arabia began to think in a different way.

Allah Almighty gave us laws and regulations . My "Muhammd"(ﷺ) made it a "Complete Code". The gate of "Lincoln's Inn" has this privilege that the name of my Muhammad (ﷺ) is enhacning, its elegance among the greatest jurists of the world. He has not been labelized there as a Prophet, leader or commander but as a ---------"JURIST". It is a great achievement made by him in non-Islamic circles.

Last address of my Muhammad (ﷺ) to the Muslims at "Arafat", was the first "Human Rights" charter ever been delivered.

It was the intellect, characteer and his wisdom who gave to the world and introduced a new side of progress and prosperity for the rest of their lives.

He has stablized the rythm of life and its true spirit in a melodious tempo, the echo of which will be heard till this world remains.

28 September 2002

Marfat.com

HAZRAT MUHAMMAD ﷺ - A PROPHET, A JURIST

by

Osama Saeed (B.A,LL.B)

"Muhammad (ﷺ) is a name of an era, elevation of humanity, prestige of character, pride of this universe and finally, heartbeat of every Muslim proud to be associated with him. My "Muhammad (ﷺ)possesses unmatchable status among the prophets sent by Allah Almighty.

Having observed, every aspect of his marvellous sacred life, we can rightly decalre him a multidimensional personality with a unique approach to the truth of life. Volumes and volumes of Seerat books are quite sufficeint to prove him equally, successful for being a Prophet, father, leader, husband, commander, friend and of course as a ruler. But here the ink of my pen is proud to be shed to narrate the dyanmic personality of my "Muhammad (ﷺ) as a jurist having divine qualification.

Before covering his sacred life under the heading, it would be fine to follow what a jurist means? A Jurist depicts the meaning of a legal proficient whose opinion, decision, theory or concept on a particular point holds the status of authenticity, genrally proven and appreciated.

Islamic vocabulary provides the word of "Faqih" (فقیہ) for jurist, who fairly develops his wit in a critical but in a legal way and declares his view point on a certain issue. Whereas we talk about the juristic side of the pious life of my "Muhammad (ﷺ) ", it is quite wider, comprehensive and no doubt longlasting too.

Islam represents a living picture just owing to his personality. We find the impact of his legal (covering the religious ethics) principles in every feature of Islam. In more explaining terms, it can be stated that the glimpse of his juristic talent is dominant in the application of Islamic, social, economic and

Marfat.com

جرأت لاہور، راولپنڈی/مظفرآباد (آزاد کشمیر)

جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے
کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار
جب تک تو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چیرے

ذخیرہ

جرأت تین اہم اور مرکزی شہروں سے بیک وقت شائع ہونے والا اردو روزنامہ ہے جو جمیل اطہر کی زیرادارت شائع ہوتا ہے لاہور ایڈیشن کے ایڈیٹر عرفان اطہر قاضی، راولپنڈی ایڈیشن کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مخدوم ارشد حسین اور مظفر آباد ایڈیشن کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر عبدالحفیظ سالب ہیں۔ جرأت کے چیف ایڈیٹر کم و بیش 45 سال سے میدان صحافت میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ انگریزی روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ روزنامہ نوائے وقت اور روزنامہ وفاق سے وابستہ رہے اور اخبارات کے ایڈیٹروں اور ناشروں کی ملک گیر تنظیموں---سی پی این ای اور اے پی این ایس--- کے سیکرٹری جنرل، وائس پریذیڈنٹ اور سینئر وائس پریذیڈنٹ کے عہدوں پر فائز رہے اور ان دنوں بھی سی پی این ای کے سینئر وائس پریذیڈنٹ کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

جرأت صاف ستھری صحافت کا علمبردار ہے اور اس کا امتیازی نعرہ ''اسلام، کشمیر اور پاکستان'' ہے۔ جرأت کے مندرجات پاکستان سے لازوال محبت کے آئینہ دار ہیں۔ یہ اخبار وطن عزیز میں اسلام کی سربلندی، اخلاقی اقدار کی بالادستی اور سیاست میں اعلیٰ اصولوں کی پاسداری کا پرچار کرتا ہے اور اس کا عمومی رجحان دینی جماعتوں اور اداروں کی ہمنوائی اور حمایت کا مظہر ہے۔

جرأت کی ضخامت آٹھ صفحات اور قیمت پانچ روپے ہے۔

رابطہ کا پتہ:

روزنامہ جرأت

تجارت ہاؤس، 14 ایبٹ روڈ، لاہور

فون: 6312480 - 6312280

6312462 - 6312429

Marfat.com

محسن انسانیت، رحمۃ للعٰلمین، باعث تخلیق کائنات، شہنشاہِ کونین، حضور پُرنور
شافع یوم النشور احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے حضور
نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے

محمد ﷺ

ماہانہ محفل میلاد

زیرِ سرپرستی، فخر المشائخ

حضرت صاحبزادہ میاں **جمیل احمد** شرقپوری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

زیرِ اہتمام، صوفی **غلام سرور** نقشبندی مجددی

و دیگر اراکین انجمن غلامانِ مصطفےٰ (رجسٹرڈ)

بمقام: **جامع مسجد قادریہ شیر ربانی** ۲۱ ایکڑ سکیم

نیو مزنگ سمن آباد **لاہور**

ہر انگریزی ماہ کی پہلی **پیر** کو موسم سرما میں بعد نمازِ عشاء اور موسم گرما میں بعد نمازِ مغرب منعقد ہوتی ہے۔ اس تقریب سعید کے موقع پر ممتاز ماہر تعلیم، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور ممتاز ریسرچ سکالرز مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

محفلِ ذکر

مسجد ہٰذا میں ہر اتوار کو نمازِ فجر کے ایک گھنٹہ بعد ختم خواجگان، ختم مجددیہ اور ختم معصومیہ پر مشتمل ایمان افروز روح پرور محفل زیرِ اہتمام صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی نہایت عقیدت و احترام سے منعقد ہوتی ہے۔

درسِ قرآن مجید

ممتاز ماہر تعلیم، مفسرِ قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ سائنس کالج لاہور ہر اتوار کو محفلِ ذکر کے فوراً بعد جامع مسجد ہٰذا میں درس قرآن حکیم دیتے ہیں

برادران اسلام سے پُرزور اپیل کی جاتی ہے کہ ان ماہانہ اور ہفت روزہ محافل میں شرکت فرمائیں

منجانب: **بزم جمیل غلامانِ شیر ربانی ۲۱ ایکڑ سکیم سمن آباد لاہور**

Marfat.com

داخلہ جاری ہے

داخلہ کے خواہشمند طلباء نمازِ عصر تا عشاء رابطہ کریں

ہر سمسٹر چار ماہ اور کورس ایک سال کا ہوگا۔

جامعہ جمیل العلوم

نقشبندیہ مجددیہ شیرِ ربانی

زیرِ سرپرستی: فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ
میاں جمیل احمد شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف

زیرِ اہتمام: صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ناظم جامع مسجد قادریہ شیر ربانی و اراکین انجمن غلامانِ مصطفیٰ (رجسٹرڈ)

ڈائریکٹر
مفسرِ قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ لاہور

پروفیسر محمد عبدالعزیز خان نیازی • قاری عبدالحمید نقشبندی • قاری خالد محمود • حافظ محمد یوسف • قاری اللہ بخش

اور دیگر اساتذہ کی زیرِ نگرانی تفسیر قرآن، حدیث فقہ، عربی، تجوید و قرأت اور حفظ و ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے

5873

مجلسِ مشاورت
ممتاز ماہرِ تعلیم جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب
سابق چیئرمین جامعہ اسلامیہ بہاولپور و پنجاب یونیورسٹی لاہور
محققِ عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور۔ (پنجاب)

میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے طلباء داخلہ لے سکیں گے

برائے رابطہ انتظامیہ کمیٹی: انجمن غلامانِ مصطفیٰ (رجسٹرڈ) جامع مسجد قادریہ شیر ربانی
21-ایکڑ سکیم نیو مزنگ سمن آباد لاہور۔ فون: 7562424

Marfat.com